# مفتی اعظم

# کی

# استقامت و کرامت



مصنف

مفتی محمد عابد حسین مصباحی نوری قادری

ناشر: رضا اکیڈمی

# مفتی اعظم

## کی استقامت و کرامت

مصنف

مفتی محمد عابد حسین مصباحی نوری قادری

شیخ الحدیث مدرسہ فیض العلوم، جمشید پور، (جھارکھنڈ)



۵۲، ڈونٹاڈ، اسٹریٹ، کھڑک، ممبئی۔ ۹

سلسلۂ اشاعت نمبر ۶۷۹


| | | |
|---|---|---|
| نام کتاب | : | مفتی اعظم کی استقامت و کرامت |
| مصنف | : | مفتی محمد عابد حسین مصباحی نوری قادری |
| اشاعت خصوصی | : | بموقع ۹۳ رسالہ عرس رضوی، نوری |
| بار اوّل | : | ۱۴۳۲ھ/۲۰۱۱ء |
| ناشر | : | رضا اکیڈمی، ۵۲، ڈونٹاڈ اسٹریٹ، ممبئی-۹<br>فون: 022-66342156، فیکس: 022-66659236 |
| طابع | : | رضا آفسیٹ، ممبئی-۳ |
| تعداد | : | ۱۱۰۰ (گیارہ سو) |
| خصوصی قیمت | : | Rs.20=00 |

# فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# گفتنی

از قلم: پیر طریقت جناب الحاج صوفی عبدالرشید صاحب قادری
باری نگر ٹیلکو جمشید پور خلیفۂ اول حضرت خواجہ نظام الدین بدایونی سنجانی علیہ الرحمہ

باری تعالیٰ کی مدوثناء جتنی بھی کی جائے کم ہے، یقیناً اس پاک پروردگار نے ہماری ہدایت وفلاح کے لئے ایک سے ایک ہادی اور رہنما فرش گیتی پر جلوہ افروز فرمائے، جنھوں نے رب تعالیٰ کی دی ہوئی قوت وتصرف وفطری صلاحیت کے ذریعہ قلوب انسانی کو ضلالت وگمراہی سے نکال کر راہ راست پر لایا اور ایک معبود حقیقی کی یاد میں لگا دیا۔ ہم نے جس دور میں آنکھ کھولا وہ دور فتنہ کا دور تھا، بدمذہبوں نے ہر چہار جانب سے اپنا سر اٹھایا اور اہل حق کو جادۂ شریعت سے ڈگا دینا چاہا مگر ہزاروں رحمتیں اور لاکھوں سلام ہوں علمائے بریلی ومشائخ بدایوں پر کہ ان برگزیدہ ہستیوں نے اپنی استقامت علی الحق اور گونا گوں کرامتوں کے ذریعہ ضلالت وبدمذہبیت کے بادسموم کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور امت مرحومہ کے دلوں میں عشق رسالت کی صور پھونک دی۔ انھیں پاک طینتوں میں ایک عظیم عبقری شخصیت شہزادۂ اعلیٰ حضرت، تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند مصطفےٰ رضا خاں بریلوی قدس سرہ کی ہے۔ آپ تادم اخیر شریعت مطہرہ پر استقامت برتتے رہے، کردار اور گفتار میں نمونۂ سلف رہے اور آپ سے اتنی کرامتیں معرض وجود میں آئیں کہ غوث زمن اور شبیہ غوث اعظم سے یاد کئے جاتے رہے۔

زیر نظر کتاب ''مفتی اعظم کی استقامت وکرامت'' اسی عبقری شخصیت کی زندگی کے چند گوشوں پر مشتمل ہے۔ مواد کی فراہمی، اس کی ترتیب پھر قارئین تک پہنچانے میں مصنف کتاب حضرت مولانا عابد حسین صاحب مصباحی قبلہ نے کس قدر کوشش ومحنت سے کام لیا ہے وہ کتاب کی دلکشی ہی سے ظاہر وعیاں ہے۔ بلا شبہ یہ کتاب عوام وخواص کے لئے تحفۂ

جدید ہے۔ اس لئے اسے ہر گھر اور ہر دل میں ہونا چاہئے تا کہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے فیوض و برکات اور کتاب کے انوار سے دل تاریک کو روشنی حاصل ہو۔

کچھ سبق آموز اہم باتیں جو حضور مفتی اعظم کے تعلق سے آپ بیتی ہیں انہیں مصنف موصوف کے اصرار پر یہاں قلمبند کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ پہلے میں بھی راہ طریقت اور پیری مریدی کے رمز سے ناواقف تھا۔ مدرسہ فیض العلوم جمشید پور اور اس کے نائب مہتمم حضرت مولانا عرفان احمد صاحب مرحوم کی دین ہے کہ مجھے بھی علم کی روشنی ملی۔ خواہش تھی کہ میں بھی کسی کا ہو جاتا۔ اس تجسس میں بہت سارے پیران عظام سے ملا۔ رئیس اڑیسہ حضور مجاہد ملت شاہ حبیب الرحمٰن علیہ الرحمۃ والرضوان سے بھی ملاقات کا شرف حاصل کیا اور بیعت کے لئے ہاتھ آگے بڑھایا مگر انہوں نے صاف لفظوں میں کہا، آپ کا حصہ میرے پاس نہیں ہے۔ آپ کا پیر کوئی دوسرا ہے جو بڑی شخصیت کا مالک ہے۔ ابھی تلاش جاری رکھئے، پھر ممدوح مکرم تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی طرف میرے دل کا کھنچاؤ ہوا کہ آپ کی شخصیت سیاروں کے بیچ چودھویں کے چاند کے مثل تھی۔ مگر ادھر سے بھی ناکامی ہوئی۔ دل کی کیفیت بدلتی رہی، جستجو جاری رہی، یہاں تک کہ اجمیر شریف پہنچا اور حضور سلطان الہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے دربار عالی میں حاضری دی اور لو لگایا پھر آستانہ سے باہر آ کر مسجد اولیاء کے پاس کچھ دوری پر تھا کہ مسجد اولیاء میں فروکش ایک بزرگ پر نظر پڑی جو منبر شریف پر تشریف فرما تھے۔ جب ان کے قریب پہنچا تو انہوں نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ جلد دو رکعت نماز پڑھ لو۔ بعد نماز انہوں نے اپنے قریب بلایا اور سلسلہ میں داخل کر لیا۔ اس وقت میں سکتہ میں پڑ گیا کہ یہ کیا ہو گیا۔ اتنے میں آپ نے فرمایا، میں کیا کروں ادھر غریب نواز کی طرف سے اشارہ ہو رہا تھا کہ اس بچہ کو جلد سلسلہ میں داخل کر لیا جائے، اس لئے میں نے داخل کر لیا۔ ہاں ایک بات ضرور ہے کہ ادھر کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ آپ پر منحصر ہے کہ آپ کیسے حاصل کریں گے۔ آپ سمجھیں اور آپ کا کام۔ اشارے کا یہ جملہ میرے لئے تیر بہدف کا کام کر گیا اور میں نے ہر پہلو سے اپنے کو اپنے پیر پر نچھاور کر دیا، پھر عنایت کی اس قدر بارش ہوئی کہ حضرت کے

خلفاء میں اولیت کے درجہ پر فائز ہونے کا شرف مل گیا۔ یہ بزرگ حضرت خواجہ نظام الدین بدایونی تھے جنھوں نے میرے اوپر تادم اخیر فیض رسانی کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپ کے اور سیدنا حضور مفتی اعظم مصطفےٰ رضا کے مابین بڑے گہرے مراسم تھے۔ آپکے ان کے قدرداں تھے اور وہ آپ کے۔ اس کا اندازہ ذیل کے واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے۔

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان سے ملاقات کا شوق بار بار کچوکے لگاتا تھا اور یہ تمنا انگڑائی لیتی تھی کہ کاش حضور مفتی اعظم سے ملاقات ہوجاتی اور آپ کے شرف دیدار و فیوض و برکات سے نوازا جاتا حتی کہ آپکا ورود مسعود جمشید پور ہوا اور ذاکر نگر جمشید پور میں جناب حاجی الطاف صاحب مچھلی والے کے یہاں قیام پذیر ہوئے۔ خبر ملنے پر علی الفور میں وہاں پہنچا دیکھا کہ آپ ایک حجرہ میں جلوہ بار ہیں اور کمرہ مریدین و متوسلین سے کھچا کھچ بھرا ہوا ہے۔ ایک چاند کا ہالہ اور اس کے اردگرد کہکشاں کی انجمن ہے۔ بالکل جگہ خالی نہ تھی کہ اندر جاتا، اسلئے کمرہ کے دروازہ پر اکڑو بیٹھ گیا۔ اتنے میں آپ کی نظر میرے اوپر پڑ گئی۔ آپ نے فوراً ایک مولانا صاحب کو جو اس وقت آپ کی خدمت میں تھے بھیجا۔ مولانا موصوف نے مجھ سے کہا حضرت آپ کو یاد فرما رہے ہیں۔ جیسے ہی میں آپ کے پاس پہنچا آپ کھڑے ہوگئے۔ میں نے قدم بوسی کی۔ بعد مصافحہ آپ نے مجھے اپنے پاس ہی بیٹھا لیا اور فرمایا آپ کے پیر کون ہیں۔ میں نے کہا، حضرت نظام الدین قادری بدایونی دامت برکاتہم العالیہ۔ اتنا سننا تھا کہ مجھے گلے سے لگا کر بھینچ لیا اور فرمایا، میں بھی تو خواجہ میاں کا ہوں، میں بھی تو خواجہ میاں کا ہوں، آپ کو نہیں معلوم ان کے گھرانے کا احسان ہمارے گھرانے پر کس قدر ہے۔ اتنے میں ناشتہ آگیا۔ جونہی ناشتہ اور چائے سے فارغ ہوئے کہ ایک شخص بھیڑ کو چیرتے ہوئے قریب پہنچا اور مؤدب ہو کر عرض کیا، حضور! مجھے بہت ضروری کام ہے، باہر جانا ہے، ایک تعویذ عطا کر دیجئے۔ آپ نے مولانا موصوف کو حکم دیا کہ کاغذ و قلم لائیے۔ جونہی انھوں نے قلم کے ساتھ کاغذ کی کاپی حضرت کی طرف بڑھائی حضرت کی نظر کاپی پر پڑ گئی۔ دیکھا کہ کاپی کے اوپر انگریزی میں کچھ لکھا ہوا ہے، آپ نے کاپی کو ٹھکراتے ہوئے فرمایا تعویذ لکھنے کے لئے انگریزی کاپی لاتے ہو، دوسری کاپی لاؤ۔

دوسری سادی کاپی لائی گئی جس پر رکھ کر آپ نے تعویذ لکھا۔ پھر میری طرف مخاطب ہوکر فرمایا، کہ لوگ چلے آتے ہیں اور کہتے ہیں حضرت! بیوی بیمار ہے، نوکری نہیں مل رہی ہے، دوکان نہیں چل رہی ہے، قرضدار ہوں، دعا کردیجئے، تعویذ دیجئے۔ حالانکہ یہ سب مقدر کی بات ہے، ہوتی ہی رہتی ہے، مگر کوئی آکر یہ نہیں کہتا کہ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور دین وایمان کی سلامتی کے لئے دعا فرمادیجئے۔ بتائیے، ہم لوگوں کا یہی کام رہ گیا ہے کہ بیٹھ کر ان امور کے لئے تعویذات لکھتے رہیں۔ میں نے ہمت کر کے عرض کیا، حضور اس کو رائج کس نے کیا، آپ ہی جیسی شخصیتوں نے اس کو رواج دیا ہے، اسلئے اب اس کو بھی لے کر ہی چلنا ہوگا۔ حضرت نے فرمایا، ہاں یہ بات تو ہے مگر بزرگوں سے وہ چیز بھی مانگنی چاہئے جس سے اللہ ورسول (جل وعلا وصلی اللہ علیہ وسلم) کی رضا وخوشنودی اور معرفت الٰہی حاصل ہو۔ اس واقعہ سے یہ عیاں ہوجاتا ہے کہ حضور مفتی اعظم قدس سرہ کردار وعمل اور حسن اخلاق کے پیکر تھے۔ جب ہی تو فرمایا، میں بھی خواجہ پیا کا ہوں۔ نیز یہ حضرات نسبت کا بڑا احترام کرتے تھے اسی لئے مجھ جیسے حقیر کو بھی بہت کچھ نوازا اور اپنے گلے سے لگالیا۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ حضرات نفع خلق کیلئے دعا وتعویذ ضرور کرتے ہیں مگر ہمیشہ خوشنودیٔ مولیٰ کی فکر میں رہتے ہیں۔ اگر آپ بھی خوشنودیٔ مولیٰ کے طلب گار ہیں تو زیرنظر کتاب کو زیب نظر کیجئے اور تاجدار اہل سنت کی زندگی کے اوراق کو الٹ کر پڑھئے اس میں سب کچھ ملے گا۔ شعر

وجود انکا ہے یا میزان حسن وقبح ہستی کی
اسی معیار پر کھوٹا کھرا معلوم ہوتا ہے

عبدالرشید قادری نظامی
بانی وصدر مدرسہ قادریہ نظام العلوم
غوث نگر۔ کپالی۔ جمشید پور
۱۳، ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ

# تبصرۂ جلیلہ

از: رشحات قلم بدر العلماء سند القراء حضرت العلام
حافظ وقاری علامہ مولانا فضل حق خان صاحب بانی ومہتمم دار العلوم غوثیہ جمشید پور

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

ولایت، بادشاہی، علم، اشیا کی جہانگیری
یہ سب کیا ہیں فقط ایک نکتۂ ایماں کی تفسیریں

محب ذی الاحترام حضرت العلام مفتی اسلام قاضی انام جناب مولانا عابد حسین صاحب مصباحی قادری برکاتی رضوی نوری زید مجدہ استاذ مدرسہ فیض العلوم جمشید پور نے ''مفتی اعظم کی استقامت وکرامت'' نام کی کتاب بڑے ہی عالمانہ فاضلانہ محققانہ لف و نشر مرتب تصنیف فرما کر بارگاہ فاضل ابن الفاضل ابن الفاضل مفتی اعظم عالم مقتدائے اہل سنت، نازش ملت سیدی وسندی آقائی وماوائی وملجائی ومرشدی ابوالبرکات محی الدین المسمّٰی آل رحمٰن المعروف الشاہ مصطفیٰ رضا خاں صاحب قدس سرہ میں گلہائے عقیدت وحقیقت نچھاور کرنے کا شرف حاصل کیا ہے اور دنیا کو علم وعمل صالح کے لیے ایک نمونہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جس میں بامراد نظر آرہے ہیں۔ اور کیوں نہ ہو لفظ مصباحی بتارہا ہے کہ ان پر فیضان حافظ ملت ہے اور جس کا اشہب قلم بزرگوں کی نگرانی میں جولاں ہوا سے ٹھوکر نہیں لگ سکتی وہ بے لگام نہیں ہوسکتا۔

طالب علمی کا زمانہ تھا مبارکپور اشرفیہ میں شہزادۂ اعلیٰ حضرت کا چرچا سنا، خیال ہوا کہ بڑے باپ کے بیٹے ہیں اس لیے آسمان شہرت پر ان کا آفتاب جگمگا رہا ہے۔ چند دنوں بعد معلوم ہوا کہ حضرت مفتی اعظم گھوسی تشریف لا رہے ہیں۔ شوق دید نے کشاں کشاں گھوسی پہنچادیا۔ معلوم ہوا کہ حضرت جلسہ گاہ میں تشریف لارہے ہیں عجب منظر تھا۔ آفتاب

ولایت، ماہتاب ہدایت، اپنی پوری تابانیوں کے ساتھ جانب جلسہ گاہ محو خرام تھا۔ دراز قد' سر پر نیابت نبی کا زریں تاج، لکھنوی چکن کی عبا زیب تن تھی۔ دائیں بائیں محافظ دستہ اور دو رویہ شمع ولایت کی پروانے نثار ہو رہے تھے، نعرۂ تکبیر، نعرۂ رسالت اور مفتی اعظم تاجدار ولایت کی پرشوق صدا نے فضا میں نغمگی پیدا کر دی تھی۔ نگاہ پڑتے ہی قلب نے سجدۂ نیاز لٹایا "سِیۡمَاهُمۡ فِی وُجُوۡهِهِمۡ" کا جلوہ جہاں آرا دیکھا، اللہ کے نور کی رعنائیاں ان کی جبین سعادت کی بلائیں لے رہی تھیں چہرے کا تقدس بول رہا تھا کہ یہ کسی معمولی انسان کا چہرہ نہیں۔ اسٹیج کے قریب پہونچتے ہی لوگ سروقد بہر تعظیم کھڑے ہو گئے اور سلام سنت اسلام کی تیاری کر ہی رہے تھے کہ آپ نے سب پر سبقت فرمائی اور السلام علیکم کی دلکش آواز فضا میں لہرا گئی۔ سب نے فرط محبت وعقیدت سے جواب سلام ودست بوسی کا شرف حاصل کیا۔ بہزار جاہ وجلال، عظمت وکمال ادب سے دوزانو تشریف فرما ہو کر رونق اسٹیج ہوئے۔ تخت کے نیچے سامنے ہی ایک صاحب باریش تشریف فرما تھے اور تخت پر ایک بے ریش۔ حضرت نے مسنون چہرہ والے کو تخت پر بیٹھایا اور بے داڑھی والے کو نیچے اتار دیا۔ اللہ رے اعزاز سنت! غالباً سحر البیان فصیح اللسان حضرت مولینا ابوالوفا فصیحی مرحوم، بحر العلوم مفتی عبدالمنان صاحب مدظلہ العالی اور فقیہ الہند حضرت علامہ مفتی شریف الحق صاحب مرحوم جیسی شخصیتیں اور دیگر چوٹی کے علماء جلوہ بار تھے ایسا لگ رہا تھا کہ چودھویں رات کا ماہ کامل اپنی پوری دل فریب ضیا پاشیوں کے ساتھ سر یر آرائے بزم ہے اور دیگر ستارے گرد قمر جگمگا رہے ہیں۔

سنا ہے کہ سحبان الہند مولینا ابولوفا صاحب فصیحی کی جن کے سامنے فصاحت و بلاغت لونڈی کی طرح ہاتھ باندھی کھڑی رہا کرتی تھی، کہیں تقریر دل پذیر ہو رہی تھی، فصاحت و بلاغت کے موتی لٹا رہے رہتے، بحر تقریر میں موجیں اٹھ رہی تھیں کہ گرداب بلا میں بیان فصیحی الجھا یعنی زبان سحر طراز سے یہ جملہ نکل گیا کہ " کہکشاں کی مانگ کی قسم" اب کیا تھا اقلیم سخن کا تاجور، علم ودانش کا شہنشاہ دفعات تعزیرات اسلامی کے تحت حکم توبہ نافذ

فرماتا ہے۔ سراوج کہکشاں سرنگوں۔

الحمدللہ کہ مجھے ہم کلامی وہم طعامی وہم سفری کا شرف حاصل رہا۔ کچھوچھہ مقدسہ کا واقعہ مفتی عابد صاحب نے اپنے انداز میں بیان فرمایا۔ چند نفری ٹولی کے ساتھ مصروف خدمت تھا۔ دردسر کی وجہ سے طبیعت گراں بار تھی، دل میں سوچا کہ اجازت ملتی تو کسی گوشے میں آرام کرتا۔ خیال آتا تھا کہ آپ نے باصرار اپنے دونوں دست انور سے پکڑ کر صرف مجھے ہی روک دیا اور بڑے ہی کریمانہ و مشفقانہ انداز سے فرمایا کہ آپ بس کیجئے۔ جب بھی یہ واقعہ یاد آجاتا ہے تو دست پرنور کا لمس محسوس کرتا ہوں۔ یہ آپ بیتی ہے، یہ امر واقعہ ہے۔ اب مجھے جادۂ حق سے کون ہٹا سکتا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں میں جس کا چاہے دل روشن کردیتا ہے۔

جہاں بانی سے ہے دشوار تر کار جہاں بینی
جگر خوں ہو تو چشم دل میں ہوتی ہے نظر پیدا

مفتی عابد صاحب کی کتاب ''مفتی اعظم کی استقامت و کرامت'' کو جستہ جستہ دیکھا، نہ جانے کتنی راتوں کی نیند، دن کا آرام تج کر اور کہاں کہاں کی خاک چھان کر موصوف نے ان بکھرے ہوئے موتیوں کو سلک تحریر میں پرودیا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ ان کے قلم میں اور زور، روانی و پختگی عطا فرمائے۔ اور کوئی کوتاہی ہوئی ہو تو معاف فرمائے۔

فجزاہ اللہ جزاء خیرا کثیرا

محمد فضل حق مصباحی

خادم دارالعلوم غوثیہ نظامیہ ذاکر نگر آزاد نگر جمشید پور

۲۲/۶/ ۱۴۲۳ھ مطابق یکم ستمبر ۲۰۰۲ء

# تقدیم

از قلم: حسان زمن خطیب الہند مولینا شمس الدین صاحب ثاقب القادری

صدالمدرسین الجامعۃ الحمیدیہ شکرتالاب بنارس

پیکر رشد و ہدایت مفتی اعظم کی ذات
عامل قرآن وسنت مفتی اعظم کی ذات
اتباع دیں میں ثاقب استقامت کے طفیل
تھی کرامت ہی کرامت مفتی اعظم کی ذات

(ثاقب القادری)

شہزادۂ مجدد اعظم، ہند کے مفتی اعظم، شبیہ غوث اعظم، عارف باللہ، مولانا الشاہ مصطفیٰ رضا خان قادری نوری بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان، سرزمین دنیا پر توفیق الٰہی کا نمونہ تھے۔ یوں تو اس دنیا کو مسافر خانہ بھی کہتے ہیں کہ کتنے آئے اور گئے اور ابن آدم کی آمد و رفت کا یہ سلسلہ صبح قیامت تک جاری و ساری رہے گا مگر بعض شخصیتیں اتنی قدر آور، باکمال اور ہمہ جہت ہوتی ہیں کہ جس رخ سے دیکھا جائے مکمل نظر آتی ہیں اور ان کے اندر مذہبیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے، ایسے افراد مدتوں بعد جنم لیتے ہیں اور اپنے انمٹ نقوش چھوڑ کر مالک حقیقی کے جلوؤں میں گم ہو جاتے ہیں، پھر دیوانگان شوق ان کے نقوش ہستی کو چومتے اور بکھرے ذروں کو سمیٹ کر حریم عقیدت سجاتے ہیں۔

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردوں سے انسان نکلتا ہے

مفتی اعظم ہند کی شخصیت ایسی ہی تھی، گوشہائے حیات کا مطالعہ کرنے سے یہ منکشف ہوتا ہے کہ بحمد اللہ جہاں آپ علوم و معارف کے بحر ذخار تھے وہاں اتباع شریعت

میں عزیمت واستقامت کی اس بلندی پر جلوہ بار تھے جہاں پر ہر ادا کرامت ہی کرامت نظر آتی ہے۔اور جہاں انسان کے وجود سے کاملیت کی مہک محسوس ہوتی ہے۔ایسا کیوں نہ ہو؟مفتی اعظم کی ولادت اورنشو ونما ایک ایسے گھرانے میں ہوئی جو نیکی اور علم وعمل پر استوار تھا آباء واجداد کی نیکیاں اولاد کے لیے سود مند اور نفع بخش ہوتی ہیں۔مفتی اعظم طفولیت سے شباب تک اپنے والد ماجد کی آغوش تربیت میں رہے۔اس تربیت نے آپ کو صلاح و علم،تقوی وطہارت اور عزیمت واستقامت کی مکمل تصویر بنا دیا۔بلاشبہ فضل وکمال کا یہ انمول سرمایہ انہیں مقدس باپ امام احمد رضا خاں محدث بریلوی اور جد امجد فقیہ زماں مولانا نقی علی خاں وقطب زماں مولانا رضا علی خاں علیھم الرحمۃ والرضوان سے ورثہ میں ملا تھا،زیر نظر کتاب ''مفتی اعظم کی استقامت وکرامت'' اسی حقیقت کا ایک آئینہ ہے،جس میں نقوش حیات کے ساتھ ساتھ احکام شرعیہ کے تعلق سے حضور مفتی اعظم کی استقامت کے نمونے اور بفیض استقامت کرامت کے جلوے نظر آتے ہیں۔

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

اس شاہکار کے مؤلف نقیب الاولیاء حضرت مولانا مفتی عابد حسین صاحب قادری،نوری، مصباحی زید مجدہ وحبہ.جماعت اہل سنت کے باکمال،بااخلاق،باوضع،باکردار،باشرع اور بافیض عالم دین ہیں۔سرحد ہندونیپال سے متصل مردم خیز سنیت انگیز قصبہ لوکہا (ضلع مدھوبنی بہار) کے ایک متمول اور دین دار گھرانے میں ۱۹۶۵ء میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم اپنے والد معظم شیر سنیت حضرت مولانا الحاج محمد یونس قادری رضوی حامدی (علیہ الرحمہ) سے پائی۔پھر دو سال جامعہ شمس العلوم گھوسی اور چھ سال عربی یونیورسٹی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور میں رہ کر وقت کے مایہ ناز وجلیل القدر اساتذہ کی درس گاہوں سے علمی خوشہ چینی کی۔ذہانت وفطانت کے ساتھ کتب دوستی نے جماعت میں ممتاز کر دیا اور اپنے اساتذہ ومعاصرین کی آنکھوں کے تارے بن گئے۔دوران طالب علمی ہی میں روحانیت کی طلب میں مرشد وشیخ کے متلاشی ہوئے اور تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند رضی

المولیٰ عنہ وعنابہ کے اسیر ہوگئے، امین شریعت علامہ سبطین رضا خاں بریلوی سے خلافت واجازت عطا ہوئی۔ شمس العلماء حضرت مفتی نظام الدین صاحب الہ آبادی سے اجازت حدیث پائی ، فقیہ العصر مفتی شریف الحق امجدی (علیہ الرحمہ) نے اجازت افتاء وحدیث سے نوازا، اور محدث کبیر علامہ ضیاالمصطفیٰ صاحب قادری صاحب نے اجازت فقہ سے سرفراز فرمایا جبکہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ بخاری شریف آپ ہی سے پڑھی۔ جامعہ اشرفیہ سے فراغت کے بعد اساتذہ کے ایماء پر مناظر اہل سنت علامہ ارشد القادری صاحب کے جامعہ فیض العلوم جمشید پور ٹاٹا میں بحیثیت استاذ تشریف فرما ہوئے۔ امتداد زمانہ کے ساتھ ذمہ داریاں بڑھتی رہیں اور آج اسی ادارے میں مسند نشیں ہوکر ایک ذمہ دار مفتی وشیخ الحدیث کی حیثیت سے طالبان علوم دینیہ اور عوام الناس کو مستفیض فرمارہے ہیں۔

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر شخص کے نصیب میں دار ورسن کہاں

حضرت مفتی صاحب سے میرا لگاؤ عقیدت کی حد تک ہے۔ شاید ایک خاص وجہ یہ ہو کہ میں ضلع مدھوبنی میں جس قصبہ کا رہنے والا ہوں وہاں بحمدہ تعالیٰ علماء خصوصاً قدیم و جدید مصباحی برادران کی ایک ٹیم ہے اور ان سب میں متفقہ طور پر حضرت مفتی صاحب علمی لیاقت کے ساتھ ساتھ اخلاقیات اور حزم واتقا میں بے مثال نظر آتے ہیں۔ فقیر ان کی علمی صلاحیت اور فنی کمال سے زیادہ ان کے اخلاص واخلاق سے متاثر ہے۔ بلاشبہ ان میں گونا گوں خوبیوں کے باوجود ایسی ہر دلعزیز متانت وسنجیدگی اور مروت وملنساری کسی مرد خدا کے التفات کا فیضان اور پروردگار کا خاص عطیہ ہے، پہلے تو حضرت موصوف نے اس کتاب کا ذکر کیا تو ان کی تدریسی مصروف زندگی میں توفیق الٰہی کا یہ کرشمہ دیکھ کر طبیعت پھڑک اٹھی، اور پھر تقدیم کی صورت میں جب مجھے اپنے تاثرات رقم کرنے کا مطالبہ فرمایا تو اپنی بے بساطی پر ندامت سی محسوس ہونے لگی کیونکہ جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے ایام تعلیم میں جو شوق تحریر ابھرا تھا اور جس کی سرفرازیوں میں۔ ''عصر حاضر کا چیلنج اور اس کا مقابلہ، تذکرہ شمس

المشائخ ،کلام نوری میں کلام رضا کا انعکاس ،اور یاد حبیب'' جیسی کتابیں (جس میں بعض غیر مطبوعہ ہیں ) تیار ہوئیں۔ افسوس !اب وہ ذوق ،تدریسی مصروفیات اور تقریری اسفار میں دب کر رہ گیا ہے،لیکن یہاں حاکم اور محکوم بہ دونوں ہی میرے لیے قابل احترام تھے۔ اس لیے نصیبے کی ارجمندی سمجھ کر میں نے قبول کر لیا۔اور ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں اپنے احساسات سپرد قرطاس کر دیے،اپنی بے بضاعتی کی وجہ سے کتاب بالاستیعاب مطالعہ تو نہ کر سکا البتہ سرسری مطالعہ سے اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ کتاب کی ترتیب میں حضرت مفتی صاحب نے وسعت مطالعہ وعرق ریزی سے مضامین کی فراہمی میں کامیاب ولا جواب کوشش فرمائی ہے۔کیونکہ مفتی اعظم کی استقامت وکرامت کے تعلق سے اجتماعی ذخیرے کی شکل میں اب تک کوئی کتاب میری نظر سے نہیں گذری۔عرفانی ونورانی طرز حیات کے اجالوں سے اپنے دل ودماغ کو جگمگانے کیلیے ورق الٹیے اور ایک سچے عاشق رسول کی نوری حیات میں کھو جائیے۔دعا ہے کہ رب قدیر حضرت موصوف کی حیات اور اوقات میں برکتیں عطا فرمائے اور مزید قلمی کارنامے انجام دیتے رہنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

یارب ہرا بھرا رہے داغ جگر کا باغ
ہر مہ مہ بہار رہو ہر سال سال گل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# تاثر گرامی

از رشحات قلم عمدۃ الحفاظ فخر القراء فاضل جلیل حضرت مولانا حافظ افضل حسین صاحب مصباحی ایم، اے، مگدھ یورنیورسٹی، گیا

تمام حمد وثنا اس پاک رب العزت کے لیے جس نے ہم انسانوں کو قسم قسم کے انعامات سے سرفراز فرمایا۔ اور ہدایت و بزرگی سے سرفراز کرنے کے لیے انبیاء ومرسلین کا مقدس گروہ اتارا۔ پھر اولیاء کرام اور علماء عظام کو جلوہ گر فرما کر ان کے فیوض وبرکات سے دلوں کی دنیا کو آباد کیا۔ اس فرش گیتی پر ایک سے ایک برگزیدہ ہستی آتی رہی اور رشد وہدایت کا چراغ روشن کر گئی، ڈوبی نبضیں چھڑائیں۔ انسان کو انسانیت کے آداب سکھائے اور کامیابی کی ڈگر پر لا کر ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئے، مگر ہم کو یونہی بے یار ومددگار نہ چھوڑا بلکہ جاتے جاتے اپنا نائب ضرور چھوڑا۔ انھیں نائبین میں ماہتاب علم وفن، تاجدار اہل سنت، رہبر شریعت، آفتاب ولایت، نائب غوث اعظم، حضور مفتی اعظم کی ذات گرامی ہے۔

تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند چودھویں صدی ہجری کے عشرہ اول میں اس خاک دان گیتی پر جلوہ گر ہوئے اور پندرہویں صدی کے اوائل میں دار فانی کو خیر باد کہا۔ اپنی عمر کے بانوے سال تک قلوب انسانی کو جلا بخشتے رہے، اپنی زندگی کا لمحہ لمحہ عبادت خدا، اطاعت مصطفیٰ اور خدمت ملت بیضا میں صرف کیا۔ گم گشتگان راہ کو راہ راست پر لایا۔ اور مردہ دلوں کو زندگی بخشی۔ انہوں نے فتویٰ نویسی اور بیعت وارادت کے ذریعہ رشد وہدایت اور خدمت خلق کے تعلق سے وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں جنہیں رہتی دنیا تک بھلایا نہیں جاسکتا۔ آپ محبوبیت عظمیٰ کے درجہ پر فائز تھے۔ جس کی کارفرمائی یہ

ہوئی کہ لوگ آپ کی محبت میں وارفتہ ہوتے چلے گئے۔انسانوں کا امنڈتا ہوا سیلاب آپ کی طرف بڑھتا رہا،آپ کو مقبولیت عامہ حاصل ہوئی اور آپ کی خدمات جلیلہ ومساعی جمیلہ کو خوب سراہا گیا۔

حضور مفتی اعظم ہند نے بھٹکتے مسافروں کی راہ یابی کے لیے بہت سارے انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔جن پر عمل پیرا ہو کر انسان منزل مقصود سے بآسانی ہمکنار ہو سکتا ہے۔لیکن رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چل کر سنتوں کی دلکشی ذہن وفکر میں اتارنے اور اپنے زور کرامت سے دین اسلام کی صداقت وحقانیت کو دلوں تک منتقل کرنے میں وہ اپنی مثال آپ تھے۔آپ اتباع رسول میں استقامت علی الشریعت کا پیکر نور بنکر جلوہ گر رہے۔اور آسمان ولایت پر کرامات کا نیّرِ درخشاں بنکر چمکتے رہے۔

آپ کی حیات طیبہ کے انہیں دو اہم گوشوں کو زیر نظر کتاب ''مفتی اعظم کی استقامت وکرامت'' میں اجاگر کیا گیا ہے۔استقامت فی الدین کا ایسا جوہر آپ کے اندر نمایاں تھا کہ شریعت مصطفیٰ پر آخر دم تک سختی سے کار بند رہے۔اس سے سرمو نہ پھرے۔ واجبات تو واجبات سنن ومستحبات کو بھی ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ساری زندگی منہیات سے بچتے رہے اور اوامر الٰہی بجا لانے میں مشغول رہے۔سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی استقامت فی الدین سے آراستہ صحبت بابرکت سے حاصل شدہ فیضان کا اعتراف کرتے ہوئے خود ''الملفوظ'' کے دیباچہ میں رقمطراز ہیں۔

'اس صحبت کی برکت نے (مجھے) انسان کر دیا،اس زمانے میں کہ آزادی کی تند ہوا چل رہی ہے۔کیا عجب تھا کہ میں غریب بھی اس باد صرصر کے تیز جھونکوں سے جہاں صدہا بئس المصیر پہنچے، وہیں جا رہتا مگر اپنے مولی کے قرباں جس کی نظر عنایت نے پکا مسلمان بنا دیا۔ والحمد للہ علی ذالک۔اب نہ وہ خودی جو بیخود بنائے تھی نہ وہ مدہوشی جو بے ہوش کیے تھی۔نہ وہ جوانی کی امنگ نہ کسی قسم کی اور کوئی ترنگ''۔

پھر چند سطر بعد فرماتے ہیں۔

''غرض میری جان ان پاک قدموں پر قربان، جب سے یہ قدم پکڑے، آنکھیں کھلیں، اچھے برے کی تمیز ہوئی اپنا نفع وزیاں سوجھا، منہیات سے تابمقدور احتراز کیا اور اوامر کی بجا آوری میں مشغول ہوا۔''

کیا سمجھا آپ نے! دیدۂ دل کھولیے اور دیکھیے، آج شاید ہی آپ کو کوئی ایسا انسان ملے گا جسے اپنے ایمان وعمل پر اس قدر وثوق ہو اور دعوے سے یہ کہہ سکتا ہو کہ میں کامل وپکا مسلمان ہوں، تمام منہیات سے حتی المقدور بچتا ہوں اور تمام اوامر کو بجالاتا ہوں کیونکہ اس دور قحط الرجال میں اس مثال کا حامل ہونا سب کے بس کی بات نہیں۔ مگر مفتی اعظم ہند ہیں کہ تحدیث نعمت کے طور پر حقیقت واقعیہ کا برملا اظہار کر رہے ہیں اور یہ انہیں زیب بھی دیتا ہے۔ ثبوت کے طور پر قدرت نے آپ کے مومن کامل ہونے پر کرامت کی مہر بھی لگا دی تھی اور اتنی کثیر تعداد میں آپ سے کرامات کی جلوہ سامانیاں ہوئیں کہ آپ کے دور میں کسی اور کے تعلق سے نہ سنی گئیں۔ مفتی اعظم کی استقامت فی الدین اور کرامات کو کتاب ہذا میں بیشمار شواہد وامثال سے ثابت کیا گیا ہے، جنکو زیب نظر کرنے کے بعد یہ فیصلہ کرتے دیر نہیں لگتی ہے کہ حضور مفتی اعظم ہند فقیہ اعظم اور مفتی اعظم ہی نہ تھے بلکہ زبردست صاحب فضیلت وکرامت اور صاحب تقوی وطہارت بھی تھے جس کا شہرہ چہار دانگ عالم میں تھا، کل بھی تھا اور آج بھی ہے، اور صبح قیامت تک رہے گا۔ جن کی ولایت و بزرگی کو عوام سے لے کر علما تک اور علما سے لیکر مشائخ تک نے تسلیم کیا ہے۔ وہ محض شیخ الہند ہی نہ تھے شیخ الکل تھے۔ وہ مظہر غوث اعظم تھے اور مظہریت اتنا زبردست کارفرما تھی کہ صرف انسانوں ہی کے پیر نہ تھے جن کے بھی پیر تھے۔ وہ صرف عوام کے پیر نہ تھے بلکہ خواص کے بھی تھے۔ ان کے گرویدہ عوام سے زیادہ علما تھے علما سے زیادہ پیران طریقت تھے، حضرت مصنف نے بڑی عرق ریزی کے ساتھ ان حقائق کو اس مجموعہ میں اجاگر کر دیا

ہے۔جس کی چاشنی سے پڑھنے کے بعد آپ خود بھی محظوظ ہونگے۔

اس کتاب کے مصنف مفتی عابد حسین مصباحی نوری قادری صاحب میرے سگے چچا ہیں بلکہ رضاعی بھائی بھی۔ہم دونوں کا بچپن اور جوانی ایک ساتھ گزری ہے ہر دکھ درد میں ہم ایک دوسرے کے ساتھ رہے ہیں۔مادر علمی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور میں چھ سال تک ہم دونوں ایک ساتھ رہے۔البتہ وہ مجھ سے ایک درجہ اوپر تھے۔دور طالب علمی ہی سے صاحب وقار وذی صلاحیت شمار کیے جاتے رہے ہیں ہمارے بھی اساتذہ کرام کے درمیان محبوب نظر تھے۔ہر سال الجامعۃ الاشرفیہ میں اپنی جماعت میں اول نمبر سے پاس ہوتے رہے اور علماء ومشائخ کے ہاتھوں انعامات سے نوازے جاتے رہے جس کے سبب طلبہ میں بھی مقبول تھے۔شعبان ۱۹۸۶ء میں انکی مادر علمی سے فراغت ہوئی۔اور اسی سال شوال میں مناظر اہل سنت علامہ ارشد القادری صاحب کی فرمائش اور شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ والرضوان اور استاذ مکرم محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے حکم پر ہندوستان کی عظیم درس گاہ مدرسہ فیض العلوم جمشید پور میں آپ کی تقرری ہوئی۔اور آج سولہ سال سے وہیں خدمت افتا اور خدمت حدیث کا کام انجام دے رہے ہیں۔ہم دونوں نے اپنی ابتدائی تعلیم اپنے دادا مرحوم الحاج مولینا محمد یونس رضوی حامدی قادری سے حاصل کی اور انکی صحبت بافیض سے چچا جان نے بھی حظ وافر پایا اور میں نے بھی۔البتہ جہاں تک میری فہم ناقص کا تعلق ہے تو میں اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ ان کے اندر ذہنی وتعلیمی انقلاب اور ان کی علمی زندگی میں نمایاں فرق حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ کے دامن سے وابستہ ہونے اور ان کے قدموں میں آنے کے بعد ہی ہوا۔ میں ۱۹۷۹ء میں الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور میں جماعت اولیٰ میں تھا حضرت مفتی اعظم قدس سرہ جناب نعمان صاحب کے یہاں مبارکپور تشریف لائے۔چچا صاحب موصوف کو آپ کی تشریف آوری کی بابت معلوم ہوا تو آپ مبارکپور پہونچ کر تاجدار اہل سنت علیہ الرحمہ

سے بیعت ہو گئے پھر جامعہ ہی میں تعلیم حاصل کرنے پر ان کا دل جم گیا تو چند ماہ بعد جامعہ میں داخلہ لے لیا اور تادم فراغت یہیں کے ہو کر رہے، اسی نسبت رضویت اور فیضان قادریت سے متاثر ہو کر اپنے پیر و مرشد کی شان میں یہ سوغات انہوں نے پیش کی ہے جو سنّیوں کے لیے لازوال تحفہ ہے۔ معلومات کا بہترین ذخیرہ بھی ہے اور شریعت مصطفیٰ پر عمل پیرا ہونے والوں کے لیے خوب تر مشعل راہ بھی۔ جس میں دعوت علم بھی موجود ہے اور دعوت عمل بھی۔ دعا ہے مولیٰ عزوجل ان کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور توشۂ آخرت کا سامان بنائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

محمد افضل حسین حبیبی مصباحی

لوکہا مدھوبنی (بہار)

۱۰ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# تاثرات

از: معلّی القاب جناب محمد سلیمان خان صاحب لوکہاباز ارمدھوبنی (بہار)

میں نے کتاب ''مفتی اعظم کی استقامت وکرامت'' کوملاحظہ کیا۔الحمد للہ اسے بہت مفید پایا۔رہبر شریعت،واقف اسرار طریقت سیدی حضور مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا قدس سرہ کے سوانحی خاکہ پر قابل قدر اضافہ ہے۔

مفتی اعظم ہند اس عظیم ہستی کا نام ہے جس نے اپنے پورے وجود کو ذکر الٰہی،عشق رسالت پناہی،خدمت دین اور خدمت خلق میں لگا دیا۔ہزاروں گمراہوں کوراہ راست پر لایا اور لاکھوں ہدایت یافتگان کو مقاصد ومطالب سے ہمکنار کیا۔سب سے پہلے انہوں نے اپنے اعمال صالحہ کی استقامت لوگوں کے سامنے پیش کی پھر اپنی کرامات کے ذریعہ دلوں کو منور کیا۔قریب سے آپ کی زندگی کو دیکھنے اور پڑھنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ سنیوں کے مرکز عقیدت بریلی شریف کی خانقاہ اور مرکزی دارالافتاء کو آپ نے وہ زیب وزینت اور فروغ بخشا کہ امام اہل سنت سیدنا اعلیحضرت قدس سرہ کے جانشین ہونے کی حیثیت سے سجادگی کا حق ادا کر دیا۔اور پوری زندگی اہل سنت و جماعت کے قلوب کی دھڑکن بن کر رہے۔سبھوں کی نگاہ عقیدت آپ ہی کی طرف مرکوز رہی،بلاشبہ آپ کل بھی ہمارے قلوب کی دھڑکن تھے اور آج بھی،کل بھی ہمارے محسن تھے اور آج بھی،آپ کل بھی دلوں کی دنیا آباد کر رہے تھے اور آج بھی،کل بھی ہمارے حاجت روا تھے اور آج بھی،اور صبح قیامت تک رہیں گے اس لیے جو کچھ آپ کی شان میں کہا گیا یا لکھا گیا اس کے آپ واقعۃً مصداق ہیں۔

زیر نظر کتاب ''مفتی اعظم ہند کی استقامت وکرامت'' عزیزم مولانا مفتی عابد حسین مصباحی نوری قادری کی تصنیف جلیل ہے۔اللہ تبارک وتعالی کی نعمت کا شکریہ ادا کرتے ہوئے میں بہت فخر سے کہتا ہوں کہ دولت بے بہا پر مشتمل اس کتاب کے مصنف

میرے ہی گاؤں لوکہا بازار ضلع مدھوبنی بہار کے رہنے والے ہیں۔ ہمارے ہی درمیان یہ پلے بڑھے۔ میں نے ان کا بچپن دیکھا، جوانی دیکھی۔ الحمدللہ! یہ ہمارے بیچ اخلاق وکردار کے لحاظ سے بہت ممتاز واعلیٰ رہے ہیں۔ انہوں نے ایسے ممتاز خاندان میں جنم لیا ہے جونجابت و شرافت کے اعتبار سے بہت ہی اونچا مقام رکھتا ہے۔ ان کے آباء واجداد کو بخوبی جانتا ہوں۔ ان کی امتیازی شان میری نگاہوں کے سامنے ہے۔ ان کے پردادا شیخ حسین بخش مرحوم بہت ہی اچھے اور اونچے خیالات کے انسان تھے۔ رکھ رکھاؤ شاہانہ تھا، ٹھاٹھ باٹھ سے رہتے تھے، حقہ کے بہت عادی تھے۔ کسی کی مجال نہیں کہ ان کے مخصوص حقہ میں منہ لگادے، اس کا تمبا کو بھی مخصوص قسم کا ہوتا تھا، پانچوں وقت کے نمازی تھے، شان استغناء کے مالک تھے۔ کافی زمین رکھتے تھے، اسی سے گزر بسر ہوتا تھا۔ یہ معزز برادری سے تعلق رکھتے تھے، شیخ تھے مگر شجاعت و بہادری کے سبب انگریزوں کی طرف سے خان کا ٹائیٹل ملا تھا۔ درمان خان مرحوم کے والد امین خان عرف ایمن خان مرحوم لوکہا آپ ہی کے خاندان سے تھے۔ لغبو دخان صاحب بھی آپ کے رشتے میں آتے ہیں۔ آپ وطن عزیز گھر ولی (دربھنگہ) کو چھوڑ کر لوکہا میں آباد ہو گئے اور یہاں سے اتنا مانوس ہوئے کہ پھر پلٹ کر وہاں نہ گئے۔

عزیزم موصوف کے دادا شیخ محمد ابراہیم مرحوم (م ۱۹۷۴ء) بھی بہت نیک سرشت کے تھے۔ بہت ہی منکسر المزاج سیدھے سادے انداز میں رہنے والے، تکلف سے بہت دور اور نماز وروزہ کے بہت پابند تھے۔ مسجد رضا لوکہا میں اکثر وہی اذان دیا کرتے تھے۔ بہت ہی صابر وشاکر رہتے۔ ان کے مقبول بارگاہ ہونے کی یہ بیّن دلیل ہے کہ ان کی وفات کو اٹھائیس سال کا عرصہ گزر گیا مگر اب تک ان کی قبر نہ دھنسی، جوں کی توں ہے۔ اسی طرح مرحوم کی زوجہ مرحومہ حنیفہ خاتون (م ۱۹۷۷ء) کی بھی قبر پچیس سال سے یونہی ہے کیوں کہ یہ بھی پابند صوم وصلاۃ تھیں اور ہمارے محلّہ کی عورتوں کو نماز کا طریقہ سکھاتی اور نماز پڑھوایا کرتی تھیں۔

ان حضرات کی نیک نفسی اور دعا ہی کا صلہ کہا جا سکتا ہے کہ گاؤں میں سب سے پہلے عالم اسی خاندان میں الحاج مولانا محمد یونس رضوی کے نام سے پیدا ہوئے اور سب سے

پہلے حافظ بھی مولانا حافظ افضل حسین مصباحی کے نام سے جلوگر ہوئے اور حج وزیارت سے بھی اس گاؤں میں سب سے پہلے حاجی موصوف ہی سرفراز ہوئے، ان کے حج کے موقع پر ۱۹۸۳ء میں حج وزیارت کے تناسب سے کچھ اشعار میں نے بھی لکھ کر ان کی واپسی پر پڑھے تھے۔ اس طرح اس گاؤں میں حجاج کا سلسلہ بھی چل پڑا حتیٰ کہ آپ کے خلف اکبر حاجی عبدالحق صاحب اب تک دو حج کر چکے ہیں۔

عزیزی موصوف کے والد گرامی الحاج مولانا محمد یونس رضوی، قادری، حامدی مرحوم (م ۱۹۹۲ء) کو بھی میں بہت قریب سے جانتا ہوں وہ میرے درسی رفیق تھے۔ عالم نبیل فاضل جلیل حضرت مولانا اسحاق علیہ الرحمۃ والرضوان کے پاس ہم دونوں ساتھ پڑھتے تھے مگر خوش قسمتی سے وہ منظر اسلام بریلی شریف وغیرہ چلے گئے اور بقیہ تعلیم کی تکمیل کی۔ خوش الحانی کے ساتھ قراءت کرنے میں وہ اپنی مثال آپ تھے۔ جس وقت وہ فارغ ہو کر آئے اور اپنے علمی فیضان سے قلوب انسانی کو منور کرنے لگے تو آپ کی تقریر سننے کے لیے ایک بھیڑ جمع ہو جاتی تھی، قراءت اتنے اچھوتے انداز میں کرتے تھے کہ چلتا مسافر رک جاتا تھا۔ بچے جوان بوڑھے سب کے سب محو حیرت ہو جایا کرتے تھے۔ یہ وہ وقت تھا کہ استاذی مولانا اسحاق علیہ الرحمہ کے علاوہ اس گاؤں یا علاقہ میں علما کا دور دور تک نام و نشان نہ تھا جبکہ دیو بندیوں اور غیر مقلدوں کا سخت یلغار تھا۔ اس کے نتیجے میں مولانا موصوف کو کئی مناظرے بھی کرنے پڑے۔ یکہتہ کا مولوی ممتاز دیو بند سے فارغ ہو کر آیا تو اس نے بدمذہبیت کی زہر افشانی بہت زور وشور سے شروع کر دی۔ اس خباثت پسند سے بھی آپ نے مناظرہ کیا اور اسے شکست فاش دی۔ اسی طرح آج سے ستائیس سال قبل ایک مرتبہ رام پرشاد کی اس بلڈنگ میں مولوی ممتاز سے آپ کا مناظرہ ہوا جہاں پہلے ہسپتال تھا اور اسے اور اس کے ہمنوا ابدرالدین مکھیا گیدر گنج کو ناکوں چنا چبانا پڑا۔ یہ آخری اور فیصلہ کن مناظرہ تھا اس کے بعد پھر کبھی علاقے کے دیو بندی اور غیر مقلد سر نہ اٹھا سکے آپ کے اندر صلابت دینی، طلاقت لسانی، اور زور بیانی بدرجہ اتم تھی اس لیے استاذ الاساتذہ حضرت مولانا اسحاق صاحب مرحوم آپ کو بہت چاہتے تھے اور خود ایک بزرگ و متبحر عالم ہونے کے

باوجود آپ کو مناظرہ کے لیے آگے بڑھاتے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت مولانا مرحوم کا ایک دیوبندی مولوی سے مناظرہ ٹھن گیا۔ وقت مقررہ پر آپ نے مناظر کی حیثیت سے اپنے شاگرد رشید مولانا محمد یونس رضوی ہی کو پیش کیا۔ موصوف نے مسلک اہل سنت کے اثبات اور دیوبندیت کے ابطال میں دلائل کا انبار لگا دیا کہ اس دیوبندی کو منہ کی کھانی پڑی۔ میلاد خوانی اور تبلیغ دین کے لیے گاؤں گاؤں آپ گشت فرماتے تھے اور ادھر بھی بد مذہبوں سے آپ کا سابقہ پڑتا تھا بسا اوقات مناظرے میں کافی کتابوں کے ساتھ حاضر ہوتے تھے کتب برداری کا کام آپ کے مخصوص تلامذہ کے ذمہ تھا جن میں الحاج عبدالحق رضوی کا نام سرفہرست ہے۔ اس طرح دیوبندیت کی آگ سے ہمارا گاؤں الحمدللہ محفوظ رہ گیا اور آج بھی بد مذہبوں کی یہاں دال نہیں گلتی ہے۔ بلفضلہ تعالیٰ اس قصبہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ یہاں اٹھارہ علماء وحفاظ ہیں اور جو جہاں ہے علم وفن وشہرت کا آفتاب وماہتاب بن کر چمک رہا ہے اور شاید ہی ان میں سے کوئی ایسا ہو جو بلاواسطہ یا بالواسطہ مولانا موصوف کا شاگرد نہ ہو۔ اس تناظر میں لوکہا، اس کے مضافات اور مشرقی نیپال کے سنوارنے میں ان کا اہم کردار رہا ہے اور اس خصوص میں بھی مولانا موصوف ممتاز رہے ہیں کہ نیپال ترائی میں کچھ لوگ مسلمان بھی کہلاتے تھے اور گھروں میں بت بھی رکھے ہوئے تھے اور مخصوص وقتوں میں ان کی پوجا پاٹ اس سے استمداد کرتے تھے۔ موصوف ان علاقوں کا دورہ کرتے اور ان بتوں کو گھروں سے نکلوا کر تجدید ایمان کرواتے تھے۔

اسی عالم جلیل فاضل نبیل کے چشم وچراغ ہیں عزیزم مولانا عابد حسین مصباحی۔ یہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور میں چھ سال زیر تعلیم رہے۔ اور اب سولہ سال سے مشرقی ہند کی مرکزی درسگاہ جامعہ فیض العلوم جمشید پور میں علمی فیضان بانٹ رہے ہیں۔ آج موصوف نے اس گرانقدر کتاب کو لکھ کر میرا اور اہل محلّہ کا سر اونچا کر دیا ہے۔ اللہ ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین آمین آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وآلہ اجمعین۔ فقط

محمد سلیمان خان۔ لوکہا۔ مدھوبنی

تاریخ ۱۳/۳/۲۰۰۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# تاثر گرامی

ازقلم: استاذ العلما ادیب شہیر حضرت مولانا نصیر احمد صاحب
استاذ مدرسہ فیض العلوم جمشید پور

غوث زمن، تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند سیدنا الشاہ مصطفیٰ رضا خاں بریلوی قدس سرہ ایسے متبع شریعت وصاحب کشف وکرامت ولی کامل گذرے ہیں جن کے تقوی وطہارت اور ولایت وبزرگی کی عطر بیز خوشبوئیں ان کی ظاہری زندگی ہی سے دور دور تک پھیلی ہوئی ہیں۔ ہر گھر میں ان کا ذکر، ہر زبان پر ان کا تذکرہ، ہر دل میں ان کی یاد کل بھی تھی اور آج بھی ہے۔ان کے فیضان نظر سے لاکھوں نہیں کروڑوں افراد ملت فیضیاب ہوئے اور ہور ہے ہیں۔آپ جس دور میں جلوہ فگن تھے وہ کوئی قحط الرجال کا دور نہ تھا بڑے بڑے علماء ومشائخ کا دور تھا۔مگر ان سب میں آپ چاند کی حیثیت رکھتے تھے باقی سارے سیارے گرد قمر گردش کرر ہے تھے سبھوں نے آپ ہی کو اپنا ماویٰ وملجاو پیشوئی جانا اور متفقہ طور پر تاجدار اہل سنت، غوث زمن، شبیہ غوث اعظم جانشین اعلیحضر ت اور مفتی اعظم مانا۔آپ کے فتوی کو حتمی اور آپ کے فیصلے کو آخری فیصلہ قرار دیا۔عشق رسالت اور اتباع شریعت میں آپ کندن ہو گئے تھے جس کے جلوے کرامتوں کی شکل میں آئے دن آپ سے معرض وجود میں آتے رہتے تھے۔

زیر نظر کتاب اسم بامسمیٰ ہے جس میں حضور مفتی اعظم ہند کی حیات کے صرف دو پہلوؤں کو معرض تحریر میں لایا گیا ہے۔ ایک استقامت علی الشریعت اور دوسرے کرامت۔اور دونوں پہلوؤں سے متعلق بعض مضامین رسالوں میں چھپ چکے ہیں مگر اس کا ایک بڑا حصہ وہ ہے جو اب تک صفحۂ قرطاس کی زینت نہ بن سکا تھا اسے اس کتاب میں

دیکھا جاسکتا ہے۔ میں مقتدائے ملت حضرت مولانا مفتی محمد عابد حسین صاحب قبلہ مصباحی نوری قادری خلیفۂ حضرت علامہ سبطین رضا خاں بریلوی کی تصنیف ہذا کے سلسلے میں محنت و مشقت، کدو کاوش اور عرق ریزی کی داد دیتا ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالی انہیں ان کی محنتوں کا دونوں جہاں میں بہترین صلہ عطا فرمائے۔

اس کتاب کی ترتیب دینے کے بعد سب سے پہلے موصوف نے نظر ثانی کے لیے میرے حوالے کیا۔ میں نے الحمد للہ اسے بغور پڑا۔ اور جہاں اصلاح کی ضرورت تھی کر دی ہے۔ ماشاء اللہ میں نے اسے بہت عمدہ پایا، حق تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل اسے قبول عوام وخواص کرے اور موصوف کے لیے ذخیرۂ دنیا و عقبیٰ بنائے۔

نصیر احمد قادری

خادم شعبۂ تدریس مدرسہ فیض العلوم جمشید پور

۱۵ رجب المرجب ۲۳ھ

مطابق ۲۰۰۲/۹/۲۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# انتساب

اپنے تمام

پیران عظام و محسنین فخام اور اساتذۂ کرام

کے نام!

جن کے فیضان کرم نے مجھ جیسے بے بضاعت کو سیدی و مرشدی مفتی اعظم محمد مصطفیٰ رضا خاں نوری بریلوی قدس سرہ کی بارگاہ اقدس میں خراج عقیدت پیش کرنے کے لائق بنایا۔ **خصوصاً**

(۱) محبوب سبحانی قطب ربانی سیدنا الشیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالی عنہ

(۲) امام اہل سنت اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا خاں محدث بریلوی قدس سرہ

(۳) سید المشائخ سیدنا ابو الحسین احمد نوری مارہروی قدس سرہ

(۴) فقیہ اعظم حضرت علامہ اختر رضا خاں ازہری میاں قبلہ بریلی شریف

(۵) شبیہ مفتی اعظم امین شریعت علامہ سبطین رضا خاں قبلہ بریلوی

(٦) استاذ الاساتذہ حضرت علامہ حافظ عبد الشکور صاحب، الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

(۷) محقق عصر استاذ گرامی حضرت مفتی نظام الدین صاحب، الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

(۸) والد گرامی الحاج مولانا محمد یونس رضوی حامدی علیہ الرحمہ، لوکہا، مدھوبنی

محمد عابد حسین مصباحی نوری قادری

خادم مدرسہ فیض العلوم

دھتکی ڈیہہ جمشید پور (جھارکھنڈ)

فون نمبر 2228277

# پیش لفظ

(۱) تاجدار اہل سنت سیدنا حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کا مجھ حقیر پر احسان عظیم ہے کہ انہوں نے ۱۹۷۹ء میں بیعت و ارادت کے شرف سے نواز کر اپنے غلاموں میں شامل کرلیا اور جام محبت ایسا پلایا کہ طالبان علوم کے اسباق کا کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جس میں آپ کا نام نامی اسم گرامی کے ذکر یا آپ کے حوالے سے دعوت علم وعمل سے متعلق کسی عطر بیز واقعہ کے ذکر سے مشام جاں کو معطر نہ کرتا ہوں گا۔آپ کے ذکر میں میں اپنے طور پر روح کی بالیدگی، قلب کا سرور اور آنکھوں کی ٹھنڈک محسوس کرتا ہوں اور اس میں لذت و چاشنی اور کیف ولطف پاتا ہوں......نسبت قادریت و رضویت کا والہانہ عشق و محبت کارفرما رہا۔اور یہ تمنا اور آرزو ایک زمانے تک مچلتی رہی کہ اپنے پیرو مرشد کے حالات زندگی کو قید تحریر میں لاکر آپ کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرنے کی سعادت حاصل کروں اور آپ کے ثناخوانوں میں اپنا چہرہ لکھوالوں۔

اس جذبۂ دروں نے کئی مرتبہ جھنجھوڑا مگر مصروفیات آڑے آتی رہیں ۔ بالآخر شہنشاہ بغداد پیران پیر، روشن ضمیر، حضرت دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نگاہ کرم نے مساعدت کی اور اس کام کے لیے کمربستہ ہوگیا۔ پھر القا ہوا کہ ایسے موضوع پر قلم اٹھاؤں جواب تک تشنہ لب ہے۔ چنانچہ ایک رمضان المبارک کی تعطیل میں یکسو ہو کر بیٹھ گیا اور ایک ایسے عنوان کی طرف عنان قلم کو جنبش دیا جو ایک طرف مرشدی مفتی اعظم قدس سرہ کی زندگی کے مختلف گوشے کو اجاگر کرتا ہے تو دوسری طرف سنت رسول پر استقامت برتنے اور علم وعمل کے راستے پر لا کھڑا کرنے میں مینارۂ نور کا کام کرتا ہے۔اب دیکھنا یہ ہے کہ میں اپنی کاوش میں کہاں تک کامیاب ہوسکا ہوں اور اسلامی برادران اس کو زیب نظر کرکے کس قدر اس

سے فیضیاب ہونے کی سعادت حاصل کرتے ہیں، اس کا فیصلہ آپ کے ذمہ چھوڑتا ہوں البتہ مجھے بھرپور احساس ہے کہ بار بار نظر ڈالنے کے باوجود کتاب ہذا میں کسی جہت سے کچھ نہ کچھ غلطی رہ ہی جائیگی، اس لیے قارئین کرام سے گذارش ہے کہ جہاں کہیں خامی پائیں فوراً مطلع کریں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کردی جائے۔

(۲) میں بے حد ممنون ہوں اپنے استاذ گرامی محقق عصر الحاج مفتی محمد نظام الدین رضوی صاحب قبلہ الجامعۃ الاشرفیہ کا کہ بے پناہ مصروفیات کے باوجود اپنے شیخ ومرشد سے محبت کا ثبوت دیتے ہوئے حضرت نے کتاب ہذا پر نظر ثانی فرما کر خادم کی ہمت افزائی فرمائی......اور بہت سارے مقام پر اصلاحات فرما کر کتاب کو وقیع اور قابل قدر بنادیا ہے۔نظر ثانی کے بعد ایک خط میں آپ رقمطراز ہیں:۔

”شروع میں آپ کی کتاب کے ۶۰ صفحات سے زیادہ کا مطالعہ کیا ایک صحیح اندازہ ہونے پر پھر ورق گردانی اور عناوین اور قدرے ضروری مضامین کے پڑھنے پر اکتفا کیا جہاں کہیں مجھے خامی محسوس ہوئی اپنے طور پر درست کردیا ہے“۔

”مجموعی اعتبار سے آپ کی یہ کتاب پسند آئی۔ ماشاء اللہ آپ نے اس موضوع پر کافی محنت اور مطالعہ کے ساتھ مواد کو فراہم کیا ہے اور آپ اپنی اس کاوش میں کامیاب بھی ہیں“۔”خدائے پاک آپ سے مزید خدمات جلیلہ متقبولہ لے۔آمین“

(۳) بندہ اپنے کن کن کرم فرماؤں کا شکریہ ادا کرے۔ اللہ درجات بلند فرمائے حضرت مولانا نصیر احمد صاحب استاذ مدرسہ فیض العلوم جمشید پور، گرامی وقار حافظ وقاری حضرت مولانا قاری فضل حق صاحب بانی ومہتمم مدرسہ غوثیہ نظامیہ جمشید پور، فخر القراء خطیب الہند حضرت مولانا شمس الدین صاحب ثاقب القادری صدر المدرسین مدرسہ حمیدیہ شکر تالاب بنارس، عمدۃ الحفاظ حضرت مولانا حافظ افضل حسین صاحب حبیبی مصباحی لوکہا

مدھوبنی کا کہ ان حضرات نے ازراہ شفقت اپنے قیمتی لمحات کو لگا کر اپنے تبصرہ یا تاثرات قلمبند فرما کر نوازشات سے کام لیا ہے۔ نیز قدیم کرم فرما چچا محمد سلیمان خانصاحب نے تفصیلی تاثرات لکھوا کر اور میرے حوالے کر کے ہمت افزائی فرمائی ہے۔

(۴) میں ممنون ہوں محبّ مکرم برادرم مولوی محمد شعیب رضا خان فیضی لوکہا مدھوبنی (کمپیوٹر آپریٹر روزنامہ "ہمارا عوام" حیدر آباد) حافظ و قاری محمد حیات عالم لوکہا مدھوبنی، حسان الہند جناب شاہد فیضی صاحب، مولانا متاع الدین صاحب فیضی امام مسجد بلانی، مولانا ناظر حسین صاحب فیضی خطیب جامع مسجد بلانی اڑیسہ، محبّ گرامی قاری جمیل صاحب امام جامع مسجد بڑبل اڑیسہ، مولانا عین الحق صاحب فیضی کادوانی اڑیسہ، کا بھی کہ ان حضرات نے حقیر کا کافی تعاون کیا۔ دعا ہے کہ باری تعالیٰ دنیا و آخرت میں سرخروئی عطا فرمائے آمین۔

محمد عابد حسین مصباحی نوری قادری
خادم مدرسہ فیض العلوم
دھتکی ڈیہہ جمشید پور (جھارکھنڈ)

## بسم اللہ الرحمن الرحیم

# حقائق بینی

**الحمد لولیه والصلواۃ و السلام علی نبیه و جمیع آله و اصحابه**

تاجدار اہل سنت شہنشاہ اقلیم معرفت، جبل استقامت، شہزادۂ اعلیٰ حضرت سیدی مرشدی حضور مفتی اعظم ہند مولانا محمد مصطفیٰ رضا خان نوری بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی شخصیت سے پاک و ہند ہی نہیں، عالم اسلام کا ہر ذی شعور فرد واقف ہے۔ کل آپ کی حیات میں آپ کے علم و فضل اور کمال حزم و اتقاء سے ایک عالم روشن و مستنیر ہوا اور آج آپ کی تصنیفی و روحانی یادگار سے فیضیاب ہو رہا ہے...... اگر یہ کہا جائے کہ حصول اطمینان قلب کے لیے ظہور کرامت کا بڑا دخل ہے، تو اس میں کوئی شک نہیں کہ مفتی اعظم نے استقامت اور اپنی خداداد قوت و کرامت دکھا کر لاکھوں گم گشتگان راہ کو راہ راست دکھایا، غیر مسلموں کو مسلمان بنایا اور بے شمار بد مذہبوں کو توبہ کرا کے آغوش سنیت میں داخل کیا۔

آپ کے برگزیدہ ولی اور عارف باللہ ہونے کے لیے یہی کافی تھا کہ آپ پوری زندگی شریعت مطہرہ کا پیکر استقامت بن کے رہے اور صوفیائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کا فرمان ہے، "الاستقامۃُ فَوْقَ الْکَرَامَۃِ" (استقامت کرامت سے بڑھ کر ہے)

تاہم ولایت کی وہ مہر بھی آپ کے ساتھ رہی جو ظاہر بین نظروں کو تسکین و اطمینان قلب کا سامان فراہم کرتی ہے یعنی کرامت۔

بلفظ دیگر یوں کہیے کہ یہاں استقامت وکرامت دونوں کا امتزاج پایا جاتا ہے۔

ع۔ اے خضر مجمع بحرین ہے چشمہ تیرا

گو کہ حضور مفتی اعظم کی ذات ستودہ ہمہ گیر، ہمہ جہت اور ہر وصف فضل و کمال میں تاریخ ساز ہے۔ لیکن آنے والے صفحات میں آپ کے صرف دو اوصاف کمال سے

گفتگو کی جائے گی۔

ایک اتباع شریعت، دوسرے کرامات و خوارق عادات تا کہ آپ کی ظاہری زندگی میں ولایت و بزرگی سے اکتساب فیض کرنے والے پردہ فرمانے کے بعد بھی آپ کے علم و عمل اور استقامت و کرامت کو اپنے لیے مشعل راہ بنائیں۔

جلالۃ العلم، استاذ العلماء، حضور حافظ ملت مولینا الشاہ عبدالعزیز صاحب محدث مبارکپوری فرماتے ہیں۔

''اپنے شہر میں کسی کو عزت اور مقبولیت نہیں ملتی ہے۔لیکن حضور مفتی اعظم ہند کو اپنے شہر میں جو عزت و مقبولیت حاصل ہے اس کی مثال کہیں نہیں ملتی اور ان کی کرامت، ولایت کی یہ کھلی دلیل ہے'' ...... ''جس کو زندہ ولی دیکھنا ہو وہ حضور مفتی اعظم ہند کو دیکھ لے، جن کو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے بچپن میں ارشاد فرمایا کہ یہ میرا بچہ ولی ہے۔لہٰذا میرا عقیدہ ہے کہ مفتی اعظم ولی ہیں'' ''حضور مفتی اعظم شہنشاہ ہیں، شہنشاہ''

جس برگزیدہ ہستی کی بات دنیا سے منوانے کے لیے محدث اعظم سید محمد میاں کچھوچھوی جیسے محتاطین یوں خامہ فرسائی کر رہے ہیں۔

''یہ ایک ایسے لائق اطاعت عالم دین ہیں جن کی اتباع و پیروی ہمارے اوپر واجب و ضروری ہے'' (**ھذاحکم العالم المطاع و ما علینا الا الاتباع**)

وہ ستودہ صفات جس کے تقویٰ و طہارت، کرامت و بزرگی کا اعتراف کرتے ہوئے اجمیر مقدس کے چشم و چراغ عاشق خواجہ شاہ عبدالحق چشتی اپنے عقیدت کیش کو حکم دے رہے ہیں۔

''مرید ہونا ہے تو مفتی اعظم سے مرید ہونا۔سیادت اپنی جگہ ہے مگر تقویٰ میں ان کا کوئی ہم پلہ نہیں''۔

وہ قدسی صفات جس کے تقویٰ و کرامت کا اعتراف کرتے ہوئے ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد (پاکستان) بھی بول پڑے:

''مفتی صاحب ،صاحب فضیلت ،کرامت ،اور صاحب تقوی تھے فتوی اور تقوی کا یکجا ملنا فی زمانہ نادر نظر آتا ہے( مگر یہاں دونوں مجتمع )''۔

ڈھونڈتے ڈھونڈتے اس دہر میں تھک جاؤ گے

ایسا مرشد نہ زمانہ میں کہیں پاؤ گے

آیئے کچھ لمحے اسی عالم مطاع وصاحب تقوی وطہارت کی حیات طیبہ کے اہم گوشے پر ایک نظر ڈال کر اپنے دیدۂ وقلب کو جلا بخشیں اور آخرت کا سامان فراہم کریں۔

## مفتی اعظم کی ولادت باسعادت

سرزمین بریلی اس اعتبار سے بہت مسعود ومتبرک اور فیض رساں مقام ہے کہ اس کے سینے سے وقت کے ایک سے ایک اللہ کے ولی کامل ،مصنف ،ادیب ،شاعر اور تاریخ ساز شخصیتیں جلوہ گر ہوئیں جنہوں نے ایک طرف دنیا کو علم وادب اور فکر وفن کا خزینۂ بے بہا دیا ہے تو دوسری طرف اپنی بزرگی ،تقوی وطہارت ،علم وآگہی ،خداداد کرامتوں اور حیرت میں ڈال دینے والی صلاحیتوں سے قلوب انسانی میں نور ایمان کی جوت جگائی اور گم گشتگان راہ کو ہدایت کے راستے پر لا کھڑا کیا۔نیاز بریلوی ،قطب زمن مولٰینا رضا علی خان، متقی دوراں مولانا مفتی نقی علی خاں ،مجدد اعظم اعلی حضرت امام احمد رضا، استاذ زمن شاعر اسلام مولٰینا حسن رضا خاں ،عارف باللہ حضرت شاہ دانا وغیر ہم قدست اسرارہم اسی مقدس زمین کی پیداوار ہیں جو زمین کے نیچے رہ کر بھی زمین کے اوپر والوں پر اپنی فیض بخشیوں کا سلسلہ رواں دواں رکھے ہوئے ہیں اور اس زمین کی اب بھی یہ خصوصیت برقرار ہے کہ اسلام کے جیالے اور باکمال افراد کو اگل رہی ہے۔

فضل وکمال اور رشد وہدایت کے اس نورانی قافلے کے ساتھ ہی تاریخ اس صبح درخشاں کو بھی تا قیام قیامت نہ بھول سکے گی ،جس صبح مجدد اعظم اعلی حضرت کے گھر اس تاجدار ولایت ،فخر سنیت ،محافظ قوم وملت ،رہبر شریعت ،منبع طریقت سیدنا ابوالبرکات محی الدین جیلانی الشاہ مفتی اعظم مصطفٰی رضا خاں نوری بریلوی کی پیدائش ہزار جلوہ آفرینیوں

کے ساتھ ہوئی، خوش بختیوں کا چراغ جگمگا اٹھا اور چھوٹی نبضوں کے چلانے کا وقت آچکا یعنی ۲۲ ذوالحجہ ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸ جولائی ۱۸۹۳ء بروز دوشنبہ۔

یہ اس وقت کی بات ہے جب فیض الدرجۃ عظیم البرکۃ سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الف الرحمہ بقید حیات تھے اور کشور ولایت کے چشم و چراغ، یادگار خاندان برکات، امام العارفین، قدوۃ السالکین، سید المشائخ حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی علیہ رحمۃ اللہ القوی مسند برکاتیت پر جلوہ بار......ان دونوں بزرگ کی ولایت و بزرگی اور فضل و کمال کا عالم اسلام میں ڈنکا بج رہا تھا، جدھر جاتے نور ایمان سے دلوں کی دنیا میں انقلاب برپا کرتے اور عملی دنیا کا نقشہ بدل دیتے، جہاں قدم رکھ دیا فیوض و برکات کی تحصیل کے لیے اہل خرد پروانوں کی بھیڑ لگ جاتی......۔

جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موج نفس ان کی
الٰہی! کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے اپنے منعم حقیقی رب العزت جل جلالہ سے دعا کی ”اے رب کریم! مجھے ایسی اولاد سے سرفراز فرما جو عرصۂ دراز تک تیرے دین اور تیرے بندوں کی خدمت کرے۔

وقت کے مجدد اعظم اور ولی کامل کی زبان سے یہ دعا نکلی اور بارگاہ ایزدی میں شرف قبول سے مشرف ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ قوم وملت کا بخت بیدار ہوا اور ایک دن وہ آیا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہ کو سید المشائخ امام العارفین شاہ ابوالحسین احمد نوری نے عرصۂ دراز تک دین متین کی اور بندگان خدا کی خدمت کرنے والے فرزند ارجمند کی پیدائش کی خوشخبری سنائی۔

فقیہ العصر مفتی مطیع الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں۔

”۲۲ر ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ کی شب میں تقریباً نصف رات تک امام احمد رضا قدس سرہ اور سید المشائخ حضرت نوری میاں قدس سرہ کے درمیان علمی مذاکرات رہے۔ پھر

دونوں اپنی اپنی قیام گاہوں میں آرام فرما ہوئے۔ اسی شب میں عالم خواب میں دونوں بزرگوں کو حضرت مفتی اعظم کی ولادت کی نوید دی گئی اور نومولود کا نام ''آل الرحمٰن'' بتایا گیا...... خواب سے بیداری پر دونوں بزرگوں میں سے ہر ایک نے یہ فیصلہ کیا کہ بوقت ملاقات مبارکباد پیش کروں گا۔

فجر کی نماز کے لیے جب دونوں بزرگ مسجد پہنچے تو مسجد کے دروازے پر ہی دونوں بزرگوں کی ملاقات ہوگئی اور وہیں ایک نے دوسرے کو مبارک باد پیش کی ...... فجر کی نماز کے بعد سید المشائخ حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ نے امام احمد رضا قدس سرہ سے ارشاد فرمایا۔

مولانا صاحب! آپ اس بچے کے ولی ہیں۔ اگر اجازت دیں تو میں نومولود کو داخل سلسلہ کرلوں۔

امام احمد رضا قدس سرہ نے عرض کی۔

''حضور وہ غلام زادہ ہے...... اسے داخل سلسلہ فرمالیا جائے''

سید المشائخ حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ نے مصلے ہی پر بیٹھے بیٹھے امام احمد رضا کے نور نظر لخت جگر ''آل الرحمٰن'' اور مستقبل کے مجدد و مفتی اعظم کو غائبانہ داخل سلسلہ فرمالیا۔ حضرت سید المشائخ نے امام احمد رضا کو اپنا عمامہ اور جبہ عطا فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

''میری یہ امانت آپ کے سپرد ہے جب وہ بچہ اس امانت کا متحمل ہوجائے تو اسے دے دیں۔ مجھے خواب میں اس کا نام ''آل الرحمٰن'' بتایا گیا ہے، لہٰذا نومولود کا نام آل الرحمٰن رکھئے مجھے اس بچے کو دیکھنے کی تمنا ہے۔ وہ بڑا ہی فیروز بخت اور مبارک بچہ ہے۔ میں پہلی فرصت میں بریلی حاضر ہوکر آپ کے بیٹے کی روحانی امانتیں اس کے سپرد کردوں گا۔'' [1]

(۱) مقدمہ مفتی اعظم اور ان کے خلفاء جلد اول صفحہ ۲۳، از رشحات قلم مفتی سید شاہد علی رضوی رامپوری

سید المشائخ حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسب وعدہ چھ ماہ بعد مارہرہ مطہرہ سے بریلی تشریف لائے اور محمد آل الرحمٰن کو اپنی آغوش مبارک میں لے کر دیر تک یکسوئی سے دیکھتے رہے۔ پھر پیشانی چوم کر ارشاد فرمایا:

''مولانا یہ تو مادرزاد ولی ہے، برکتوں کے اعتبار سے ابوالبرکات اور مرحبۂ فنائیت میں محی الدین جیلانی ہے''۔

## بیعت وخلافت

اس انکشاف کے بعد ۲۵ جمادی الثانی ۱۳۱۱ھ...... چھ ماہ تین یوم کی عمر شریف میں سید المشائخ حضرت سید شاہ ابوالحسین نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی انگشت شہادت آل الرحمٰن محمد ابوالبرکات محی الدین جیلانی کے دہن مبارک میں ڈالی۔ مفتی اعظم شیر مادر کی طرح چوسنے لگے۔ سید المشائخ نے داخل سلسلہ فرمایا اور تمام سلاسل کی اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔

## مرشد کامل کی دوسری بشارت

سید المشائخ حضرت سید شاہ ابوالحسین نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مفتی اعظم کو بیعت کرتے وقت ارشاد فرمایا:

''یہ بچہ دین وملت کی بڑی خدمت کرے گا اور مخلوق خدا کو اس کی ذات سے بہت فیض پہنچے گا...... یہ بچہ ولی ہے......اس کی نگاہوں سے لاکھوں گمراہ انسان دین حق پر قائم ہوں گے۔ یہ فیض کا دریا بہائے گا۔

سید المشائخ حضرت نوری میاں قدس سرہ نے حلقۂ بیعت میں لینے کے بعد قادری نسبت کا دریائے فیض بنا کر ابوالبرکات کو امام احمد رضا بریلوی کی گود میں دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

مبارک ہو آپ کو یہ......قرآنی آیت ''وَاجْعَلْ لِی وَزِیراً مِنْ اَھلِی''

کی تفسیر مقبول ہو کر آپ کی گود میں آ گئی ہے۔ آل الرحمٰن، محمد، ابوالبرکات محی الدین جیلانی مصطفیٰ رضا" ؎

غور کیا جائے تو آپ کے اسماء گرامی اپنے اندر بیک وقت کئی نسبتوں اور خوبیوں کو لیے ہوئے ہیں اور آغاز ایام سے ہی جامع الصفات ہونے کے غماز ہیں۔ پہلی نسبت رحمٰن سے ہے، دوسری نسبت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے، تیسری نسبت سیدنا برکت اللہ مارہروی قدس سرہ اور چوتھی سیدنا عبدالقادر محی الدین جیلانی اور پانچویں مجدد اعظم امام احمد رضا بریلوی سے ملحوظ رکھی گئی ہے۔

یہ انتخاب تو ان ارباب علم و فضل نے کیا ہے اور اصحاب خرد نے تو آپ کے فضائل کو دیکھ کر سینکڑوں القاب سے یاد کیا ہے، اور شیخ محقق عبدالحق دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ اسماء کی کثرت مسمیٰ کی عظمت و بزرگی پر دلالت کرتی ہے اس لیے کہ اسماء صفات و افعال سے ماخوذ ہوتے ہیں اور ہر اسم صفت و فعل ہی سے بنا ہے۔

(مدارج النبوۃ مترجم ج ۱ ص ۴۵۴ باب ہفتم)

فاضل بریلوی کا طریقہ تھا کہ حدیث کی اتباع میں اپنے شہزادگان کا اصلی نام محمد ہی رکھا کرتے تھے۔ انہوں نے ساتویں دن محمد کے نام پر آپ کا عقیقہ کیا۔ شیخ محقق قدس سرہ لکھتے ہیں خصائص میں سے یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم مبارک و نافع اور دنیا و آخرت میں حفاظت میں لینے والا ہے۔ حدیث میں ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمایا مجھے قسم ہے اپنی عزت و جلال کی کہ کسی پر عذاب نہ کروں گا جس کا نام تمہارے نام پر ہے۔ (مدارج النبوہ صفحہ ۲۴۶۔۲۴۷)

اسی میں ایک اور حدیث ہے کہ:

قیامت کے دن ایک منادی ندا کرے گا اے محمد! بغیر حساب و کتاب جنت میں داخل ہو جاؤ تو ہر وہ شخص جس کا نام محمد ہے جنت میں داخل ہونے کے لیے تیار ہو جائیگا۔

؎ مقدمہ مفتی اعظم اور ان کے خلفا صفحہ ۲۵۔۲۴، بحوالہ محدث اعظم پاکستان جلد ۱ ص ۶۷

Scanned by CamScanner

خیال کر کے کہ یہ ندا میرے لیے ہے، تو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کرامت و بزرگی کے سبب ان کو دخول جنت سے روکا نہیں جائیگا اور سب جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

## ابتدائے کارِ افتاء اور مادرزادولی ہونے پر روشن دلیل:

مفتی اعظم قدس سرہ کی عمر جب چار سال چار ماہ چار دن کی ہوئی تو رسم بسم اللہ خوانی کرائی گئی اس کے بعد ہی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی نگرانی میں آپ کی تعلیم و تربیت کا باقاعدہ دور شروع ہو گیا۔ حضرت حجۃ الاسلام بھی آپ کی تعلیم پر اپنے والد گرامی کے حکم سے خصوصی توجہ دیتے رہے۔

جب کچھ سن شعور کو پہنچے تو علم و آگہی سے پورے طور پر آراستہ و پیراستہ ہونے کے لیے دارالعلوم منظر اسلام بریلی میں داخلہ کرا دیا گیا۔ وہاں مولانا رحم الٰہی صاحب منگلوری، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں، اور مولانا بشیر احمد علی گڑھی سے تکمیل درسیات کرتے رہے اور دوسری طرف مجدد اعظم امام اہل سنت محدث بریلوی کی نگاہ کیمیا ساز سے بھی فیضیاب ہوتے رہے یہاں تک کہ صرف اٹھارہ سال کی عمر میں فتویٰ نویسی کا لا مثال جوہر دکھایا۔ یعنی عہد طفولیت سے گزر کر سن شعور کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی ایسا کارنامہ دکھایا کہ اپنے علم و فن اور تفقہ فی الدین سے بہتوں کو متاثر کر دیا...... اس کا واقعہ خود حضرت مفتی اعظم کی زبانی ملاحظہ کیجئے، مولانا محمود احمد قادری مظفر پوری تذکرہ علمائے اہل سنت میں یوں خامہ فرسا ہیں:

> ''مولانا ظفر الدین بہاری و مولانا سید شاہ عبدالرشید عظیم آبادی دارالافتاء بریلی میں کام کر رہے تھے ایک دن آپ دارالافتاء میں پہنچے۔ مولانا ظفر الدین صاحب فتویٰ لکھ رہے تھے مراجع کے لیے اٹھ کر فتاوی رضویہ الماری سے نکالنے لگے حضرت (مفتی اعظم) نے فرمایا (نو عمری کا زمانہ تھا) میں نے کہا فتاوی رضویہ دیکھ کر جواب لکھتے ہو؟ مولانا نے فرمایا اچھا تم بغیر دیکھے لکھ دو تو جانوں...... میں نے فوراً لکھ دیا۔ وہ رضاعت کا مسئلہ

تھا"۔یہ آپ کا پہلا جواب تھا یہ واقعہ ۱۳۲۸ھ کا ہے،اصلاح کے لیے اعلی حضرت کی خدمت میں پیش کیا۔صحت جواب پرامام اہل سنت (اعلی حضرت) بہت خوش ہوئے،اور"صح الجواب بعون الملک الوہاب" لکھ کر تصدیقی دستخط ثبت فرمادیا اور ابوالبرکات محی الدین جیلانی آل الرحمٰن محمد عرف "مصطفیٰ رضا" کی مہر مولانا حافظ یقین الدین (بریلوی) سے بنوا کرعطا فرمائی" (تذکرۂ علمائے اہل سنت)

شارح بخاری فقیہ النفس نائب مفتی اعظم حضرت مفتی شریف الحق صاحب امجدی کے ذیل کے تبصرہ کو انہیں کے لفظوں میں پڑھیے اور کام ودہن کو معطر کیجیے۔

"جوبات دیگر ذہین ،فطین ،ذکی علما کو برسہا برس میں تنقید،اصلاح اور ہدایت کے بعد حاصل ہوتی ہے وہ حضرت مفتی اعظم کو پہلے ہی دن حاصل تھی ......یہ دلیل ہے کہ حضرت مفتی اعظم ہند جیسے والدہ ماجدہ کے شکم پاک سے ولی بنکر آئے تھے اسی طرح مفتی اعظم بھی بنکر آئے تھے "اَلسَّعِيْدُ مَنْ سُعِدَ فِي بَطْنِ اُمِّهٖ" [۳] تفقہ فی الدین آپ کی فطرت، جبلت وسرشت تھی"۔

غور کریں کہ ایک اٹھارہ سال کا نوعمر عالم پہلا فتوی لکھتا ہے اور تصحیح کے لیے پیش کرتا ہے،اس دقیق بین،نکتہ رس کی بارگاہ میں جس کی تیز نگاہی کا عالم یہ تھا کہ اگر کسی کلمے میں ہزار معنی ہوتے تو وہ سب اول نظر میں احاطے میں آجاتے اور جس کے بارے میں علمائے حرمین نے یہ فرمایا ہے کہ "اگر انہیں امام اعظم ابوحنیفہ دیکھ لیتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوجاتیں اور انہیں اپنے تلامذہ میں داخل فرمالیتے" مگر اس نوعمر مفتی کے پہلے فتوی پر اسے بھی کہیں اصلاح کی ضرورت نہیں ہوتی بات یہ ہے کہ شیر کے بچوں کو کس نے شکار کرنا سکھایا؟۔ [۴]

---

[۳] سعادت مند و نیک بخت وہ ہے جو مادر زاد سعادت مند ہو۔

[۴] انوار مفتی اعظم صفحہ ۲۵۳،ناشر رضا اکیڈمی ممبئی۔مضمون حضرت شارح بخاری مفتی امجدی قبلہ

# مفتی اعظم کا بچپن اور جوانی، حضرت قطب مدینہ کی زبانی

آج معاشرے میں دیکھنے کو یہی ملتا ہے کہ لوگ بچپن کھیل میں کھوتے ہیں جوانی نیند بھر سوتے ہیں اور جب بڑھاپا آتا ہے تب کچھ عمل کی طرف راغب ہوتے ہیں۔ حالانکہ اس عمر میں تقوی وطہارت اختیار کر لینا زیادہ کمال نہیں رکھتا۔ کم سنی اور جوانی میں منہیات ومنکرات سے اپنے دامن کو بچالینا اور شریعت مطہرہ کے سانچے میں اپنے کو ڈھال لینا بہت بڑا کمال ہے...... مفتی اعظم کا صغر سنی اور شباب میں بھی تقوی وطہارت کے پیکر ہونے کا انکشاف عاشق رسول، فانی فی الرسول سیدنا قطب مدینہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی زبانی ملاحظہ کیجیے:

یہ وہی قطب مدینہ ہیں جن کا نامی ضیاء الدین احمد مدنی ہے اور جن کے زہد واتقا، ارشاد وتبلیغ، ریاضت ومجاہدہ، اخلاص وللّٰہیت اور کمالات باطنی وعشق رسالت پناہی کے سبب اہل وفا نے قطب مدینہ کا خطاب دیا ہے۔ جنہوں نے ۳۰ سال کی عمر میں ہندوستان سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں گوشہ نشینی صرف اس لیے اختیار کر لی کہ موت آئے تو آقا کی گلی میں آئے اور اسی کے خاک عطر بیز میں مدفون ہوں۔ چنانچہ زندگی بھر عشق وعرفان کی شمع فروزاں کرتے ہوئے ۱۰۸ سال کی عمر گذار کر اپنے آقا سے جا ملے۔ جنۃ البقیع میں اہل بیت اطہار کے مزارات طیبات کے پہلو میں آسودۂ خاک ہوئے۔ آپ مفتی اعظم کے بچپن اور جوانی کا آنکھوں دیکھا حال بیان فرماتے ہیں کہ:

مفتی اعظم قبلہ کی پیدائش کے وقت میں سولہ سال کا تھا میں نے مفتی اعظم کا بچپن دیکھا، جوانی دیکھی اور اب بڑھاپا بھی دیکھا، لوگ بڑھاپے میں عمل کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ بڑھاپے میں عمل کی طرف توجہ کرنا کوئی کمال کی بات نہیں ہے۔ جوانی میں منہیات شرعیہ سے محفوظ رہنا اور شریعت مصطفویہ پر عمل کرنا کمال ہے۔

ضیاء الدین احمد نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ واللہ العظیم مفتی اعظم بچپن ہی سے پیکر علم وعمل ہیں، جامع زہد وتقوی ہیں، اس وقت ان کے علم وفضل، زہد وتقوی، بزرگی و

پرہیز گاری فقر وعرفان کا کوئی کیا اندازہ لگا سکتا ہے۔فقیر ضیاء الدین احمد مدنی عمر میں تو مفتی اعظم ہند سے بڑا ضرور ہے لیکن مراتب میں مفتی اعظم ہند فقیر سے بہت بڑے ہیں''

(بروایت الحاج مولانا قاری امانت رسول صاحب پیلی بھیتی)

''ولی را ولی می شناشد'' کا مقولہ مشہور ہے۔حضرت سیدی قطب مدینہ حضرت ضیاء الدین احمد علیہ الرحمہ والسکینہ خود صاحب کمال جلیل القدر ولی و بزرگ ہیں۔انہوں نے مدینہ منورہ صلی اللہ علی صاحبہا میں بیٹھ کر جس نگاہ ولایت سے مفتی اعظم ہند کو پہچانا اور قدردانی کی وہ انہیں کا حصہ تھا البتہ تعظیم وتوقیر کا عملی جامہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ کو صرف اتنا معلوم ہوا کہ مفتی اعظم مصطفیٰ رضا حج بیت اللہ کے لئے آرہے ہیں تو باوجودیکہ کبرسنی کی نقاہت وکمزوری بغلگیر تھی، مدینہ منورہ سے ۳۰ میل چل کر مفتی اعظم کا استقبال کیا اور اپنے یہاں مہمان رکھا پھر بھی ایک ولی کامل کی تواضع وتکریم میں کمی کا احساس ہوا تو بطور کسر نفسی فرمایا'' یہ فقیر ناتواں اور کیا کرسکتا تھا''

ع۔حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

## ولایت کا مفہوم اور حضور مفتی اعظم:

لغت میں ولایت کے معنی ہیں،قریب ہونا،مدد کرنا محبت کرنا ،دوست بنانا اور تصرف وقوۃ والا ہونا۔اس اعتبار سے ولی کے معنی ہوئے اللہ تعالیٰ سے قریب ہونے والا، اس سے محبت ودوستی کرنے والا،یا وہ شخص جسے اللہ کی مدد وتائید حاصل ہو،اللہ تعالیٰ اسے دوست رکھتا ہو پھر وہ اس کی تائید سے تصرف وقوت والا ہو۔

اور اس کا شرعی مفہوم جیسا کہ حضرت علامہ تفتازانی قدس سرہ نے وضاحت فرمائی یہ ہے:

''اَلْوَلِیُّ هُوَ الْعَارِفُ بِاللّٰهِ تَعَالیٰ وَصِفَاتِهٖ بِحَسْبِ مَایُمْکِنُ،
الْمُوَاظِبُ عَلَی الطَّاعَاتِ الْمُجْتَنِبُ عَنِ الْمَعَاصِی،
اَلْمُعْرِضُ عَنِ الْاِنْهِمَاکِ فِی اللَّذَّاتِ وَالشَّهَوَاتِ''

یعنی ولی وہ ہے جو حتی المقدور اللہ کی ذات وصفات کا عارف ہو،اللہ کی

اطاعت پر ہمیشگی برتتا ہو، گناہ کبیرہ کے ارتکاب اور صغیرہ پر اصرار سے
بچتا ہو، مباح لذات وشہوات کی چیزوں میں مستغرق اور اس میں
منہمک رہنے سے بھی بچتا ہو۔ ۵

ولی کی مذکورہ تعریف کے جس جز پر نظر ڈالیے مفتی اعظم ہر پہلو سے اس کے مصداق نظر آتے ہیں۔ آیئے تھوڑی دیر کے لیے یکسوئی کے ساتھ ان اجزاء وقیود کا تجزیہ کرتے ہوئے ہر قید کے اعتبار سے مفتی اعظم کی عبقری شخصیت کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

(۱) تعریف کا پہلا جز ہے "حتی المقدور اللہ کی ذات وصفات کا عارف ہو"......
اس پہلو سے دیکھا جائے تو آپ کے سارے معاصرین اور سوانح نگار اس پر متفق ہیں کہ آپ بلاشبہ عارف کامل واقف اسرار شریعت وطریقت تھے۔ ماہنامہ حجاز جدید کے مدیر جناب مولانا یسین اختر مصباحی آپ کے تعلق سے لکھتے ہیں:

"اور ایسا عارف وکامل مرد مومن جس کی نگاہ حق بیں شریعت وطریقت کے اسرار ورموز اور ان کی تہہ تک فوراً پہونچ جائے اور جس کے دامن کرم سے وابستہ مریدوں کی تعداد دسیوں لاکھ اور دلوں پر اس کی سلطانی وحکمرانی مسلم ہو اس کی مثال عالم اسلام میں ہمیں کہیں نظر نہیں آتی۔" ۶

آپ کے عارف بالذات والصفات ہونے کی واضح دلیل یہ ہے کہ ہمیشہ پاس انفاس اللہ اللہ کا ذکر خفی جاری رکھتے، سلطان الاذکار والے وظیفہ سے ایسا سرمست ہوئے کہ جسم کا ہر حصہ الگ ہو کر ذکر الٰہی میں مشغول رہتا، قلب اطہر ذکر سے ایسا معمور تھا کہ خاموش بیٹھے رہنے پر بھی دل سے اللہ اللہ کی آواز سنائی دیتی لکھتے تو اللہ ورسول کی بات لکھتے بولتے تو اللہ ورسول کی بات بولتے، چلتے تو اللہ ورسول کے فرمان کے مطابق چلتے۔ ذکر وفکر اس حد تک پہنچا کہ زندگی کے آخری دور میں استغراق (فنافی اللہ باقی باللہ) کے درجے پر فائز ہو گئے تھے۔

---

۵ النبراس شرح شرح عقائد ص ۲۹۵۔
۶ تین برگزیدہ شخصیتیں صفحہ ۱۹، ناشر رضوی کتاب گھر بھیونڈی، مصنف ادیب شہیر مولانا یسین اختر مصباحی دار القلم دہلی۔

پھر بھی شریعت کی ذمہ داری سے اپنے کو مرفوع القلم نہ سمجھا۔ ہمارے مقصود کی تائید واقعہ کے عینی شاہد آپ کے خلیفۂ ارشد مولانا مبین الہدیٰ نوری کی ذیل کی عبارت سے بخوبی ہوتی ہے۔

''استغراق کے باوجود نماز ترک نہیں ہوتی حضرت چونکہ عالم استغراق میں رہتے تھے اس لیے (کچھ کم فہم) سمجھتے تھے کہ شاید نسیان کا غلبہ ہے کیونکہ حضرت نماز پڑھنے کے باوجود بھی پوچھ لیا کرتے تھے کہ نماز پڑھی یا نہیں۔ جب دو تین آدمی کہہ دیتے کہ سرکار نے نماز پڑھ لی تب جاکر انہیں اطمینان ہوتا تھا یعنی نماز کے بعد اکثر دوبارہ سہ بارہ ادا فرمانے کا قصد کرتے تو لوگ کہتے کہ حضرت نے نماز پڑھ لی ہے تب حضرت کو اطمینان ہوتا مگر کبھی بھی ایسا نہ ہوا کہ نماز کا وقت گزر گیا اور حضرت نے بھول کر نماز نہ ادا فرمائی ہو، کبھی کسی کو نماز کے لیے کہنے کی بھی ضرورت نہ پڑتی۔ ؎

بلفظ دیگر یوں کہیے کہ مفتی اعظم غفلۃ الصالحین کے اعلیٰ رتبہ پر فائز تھے...... اللہ والوں کے لیے یہ وہ درجۂ علیا ہے کہ وہ اس مقام پر پہنچ کر یہ بھی بھول جاتے ہیں کہ دنیا بھی کوئی چیز ہے۔ وہ یاد خدا میں محو رہتے اور اسی کے سمندر میں سیر کرتے ہیں۔ اس دوران کبھی سکر کا بھی عالم طاری ہوتا اور قال سے حال کی طرف التفات ہو جاتا ہے۔

معرفت کی اس منزل پر فائز المرام ہونے کے باوجود شریعت کی پابندی سے یہ لوگ اپنے کو آزاد نہیں سمجھتے بلکہ جب بھی اس کی ادائیگی کا وقت آتا ہے فوراً ہوش میں آجاتے ہیں۔ محدث وقت حضرت سفیان ثوری ایک زمانے میں اسی حال سے گزرتے رہے اور عالم وجد و کیف میں اللہ اکبر کی صدائیں لگاتے رہے حضرت جنید بغدادی کے پاس ذکر کیا گیا۔ تو آپ نے پوچھا، انکی نماز کا کیا حال ہے؟ جواب ملا۔ نماز کے وقت ہوش میں آجاتے ہیں حضرت نے ارشاد فرمایا تب انکا حال صحیح ہے۔

مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اسی غفلۃ الصالحین کا ذکر کرتے ہوئے مولانا سید الزماں حمدوی پوکھریروی مرحوم لکھتے ہیں۔

---

؎ استقامت مفتی اعظم نمبر ص ۲۷۰، مضمون مولانا مبین الہدیٰ صاحب نوری جمشید پور

راویان حدیث کے سلسلہ میں ناقدین حدیث تحریر فرماتے ہیں۔"فـادر کـه غفلة الصـالحین"یعنی ان کو اخیر عمر میں صالحین والی غفلت نے آلیا یعنی صلاح وتقوی کے اعلی منزل میں قدم رنجہ فرمایا۔ یہ غفلت آثار ولایت میں سے ہے ایک اثر ہے اور بزرگی کا نشان ہے۔

یہ مقام آخری دور میں حضرت ممدوح معظم اعلی مقامہ کو بھی حاصل ہو گیا تھا جس کی وجہ سے اکثر آپ سے استغراقی حالتوں کا ظہور ہوتا تھا، جسے عوام (جہلاء) کبرسنی کا نسیان سمجھتے تھے حالانکہ یہ نسیان مرض نسیان نہیں بلکہ یاد الٰہی وذکر رسالت پناہی نے اپنے ماسوا تمام نقوش وخطوط کو آپکی قوت حافظہ سے مٹا دیا تھا اور غفلۃ الصالحین کی جلوہ ریزیاں اپنا جلوہ دکھارہی تھیں''۔[8]

تاجدار اہل سنت مفتی اعظم نائب غوث اعظم شبیہ مجدد اعظم شاہ مصطفیٰ رضا خاں بریلوی کے احوال وکوائف پڑھنے کے بعد راقم اس نتیجے پر پہونچتا ہے کہ آپ اولیاء کاملین کے اس چوٹی کے گروہ میں سے تھے جنہیں ''نجباء'' کہا جاتا ہے۔ کیوں کہ نجباء کی حالت یہ بتائی جاتی ہے کہ جس پر حال کا غلبہ رہتا ہو۔ مفتی اعظم زندگی کے اخیر حصہ میں اسی کیفیت سے متکیف ہو گئے تھے۔

جامع کرامات اولیا میں اولیا کے طبقۂ نجباء پر بحث کرتے ہوئے علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی قدس سرہ النورانی رقم فرماتے ہیں۔''ہر دور میں آٹھ سے کم وبیش نہیں ہوتے ان حضرات کے احوال سے ہی قبولیت کی علامات ظاہر ہوتی ہیں حالانکہ ان علامات پر ضروری نہیں کہ انہیں اختیار بھی ہو بس حال کا ان پر غلبہ ہوتا ہے اس حال کے غلبہ کو صرف وہ حضرات پہچان سکتے ہیں جو رتبے میں ان سے اوپر ہوتے ہیں ان سے کم مرتبہ لوگ نہیں پہچان سکتے۔''

---

[8] از مفکر اسلام مولانا سید الزماں صاحب حمدوی مرحوم مضمون 'مقام مفتی اعظم محی الاسلام والدین' مشمولہ استقامت مفتی اعظم نمبر۔

واقعات مسطورہ کی توثیق مولوی شاہ محمد رضا لوکہاوی کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے کہ بسا اوقات مفتی اعظم کی بارگاہ میں جب فتوی کے لیے سائل آتے تو بہت دیر تک گم نظر آتے۔لیکن کبھی ایسا نہ ہوا کہ کسی سائل کو واپس لوٹا دیا ہو کچھ دیر کے بعد ہوش آتا اور ہر ایک کو ضرور جواب دیتے۔

(۲) تعریف کی دوسری قید ہے ''اللہ و رسول کی فرمانبرداری پر ثبات و دوام برتنے والا ہو''۹ تعریف کی اس قید کے بھی مفتی اعظم آئینہ دار نظر آتے ہیں۔اور اسی پر پوری زندگی ثابت قدم دکھائی دیئے۔خواہ سفر ہو یا حضر عبادت الٰہی، اتباع رسول اور استقامت فی الدین میں ذرہ برابر کوتاہی نہیں آنے دیتے خصوصاً نماز کا اتنا اہتمام فرماتے کہ کتنی مرتبہ بس اور ٹرین کا چھوٹ جانا گوارہ کر لیتے مگر نماز قضا ہو اس کے لیے تیار نہ تھے۔

ایک مرتبہ میل ٹرین سے ناگپور سے آکولہ تشریف لے جا رہے تھے راستے میں ایک جگہ چند لمحے کے لیے ٹرین رکی آپ مصلّی اور لوٹا لے کر ٹرین سے نماز پڑھنے اتر گئے، کئی آدمی نے کہا، حضور یہ میل ٹرین ہے آپکے لیے نہیں رکے گی۔لامحالہ آپ کی گاڑی چھوٹ جائیگی لیکن حضرت مفتی اعظم اللہ تعالی پر بھروسہ کر کے نیچے اتر گئے اور وضو بنا کر نماز پڑھنے لگے اور جماعت قائم ہوگئی۔اس کے بعد کی تفصیل خود واقعہ نگار راز الہ آبادی مرحوم کے الفاظ میں ملاحظہ کیجیے:

جیسے ہی مغرب کی نماز کی نیت کی گئی ٹرین چھوٹ گئی حضرت کا سارا سامان اور ساتھ والوں کا سارا سامان ٹرین میں رہ گیا تھا، جب گاڑی چلنے لگی تو کسی نے ڈبے سے پھبتی کسی کہ میاں گاڑی گئی، میاں گاڑی گئی، مگر اس بدنصیب کو کیا معلوم تھا کہ یہ کون ہے؟ نماز جماعت سے پڑھی گئی اور سنت ادا کی گئی نفل نماز پڑھ چکے، پلیٹ فارم خالی تھا مگر لوگ

---

۹ ولی کی تعریف کا یہ حصہ اتنا ملحوظ و معتبر ہے کہ بعض بزرگوں نے اسی جز سے ولی کی تعریف کی ہے۔اسی لیے امام قشیری نے رسالہ قشیریہ میں ایک جگہ ولی کی تعریف یہ لکھی ہے۔ولی وہ ہوتا ہے جس کی طاعات میں تسلسل ہو یا اس کی حفاظت و نگرانی کا ذمہ اللہ کریم نے اپنے ذمے لے لیا ہو۔

حضرت کو دیکھ رہے تھے اور آپس میں بات کر رہے تھے کہ دیکھو مولانا صاحب نماز کے لیے اترے اور گاڑی چلی گئی مگر حضرت اسی طرح مطمئن تھے کہ جیسے کچھ ہوا ہی نہیں مگر اور لوگ پریشان تھے کہ سب کا سامان گیا۔ابھی یہ سوچ ہی رہے تھے کہ سامنے سے گارڈ صاحب لالٹین لیے بھاگے آرہے ہیں۔ان کے پیچھے پچاسوں آدمی بھاگے آرہے ہیں گارڈ نے آکر کہا حضور گاڑی رک گئی۔حضرت نے کہا گاڑی رک گئی یا انجن خراب ہوا؟ گارڈ نے گڑگڑا کر کہا کہ حضرت انجن ہی نہیں چلتا، ہم لوگوں سے بڑی گستاخی ہوئی معاف فرمادیں، یہ میل ٹرین ہے ہم روک نہیں سکتے، ہم مجبور تھے حضرت نے فرمایا، میرے ڈبے میں ایک نام کا مسلمان بیٹھا ہے، کہتا ہے کہ نماز کے لیے گاڑی کیا انتظار کرے گی۔اسٹیشن ماسٹر نے کہا اب دوسرا انجن لگایا جائے؟ حضرت نے فرمایا کہ اگر پیچھے لاؤ تو انجن چلے گا۔ویسے ہی ہوا گاڑی پیچھے لائی گئی اور انجن کی خرابی دور ہوگئی مگر اس درمیان میں گاڑی پون گھنٹہ لیٹ ہوگئی گاڑی کے تمام مسافروں کو یہ واقعہ دیکھ کر حیرت بھی ہوئی اور عبرت بھی۔ان دونوں ماڈرن مسلمانوں کی آنکھیں کھل چکی تھیں۔جیسے ہی حضرت کو دیکھا ان لوگوں نے معافی مانگی اور حضرت نے معاف فرمادیا، اس واقعہ سے اسلام کی حقانیت کا مشاہدہ کر کے ایک سکھ ایمان لے آیا۔ (کرامات مفتی اعظم ہند)

غالباً اسی لیے اصحاب طریقت نے ولی کی تعریف مختصر اور آسان لفظوں میں یہ کی ہے کہ ولی وہ ہے جس کو دیکھنے سے خدا یاد آجائے.....؎ واقعی مفتی اعظم کی ادا ہی ایسی تھی کہ ان کو دیکھنے کے بعد، ان کی رفتار و گفتار ملاحظہ کرنے کے بعد لامحالہ بندے کو خدا یاد آجاتا تھا۔ اور اللہ کی طرف مائل ہوجاتے تھے۔

(۳) تعریف کا تیسرا جز ہے ”گناہوں کے ارتکاب سے بچتا ہو“ یہ بات بھی مفتی اعظم کی زندگی میں امتیازی حیثیت رکھتی ہے کہ آپ سے کسی طرح کے گناہ کے سرزد ہونے کا کوئی واقعہ نہیں ملتا ہے آنجناب نے ہر طرح کے گناہ سے اپنے دامن کو پاک و صاف رکھا......لباس علم وتقوی کو کبھی داغدار نہ ہونے دیا۔استقامت کے ایسے جبل مستقیم بنے

؎ یہ تعریف خود حدیث میں بھی وارد ہے۔

رہے کہ جادۂ شریعت سے ذرہ برابر قدم کو پھسلنے نہ دیا۔ تصویر کشی حرام ہے، آج عام بلا میں لوگ مبتلا ہیں آپ دم واپسی تک حرام ہی سمجھتے رہے حتی کہ ہندوستان میں ایک وہ وقت آیا جب کہ یہاں بھی پاسپورٹ پر فوٹو لگوانا شرط قرار دیا گیا مگر آپ نے فرمایا کہ ایک نیک و مسعود اور خالص عبادت الٰہی کی ادائیگی کو جانے کے لیے حرام کا ارتکاب نہ کروں گا اور کسی طرح تصویر کھنچوانے کے لیے راضی نہ ہوئے۔ حج وزیارت کے ہزار اشتیاق کے باوجود ملتوی کرتے رہے تا آنکہ حکومت نے خود بغیر فوٹو کے آپ کو اور آپ کی اہلیہ محترمہ پیرانی اماں (چھوٹی بی) کو اجازت دے دی۔

اس طرح کے بے شمار واقعات وشواہد ہیں جو آپ کے گناہوں سے بلکہ خلاف سنت اور خلاف اولی سے بھی اجتناب واحتراز کے تعلق سے ملتے ہیں۔ جس کی قدرے تفصیل آنے والے صفحات میں آپ ملاحظہ کریں گے۔

(۴) ولی کی تعریف کی چوتھی قید ہے "مباح لذات وشہوات میں منہمک ہونے سے بچتا ہو" اس قید کا مطلب یہ ہے کہ اگر مباح وجائز لذات وشہوات کی تکمیل بغیر انہماک کے ہو تو وہ اس تعریف میں داخل نہیں، خارج ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر بلا تکلف مباح لذات شہوات میسر ہوتی ہیں اور ولی نے اپنے نفس کو ان سے روکا نہیں تو یہ اس کی ولایت کے منافی نہیں۔ اس سلسلہ میں یہاں ایک واقعہ پیش کیا جاتا ہے اس سے اہل نظر مفتی اعظم ہند کے مباح لذات وشہوات میں انہماک سے بچنے والے پہلو کا بخوبی اندازہ کرلیں گے۔

مسئلہ شرعی یہ ہے کہ مسجد میں غیر معتکف اور غیر مسافر کو کھانا پینا اور سونا منع ہے ہاں اگر کسی کو کھانا پینا منظور ہو تو وہ اعتکاف کی نیت کر کے مسجد میں داخل ہو۔ کچھ تسبیحیں پڑھے، تب کھائے پیئے یہ جائز ومطابق فتوی ہے۔ لیکن اگر اعتکاف کی نیت کے باوجود نہ کھائے تو یہ اس کا تقوی ہے۔ اس میں ایک فائدہ یہ ہے کہ عوام الناس کسی عالم کو کھاتے پیتے دیکھ لیں گے تو وہ بلا قید مسجد میں کھانے کو جائز سمجھ لیں گے اس لیے متقین محتاطین مسجد میں کھانے پینے سے پرہیز کرتے ہیں۔

ہمارے خسر مولوی احمد حسین صاحب چک قاضی نظام مہوا ویشالی، جو ایک پابند صوم وصلوۃ اور متشرع آدمی ہیں، ڈنلپ کمپنی بنڈیل بنگال کے دوران ملازمت کے ایک دن کا واقعہ سنا رہے تھے جبکہ مفتی اعظم ہند اور حضور محدث اعظم قدس سرہما کا دورہ اس طرف کافی ہوتا تھا۔ سنایا کہ ''ایک مرتبہ مسجد میں یہ دونوں حضرات تشریف فرما تھے داعیان نے ان کو چائے پیش کی، حضرت محدث صاحب کچھوچھوی چائے لے کر وہیں نوش فرمانے لگے اور حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ چائے لے کر مسجد کے دروازے پر چلے آئے اور چائے نوش فرمانے لگے'' حضور محدث صاحب قبلہ نے فرمایا ''ہاں ہاں وہ آپ کا تقوی ہے اور یہ آپ کا فتوی ہے''۔ اسی طرح کا ایک مشاہدہ مولانا مرغوب حسن صاحب قادری اعظمی یوں بیان فرماتے ہیں۔

''ایک سفر میں حضور محدث اعظم اور حضور مفتی اعظم ہند بعد نماز عصر مسجد ہی میں بیٹھ گئے۔ کسی نے وہیں آپ حضرات کی خدمت میں چائے پیش کی۔ حضور محدث اعظم نے مسجد ہی میں بیٹھ کر چائے نوش فرمائی مگر مفتی اعظم ہند چائے کی پیالی لے کر باہر تشریف لے گئے اور چبوترہ پر بیٹھ کر چائے نوش فرمائی۔ دیکھنے والوں نے دونوں عظیم ترین علمائے کرام کا عمل دیکھا اور کسی کے پوچھنے پر یا خود اپنی فراست سے حاضرین کے ذہنی تاثر کو بھانپ کر حضور محدث اعظم نے ارشاد فرمایا ''میں جب مسجد کے اندر داخل ہوتا ہوں تو اعتکاف کی نیت کر لیتا ہوں اور معتکف کے لیے مسجد کے اندر کھانے پینے میں شرعاً کوئی حرج نہیں مفتی اعظم کی بھی یہی نیت اعتکاف تھی مگر انہوں نے تقوی پر عمل کیا۔ ۱۰

ان واقعات نے واضح کر دیا کہ اگر چہ معتکف کو کھانا پینا جائز ومباح ہے اور اس میں قدرے جائز لذت کا حصول بھی کہ آدمی تکلف سے بچ جاتا ہے۔ مگر مفتی اعظم ہند جائز ومباح لذتوں میں انہماک تو درکنار ولایت کے اعلی سطح پر پہونچ کر تقوی پر عمل کرتے تھے۔ پھر اس تاجدار ولایت کی زندگی تو کتب کی تصنیف واشاعت، رشد وہدایت، بیعت و

۱۰ تجلیات مفتی اعظم ہند، مضمون مولانا یٰسین اختر صاحب مصباحی دار القلم دہلی۔

ارادت، امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور بندگان خدا کی نفع رسانی اور عشق رسالت پناہی میں مشغول رہی تو کب یہ فرصت کہ مباح لذات و شہوات میں بھی مشغول و منہمک ہوں۔ اس تفصیل کی روشنی میں حضور مفتی اعظم کا ولی کامل اور عارف صادق ہونا آفتاب نیمروز کی طرح روشن و تاباں ہو جاتا ہے۔

## مفتی اعظم کا اخیار و صالحین سے ہونے کا علم

ولایت کے تعلق سے یہ امر بیان کرنا بھی فائدے سے خالی نہ ہوگا کہ مفتی اعظم اور آپ جیسے دیگر بزرگان دین و مقربین بارگاہ کو اپنے اخیار سے ہونے کا علم ضرور حاصل ہو جاتا ہے اور انسان کے لیے بہت بڑی خوبی کی بات ہے کہ اسے یہ علم بھی ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرمایا اور اخیار میں شمار کر لیا ہے۔ ہمارا یہ دعوی یوں ہی نہیں ہے بلکہ اس دلیل کے پیش نظر ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ایک فرمان عالی میں اس کی صراحت کی ہے۔ ارشاد ہے "مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ" (اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر و بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کا فقیہ بناتا ہے) پاک و ہند کے سارے اہل اسلام اور پوری دنیا کے اہل علم متفق اور آپ کی تصنیفات اس پر شاہد عدل ہیں کہ مفتی اعظم بڑے جلیل القدر، منبع فیوض و برکات، متبحر عالم و فقیہ ہیں، زمانے نے فقہ کے جزئیات و کلیات کا حافظ مانا۔ اسی لیے سبھوں نے بالاتفاق مفتی اعظم کا خطاب دیا، محی الدین والاسلام جانا، طریقت کا امام سمجھا اور تاجدار اہل سنت کے نام سے یاد کیا۔ مرجع خلائق گردانا اور الجھے ہوئے مسائل میں آپ کی فقاہت کی طرف رجوع کیا اور جب یہ ثابت و مسلّم کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جلیل القدر عالم بالسنہ فقیہ و متبحر عالم دین بنایا تو حدیث بالا کی روشنی میں یہ خود بخود ثابت و محقق کہ اس رب کریم نے آپ کے ساتھ خیر کا ارادہ فرمایا۔ یہیں سے یہ بھی روشن کہ جس طرح ایک صاحب فقہ کو اپنے فقیہ ہونے کا علم ہوتا ہے وہیں یہ علم بھی حاصل ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کیساتھ خیر کا ارادہ فرمایا ہے۔

در مختار میں علامہ محمد حصکفی الاشباہ والنظائر کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

''كُلُّ اِنْسَانٍ غَيْرِ الْاَنْبِيَاءِ لَايَعْلَمُ مَااَرَادَ اللّٰهُ لَهٗ وَبِهٖ لِاَنَّ اِرَادَتَهٗ تَعَالٰی غَيْبٌ اِلَّا الْفُقَهَاءُ فَاِنَّهُمْ عَلِمُوْا اَرَادَتَهٗ تَعَالٰی بِحَدِيْثِ الصَّادِقِ الْمَصْدُوْقِ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْراً يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ ''

(مقدمہ درمختار ص۳۵ ج۱)

یعنی انبیا (اور وہ حضرات جنہیں جنت کی بشارت حضور نے دی) کے علاوہ کوئی انسان نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے خیر کا ارادہ فرمایا ہے کیونکہ اللہ کا ارادہ غیب سے متعلق ہے مگر فقہاء کرام جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ خیر کا ارداہ فرمایا ہے اس لیے کہ صادق ومصدوق رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر چاہتا ہے اسے دین کا فقیہ بناتا ہے۔

خود مفتی اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

ہوا ہے خاتمہ ایمان پر میرا نوری جبھی ہیں خلد کے حور وقصور آنکھوں میں

فقہ کے امام، امام الائمہ، سراج الامۃ کاشف الغمہ سیدی امام اعظم ابوحنیفہ، امام المشارق والمغارب قاضی ابو یوسف اور محرر مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ فقاہت کی بدولت ارادۂ خیر کیے جانے کے متعلق اسی درمختار میں ہے کہ:

''اسماعیل بن ابی رجا نے حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے انتقال کے بعد خواب میں دیکھا تو عرض کیا۔ تیرے رب نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ جواب دیا کہ رب کریم نے میری مغفرت فرمادی پھر میرے رب نے ارشاد فرمایا کہ'' اے محمد اگر میں تجھے عذاب دینے کا راداہ رکھتا تو تجھے اس علم فقہ سے نہ نوازتا''......اسماعیل کہتے ہیں کہ پھر میں نے امام محمد سے دریافت کیا، حضرت امام ابو یوسف کا کیا حال ہے؟ جواباً فرمایا، وہ مجھ سے دو درجہ بلند ہیں''......پھر میں نے پوچھا امام ابوحنیفہ کا کیا حال ہے؟ جواب دیا، تو ان کے بارے میں کیا پوچھتا ہے؟ وہ ہمارے مقابلہ میں اعلیٰ علیین (جنت میں بلندترین مقام) میں ہیں اور کیوں نہ انہیں یہ بلند رتبہ عطا ہو جبکہ انھوں نے عشا کے وضو سے چالیس سال

تک فجر کی نماز پڑھی، ۵۵؍حج کیے اور اپنے رب کو ایک سو مرتبہ خواب میں دیکھا'' [۱۱]

اس روایت میں تصریح ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو خدائے غفار نے عذاب سے مامون رکھا اور مغفرت فرمادی محض اس وجہ سے کہ انہوں نے علم فقہ حاصل کیا اور ایک عظیم فقیہ اور محرر مذہب بن کر چمکے...... اللہ کا بیشمار شکر واحسان ہے کہ اس نے اپنے کرم خاص سے ہمارے پیر سیدی آل الرحمٰن ابوالبرکات محی الدین جیلانی محمد مصطفیٰ رضا خاں بریلوی کو بھی ان کے ان ائمہ اعلام ذوی الاحترام کے صدقے وقت کا فقیہ اعظم علمبردارِ فقہِ امام اعظم اور علی الاطلاق مفتی اعظم بنایا۔ آپ کے ذہن میں بیشمار مسائل فقہیہ متحضر رہتے۔ آپ نے کثیر فتاوی لکھے اور نو پیدا مسائل کو بھی اپنی دقت نظر اور فقیہانہ بصیرت سے حل کیا۔

فیلڈ مارشل جنرل ایوب خان کے دور میں پاکستان کی ایک سرکاری رویت ہلال کمیٹی کے بارے میں مولانا سید ریاست علی قادری (کراچی) کی کتاب ''مفتی اعظم ہند مدظلہ'' سے ماخوذ ایک مسئلہ بطور نمونہ ہدیۂ قارئین ہے جس سے آپ کی فقہی بصیرت اور دقت نظر واضح ہوتی ہے اور عالم اسلام میں آپ کی مرکزیت ومرجعیت بھی۔ ایک مرتبہ عید کے موقع پر ۲۹ رمضان المبارک کو اس کمیٹی کے چند افراد ہوائی جہاز کے ذریعہ چاند دیکھنے گئے۔ ان لوگوں کو چاند نظر آ گیا اور انہوں نے اس کی اطلاع حکومت کو دے دی جس کے نتیجے میں حکومت نے رویت ہلال کا اعلان کردیا۔ بعض علماء کی مخالفت کی بنا پر دنیائے اسلام کے بیشتر ممالک کے مفتیان کرام سے فتوی منگایا گیا اور ایک استفتا مفتی اعظم ہند (بریلی شریف) کی خدمت میں بھی روانہ کیا گیا۔ دنیا کے تمام مفتیوں نے رویت ہلال کمیٹی (پاکستان) کی تائید کی مگر مفتی اعظم ہند نے اس کے خلاف فتوی صادر فرمایا۔

''چاند کو زمین سے دیکھ کر روزہ رکھنے اور افطار کرنے کا شرعی حکم ہے اور جہاں چاند نہ نظر آئے وہاں شرعی شہادت پر قاضی حکم دے گا۔ چاند کو سطح زمین یا ایسی جگہ سے جو زمین سے ملی ہو دیکھنا چاہیے، رہا جہاز سے دیکھنا تو یہ غلط ہے، کیونکہ چاند غروب ہوتا ہے،

[۱۱] مقدمہ درمختار بر حاشیہ ردالمحتار ج ۱۔ ص ۳۸۔ مکتبہ رشیدیہ پاکستان۔

فنا نہیں ہوتا، اس لیے کہیں چاند ۲۹ کو اور کہیں ۳۰ تاریخ کو نظر آتا ہے اور جہاز سے چاند دیکھ کر رویت ہلال کا اعلان درست ہوتا تو مزید بلندی پر جانے کے بعد ۲۷ تاریخ کو بھی نظر آسکتا ہے۔ تو کیا ۲۷ اور ۲۸/ تاریخ کو چاند دیکھ کر یہ حکم دیا جاسکتا ہے کہ اگلے روز عید یا بقر عید جائز ہے؟ اس طرح جہاز سے چاند دیکھ کر یہ فتوی صادر کرنا کہ ۲۹/ کا چاند دیکھنا معتبر ہے بھلا کس طرح صحیح ہوگا۔"

یہ تحقیقی فتوی چونکہ دوسرے مفتیوں کی رائے کے خلاف تھا اس لیے نہایت تہلکہ خیز ثابت ہوا۔ تقریباً سارے پاکستانی اخبارات نے اسے جلی سرخیوں کے ساتھ شائع کیا۔ حکومت پاکستان نے ۲۷/۲۸ تاریخوں میں اگلے ماہ ہوائی جہاز سے اس کی تصدیق کرائی تو مزید بلندی پر ان تاریخوں میں بھی چاند نظر آ گیا۔ تب سے ہوائی جہاز سے چاند دیکھنے کا سلسلہ منسوخ ہو گیا۔ اور رویت ہلال کمیٹی بھی توڑ دی گئی اور حضرت مفتی اعظم ہند کی دقت نظر اور فقیہانہ بصیرت کو گویا عالمی سطح پر ہر ایک نے تسلیم کیا۔ ؎

ایک محدث، ایک معلم، ایک مبصر، ایک فقیہ  بحر علم باطنی تھے مفتی اعظم میرے
مانتے تھے مفتیان دین انہیں اپنا امام
اتنا اونچا کس کا رتبہ؟ مفتی اعظم کا تھا

## اخیار سے ہونے کی دوسری دلیل

مفتی اعظم ان صلحا واخیار میں سے تھے جن کو اس کا علم بھی ہوتا ہے کہ رب ذوالمنن نے ان کے ساتھ خیر کا ارادہ فرمایا ہے۔ اس کی دوسری واضح دلیل یہ ہے کہ آپ مخلوقات خدا کے حوائج کے مرجع وماویٰ تھے۔ ہر شخص اپنی دینی وملی، شخصی واجتماعی، گھریلو اور سماجی حاجتوں کو آپ کی بارگاہ اقدس میں لے کر حاضر ہوتا اور آپ اس کی حاجت روائی فرماتے۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ اللہ عزوجل کسی بندے کے ساتھ خیر کا ارداہ فرماتا ہے تو لوگوں کے حوائج کا اسے مرجع بنادیتا ہے۔ لہٰذا یہ کہنا اپنی جگہ بالکل درست ہے کہ اس جہت سے

ؔ (نوٹ) اس واقعہ کی صحت پر بعض علما کو کلام ہے۔ منہ

بھی آپ کا اختیار سے ہونا ثابت ہے۔

واقف اسرار تھا، رمز آشنائے یار تھا
عشق محبوب خدا میں مست تھا، سرشار تھا
کون جانے وقت کا اخیار تھا ابرار تھا
علم وفضل وآگہی کا واقعی سردار تھا

## مفتی اعظم اولیائے محبوبین میں سے تھے

بندے کی ایک بڑی معراج وسعادت مندی اس میں ہے کہ اسے اس کا آقا ومولیٰ پسند فرمالے اور محبوبیت کے درجے پر فائز کردے۔ کیونکہ صرف محبّ کے درجے تک رہنے سے عشق ومحبت کی بھٹی میں جلنا پڑتا ہے اور ہمیشہ اسے کندن بننے کے لیے تیار رہنا پڑتا ہے اور محبوب بننے کے بعد یہ خطرہ نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور مفتی اعظم ہند کو محبوبیت کے رتبے پر فائز کیا تھا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ کو مخلوقات میں قبولیت عامہ حاصل تھی، عرب نے بھی آپ کا احترام کیا، جس طرف جاتے اژدہام کثیر آپ کی زیارت کرنے اور آپ سے فیوض و برکات لوٹنے اکھٹا ہوجاتا۔ ایک عالم آپ سے محبت کرتا اور قدر دانی کی نگاہ سے دیکھتا اور یہ مسلمات میں سے ہے کہ مومنین کیلئے مقبولیت عامہ عنداللہ اور عندالرسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محبوبیت کے درجے پر فائز ہونے کی دلیل ہے۔ ارشاد ہے۔

”اِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا“

(سورہ مریم آیت ۹۶)

بیشک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے عنقریب ان کے لیے رحمٰن لوگوں کے دلوں میں محبت پیدا فرمادیگا۔

اس آیت کریمہ کے تحت بخاری ومسلم کے حوالے سے صدر الافاضل حضرت مولانا نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ تفسیر خزائن العرفان میں تحریر فرماتے ہیں۔

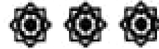
”حدیث میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو محبوب کرتا ہے تو جبرئیل سے

فرماتا ہے کہ فلاں میرا محبوب ہے، جبریل (علیہ السلام) اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر جبریل آسمانوں میں ندا کرتے ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں کو محبوب رکھتا ہے سب اس کو محبوب رکھیں تو آسمان والے اس کو محبوب رکھتے ہیں۔ پھر زمین میں اس کی مقبولیت عام کردی جاتی ہے"......پھر اس کے بعد لکھتے ہیں۔

"اس سے معلوم ہوا کہ مومنین، صالحین و اولیائے کاملین کی مقبولیت عامہ ان کی محبوبیت کی دلیل ہے"۔

ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں
فقط یہ بات کہ پیر مغاں ہے مرد خلیق

اسی لیے ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ "حضرت مفتئ اعظم ہند شمع ہیں جس پر نثار ہونے کے لیے پوری دنیائے سنیت پروانہ وار ٹوٹی پڑتی ہے جس کا نظارہ پوری دنیا نے بارہا کیا ہے کہ حضرت مفتئ اعظم ہند محبوبیت کے اس عظیم منصب پر مسند نشیں ہیں کہ ان کی محبت وعقیدت ہر سنی کے دل کی دھڑکن بن چکی ہے۔[۱۲]

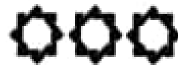


## اب ہم اصل مقصد پر گفتگو کرتے ہیں

ہمارا موضوع بحث یہاں صرف دو امر ہے۔

☆ایک حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کا اتباع شریعت واستقامت علی الحق

☆ دوسرا آپ سے صادر ہونے والی کرامات وخوارق عادات



[۱۲] ازافادات شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان

﴿۱﴾

# اتباع شریعت واستقامت علی الحق

استقامت کا مفہوم یہ ہے کہ شریعت کی اتباع اور صاحب شریعت جناب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتدا اس طرح کی جائے کہ قدم جادۂ شریعت وصاحب شریعت سے نہ ہٹے۔اسی پر پابندی کے ساتھ ثابت وقائم رہے۔

اللہ کا ولی مقرب بارگاہ اور عارف باللہ ہونے کے لیے لازم ولابدی ہے کہ شریعت کی اتباع کی جائے، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فرمانبرداری و پیروی کی جائے اور اس پر مداومت کی جائے کیونکہ بغیر اتباع شریعت ولایت وطریقت کے مقام پر فائز نہیں ہوا جاسکتا۔اگر چہ اس سے لاکھ خلاف عادت کام سرزد ہوں اور جاہل لوگ اسے کرامت سمجھیں۔اسی مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے کئی اصحاب معرفت اور اہل شریعت کے حوالے سے رئیس الاتقیاء علامۃ الدہر حضرت مولانا مفتی نقی علی خاں والد گرامی سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہما لکھتے ہیں۔

''طریقت بے شریعت حاصل نہیں ہوتی اور بدون فرمانبرداریٔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کوئی دولت ہاتھ نہیں آتی۔امام قشیری جنید بغدادی سے نقل کرتے ہیں۔ سوائے پیرویٔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سب راہیں بند ہیں۔جو شخص قرآن و حدیث سے جاہل ہے، پیروی کے قابل نہیں کہ مذہب صوفیہ مقید بہ قرآن وحدیث ہے۔ حضرت سری سقطی قدس سرہ فرماتے ہیں۔''صوفی وہ ہے کہ معرفت اس کے تقوی میں خلل نہ ڈالے، کوئی بات خلاف شرع نہ کہے، بزور کرامت حرام شرعی کو حلال نہ ٹھہرائے''...... سلطان العارفین بایزید بسطامی قدس سرہ سے منقول ہے:''اگر تم کسی کو ہوا پر اڑتے دیکھو جب تک شرع پر قائم نہ ہو پناہ کامل نہ سمجھو۔ایک شخص بسطام میں مشہور بہ کرامت تھا۔آپ اس کی ملاقات کو گئے اتفاقاً اس نے قبلہ کی طرف تھوکا فوراً واپس چلے آئے۔فرمایا''جو

آداب شریعت سے واقف نہیں خدا کو کیا پہچانے گا“۔

ابو سلیمان دارانی فرماتے ہیں: جو بات دل میں آتی ہے شریعت پر پیش کرتا ہوں۔ اگر قرآن و حدیث کے موافق پاتا ہوں، مانتا ہوں ورنہ نہیں۔ بعض صوفیہ کہتے ہیں” آج جو راہ شریعت پر قائم ہے قیامت کو صراط پر قائم رہے گا اور جو خط مستقیم شرع سے ذرا بھی جدا ہوگا جس قدر چلے گا مرکز و مقصد سے دور پڑے گا...... خواجہ جنید کو خبر پہنچی کہ تین دن سے امام ثوری نے کچھ نہیں کھایا، عالم وجد میں اللہ اکبر اللہ اکبر کہتے ہیں۔ فرمایا: نماز کا کیا حال ہے؟ کہا نماز کے وقت ہوش میں آجاتے ہیں، فرمایا: الحمد للہ! حال ان کا صحیح ہے کہ خلاف شرع سے محفوظ ہیں“

خواجہ ذوالنون مصری فرماتے ہیں:” خدا اور رسول کی محبت کی نشانی یہ ہے کہ افعال واخلاق، امر و نہی میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی کرے“۔ ۱۳

اس اقتباس سے ظاہر ہے کہ ولایت و بزرگی کی پہچان یہ ہے کہ آدمی شریعت مطہرہ کا پابند ہو، آداب شریعت کو ملحوظ اور ان کے خلاف سے محفوظ رہے جو قرآن و حدیث کے موافق ہو اسے کلیجہ سے لگائے اور اس کے خلاف سے دور بھاگے۔

ہم حضور مفتی اعظم شبیہ مجدد اعظم نائب رسول اعظم سیدی محمد مصطفیٰ رضا خاں بریلوی قدس سرہ کی زندگی پر نظر ڈالتے ہیں تو آپ کی پوری زندگی شریعت طاہرہ کی پابندی اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اتباع و پیروی میں گذرتی نظر آتی ہے۔ وہ بھی اس شان سے کہ کسی کو یہ معلوم کرنا ہو کہ یہ مسئلہ شریعت میں جائز ہے کہ ناجائز یا اس سلسلہ میں سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کیا رہی ہے تو آپ کے سامنے پہنچ کر آپ کے عمل کو دیکھ لیتا اور یہ فیصلہ کر لیتا کہ یہی سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ گویا آپ محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کی چلتی پھرتی تصویر تھے...... اس موقع سے مولینا سید محمد مدنی میاں کچھوچھوی نے بڑی پیاری بات کہی ہے۔ الفاظ کی شیرنی سے محظوظ ہونے

۱۳ سرور القلوب بذکر المحبوب ص ۲۰۹، مصنفہ مفتی نقی علی خاں بریلوی قدس سرہ

کے لیے انہیں کی زبانی سنیے۔

''بخاری و مسلم کا سننے والا جس یقین و اذعان کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ ہم نے رسول کریم کے اقوال سنے اسی یقین واذعان کے ساتھ حضور مفتیٔ اعظم ہند کے دیکھنے والے کو یہ حق ہے کہ کہے ہم نے رسول کریم کی (سنت کی) چلتی پھرتی تصویر دیکھی۔ فرائض و واجبات ومؤکدات کو رہنے دیجیے جو ہستی مباحات وفطری خواہشات میں بھی رسول کریم کی اطاعت واتباع سے سرمو متجاوز نہ ہووہ رسول کریم کی سچی تصویر اور افعال رسول کی حفاظت کا پیکر نور نہیں تو اور کیا ہے؟'' [۱۴]

ذہن پر بار نہ ہو تو آپ کی استقامت علی الشریعہ و اتباع رسول سے متعلق حقیقت کشائی کا ایک دلنشیں پیراگراف ملاحظہ فرمالیجیے۔ پیر طریقت مولانا رکن الدین اصدق صاحب رقم طراز ہیں۔

''ولی کی شناخت کی کسوٹی اگر اتباع سنت ہی ہے تو اپنی معلومات کی بنیاد پر یہ عرض کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اقطار ہند میں اس وقت حضور مفتیٔ اعظم ہند سے بڑھکر کوئی بھی ولی نہ تھا۔ ابدال وابرار جو قدرتی نظام پر مامور من اللہ ہیں انہیں چھوڑ کر جہاں تک میری نگاہ پہنچ سکی ہے کوئی بھی حدود اللہ کی ایسی رعایت، سنت رسول اللہ پر اتنا التزام اور مستحبات سے اس قدر شغف رکھنے والا میری نظر سے نہیں گذرا۔ فرائض و واجبات کی حد تک تو پابندیاں دیکھنے میں آتی ہیں اس لیے کہ اس کی اہمیت کو ملحوظ رکھنا آسان ہے مگر وہ زوایہ نگاہ پیدا کرنا بہت دشوار ہے جو ہر کجی کو دیکھے، ہر خامی کی گرفت کرے اور ہر نقص کو معلوم کرے مکروہات تو در کنار، خلاف اولیٰ سے اس حد تک گریز کرے کہ ضعف و ناتوانی و علالت کی حالت میں بھی اس کو اپنے قریب پھٹکنے نہ دے۔ بہت ساری سنتوں کو ساقط کر دینے والے اعذار کی موجودگی کے باوجود کم درجہ مستحب کو بھی ایسا محبوب رکھے کہ مشقت کی گھڑی دراز ہو جانے کی بھی قطعاً کوئی فکر نہ ہو اس معیار پر حرف بہ حرف پوری اترنے والی

[۱۴] مفتی اعظم ہند نمبر (استقامت) ص ۱۲۶، مضمون علامہ سید محمد مدنی میاں کچھوچھہ مقدسہ

فردالفرید ذات مجھے حضور مفتی اعظم ہی کی نظر آئی''۔۱۵

فقیر راقم الحروف کہتا ہے کہ مفتی اعظم کی اتباع شریعت اور اظہار کرامت کا عالم یہ تھا کہ وصال کے بعد بھی آپ نے اتباع رسول، استقامت فی الدین اور محافظت شریعت کی لاجواب مثال قائم کردی ہے...... جس وقت آپ کو غسل دیا جارہا تھا تو تیز ہوا چلنے کی وجہ سے یا غسل دینے والے کی بے توجہی سے نعش مبارک کا ستر زانو کے قریب کھل گیا فوراً آپ کا دست اقدس حرکت میں آیا اور اسے ڈھک لیا...... کئی اشخاص اس واقعہ کے عینی شاہد ہیں جو آپ کے غسل کے وقت موجود تھے خصوصاً حضرت مولانا نصیرالدین صاحب قبلہ استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور، حضرت علامہ اختر رضا ازہری، قاری امانت رسول صاحب پیلی بھیت۔ آپ کی تجہیز وتکفین میں شریک ہونے والے کئی افراد نے مجھ سے یہ واقعہ شرکت سے واپسی کے بعد سنایا۔

اس طرح سیدی مفتی اعظم نے اپنی روشن کرامت سے دنیا والوں کو بتا دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کی پیروی ہر حال میں برقرار رہنا چاہیے اور جادۂ شریعت سے قدم ڈگمگانا نہیں چاہیے۔ نیز باور فرمادیا کہ ولی اگرچہ ظاہر میں مرتا ہے مگر حقیقۃً وہ زندہ رہتا ہے۔ اسے اچھائی اور برائی کا علم ہوتا ہے اور قوت واختیار بھی حاصل رہتا ہے۔ ہزاروں سلام ایسی ذات والاصفات پر جس کی بعد وفات استقامت اور پاس شریعت کا عالم یہ ہے تو اس حیات میں کیا عالم ہوگا جو سراپا سنت رسول واطاعت فرمان نبی کی چلتی پھرتی تصویر تھی۔

جن کی ہر ہر ادا سنت مصطفیٰ ان کی نورانی تربت پہ لاکھوں سلام

## مفتی اعظم کی استقامت اور اتباع رسول کے شہ پارے

علمائے مفکرین ومحققین کے ان مبنی برحقائق تاثرات کے بعد ہم آپ کے سامنے مفتی اعظم کی استقامت فی الدین کی چند جھلکیاں پیش کرتے ہیں، جن سے ظاہر ہوگا کہ

۱۵ رفاقت مفتی اعظم نمبر ص ۹۔ مضمون پیر طریقت مولانا سید رکن الدین اصدق صاحب

مفتیٔ اعظم تاجدار اہل سنت کے وجود نے اتباع رسول کے وہ پھول کھلائے جن کو دیکھ کر دنیا کی عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں اور ان شہ پاروں کے ملاحظہ کرنے کے بعد اہل ایمان کو مزید اتباع رسول کا جذبۂ شوق بیدار ہو جاتا ہے۔ البتہ ان کی ترتیب احکام شرع کی ترتیب پر ہو گی یعنی پہلے فرائض اس کے بعد واجبات، سنن اور مستحبات پر استقامت، پھر حرام اور مکروہ سے اجتناب کی بحث۔

## ا۔ فرائض پر استقامت و پابندی کے نمونے

(۱) وابستگان اسلام بخوبی جانتے ہیں کہ نماز اسلام کا اہم ستون و رکن اعظم ہے جس نے اسے قائم کیا دین کو قائم رکھا اور جس نے اس ستون کو منہدم کیا اس نے دین کو ریزہ ریزہ کر دیا (معاذ اللہ) اسی لیے بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس دور پرفتن وقحط الرجال میں جو شخص نماز با جماعت پابندی سے پڑھ لیتا ہے یقیناً وہ ایک ولی ہے...... مفتی اعظم کی یہ خصوصیت تھی کہ سفر میں ہوں یا حضر میں، گاڑی پر ہوں یا پیدل، نماز کو چھوڑنا تو در کنار وقت سے ٹلنے نہ دیتے تھے اگر چہ انہیں اس کے لیے لاکھ صعوبتیں اور مشکلات سے دوچار ہونا پڑے۔ یہاں تک کہ بسا اوقات نماز کے لیے بس اور ٹرین چھوڑنے کی بھی نوبت آجاتی۔ ایک مرتبہ کا سانحہ شاعر اسلام راز الہ آبادی مرحوم کی زبان حقیقت ترجمان سے سماعت کیجیے۔

''ایک بار بلرام پور سے حضرت کو لے کر بذریعہ بس الہ آباد آ رہا تھا۔ حضرت مولانا مفتی رضوان الرحمٰن صاحب جو ایک زبردست عالم ہیں وہ بھی ہمراہ تھے۔ الہ آباد کے قریب بس پھاپھامئو کے پل پر آ کر رک گئی۔ دریائے گنگا پر پل ہے چونکہ پل پر ایک بس آ جا سکتی ہے اس لیے بس رک گئی تھی کہ ادھر سے آنے والی بسیں نکل جائیں تو یہ جائے۔ حضرت نے سامنے دیکھا کہ سورج ڈوبنے والا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ نماز عصر کہاں پڑھی جائے گی۔ میں نے کہا کہ حضرت الہ آباد میں۔ حضرت نے فرمایا کہ الہ آباد پہنچتے پہنچتے سورج غروب ہو جائے گا اور یہ کہہ کر حضرت بڑی تیزی سے جانماز اور لوٹا لے کر بس سے

اتر گئے۔ سڑک کے کنارے بہت گہرے غار میں برسات کا پانی جمع تھا۔ حضرت نے اس پانی کو دیکھ کر فرمایا کہ میں وہیں وضو کروں گا اور یہ کہہ کر اس گہرائی میں بڑی تیزی سے اترنے لگے اور اس قدر مزاج برہم تھا کہ میں اور مفتی رضوان الرحمٰن ڈرنے لگے کہ آج تک حضرت کو اس قدر برہم ہوتے نہیں دیکھا۔ بس حضرت کی زبان سے یہی جملہ بار بار نکلتا تھا ارے میری نماز عصر! ارے میری نماز عصر! یا اللہ کرم فرمادے اور میں نماز ادا کرلوں۔ کیا غضب ہے کہ سورج ڈوبا جارہا ہے۔ یہ کہتے کہتے حضرت بے تحاشہ گہرائی کی طرف اترنے لگے۔ راہ چلنے والے روک رہے ہیں۔ پولیس والا آواز دے رہا ہے کہ آپ گر پڑیں گے مگر وہ اسی تیزی سے نیچے اترے جارہے تھے کہ میں نے دوڑ کر حضرت کا ہاتھ کسی طرح پکڑا مگر اس قدر قوت کہ میں بتا نہیں سکتا۔ بس یہ معلوم ہوتا تھا کہ ہم لوگ بس اب گرے تب گرے۔ مگر حضرت پانی کے قریب پہنچ گئے۔ اب جب پانی میں اپنا لوٹا ڈالا تو کیچڑ اور پانی کنارے پر ایک ساتھ نکلا۔ میری طرف حضرت نے اپنا رومال پھینک کر فرمایا ''تم اپنی نماز پڑھو تم وضو سے ہو'' میں نے حکم کی تعمیل کی اور نماز پڑھنے لگا۔ اب میں یہ دیکھتا ہوں کہ اچانک حضرت اس پانی میں چل کر بیچ میں پہنچ گئے اور ایک پتھر بیچ پانی میں ابھر آیا اس پر بیٹھ کر وضو فرمانے لگے۔ میری آنکھیں حیرت سے پھٹی پڑ رہی تھیں۔ یا اللہ! یہ نحیف اور کمزور بزرگ کس طرح بیچ پانی میں پہنچ گئے اور یہ پتھر بیچ پانی میں کس نے اور کب رکھ دیا۔ حضرت نے وضو کیا اور واپس کنارے تشریف لائے۔ حضرت نے مصلی پر نماز عصر شروع کردی، ادھر میں نے دیکھا اور سڑک پر لوگ حیرت سے یہ تمام منظر دیکھ رہے تھے۔ بس چونکہ میل تھی وہ چلی گئی۔ [١٦]

## ۲۔ آپ کی بے مثال نماز اور اس کے سبب گاڑی کا رک جانا

عشق وعرفان میں ڈوبی ہوئی نماز کی جھلکتی ہوئی تصویر ملاحظہ کیجئے۔ فقیہ النفس حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ بیان فرماتے ہیں:

ایک مرتبہ حضرت اُجّین سے جے پور جاتے ہوئے ناگدہ اسٹیشن پر بمبئی دہرادون

[١٦] استقامت کانپور مفتی اعظم ہند نمبر ص ٢٧٤، مضمون مولانا مبین الہدیٰ نورانی صاحب جمشید پور

ایکسپریس پر سوار ہوئے۔ سیکنڈ کلاس کا ٹکٹ تھا۔ ڈبے میں پہونچے تو پورا ڈبہ فوجیوں سے بھرا پڑا تھا۔ فوجی کتنے بدتمیز اور عوام کے لیے ظالم ہوتے ہیں وہ سب جانتے ہیں۔ وہ وحشی سیٹوں پر ٹانگیں پھلائے لیٹے تھے۔ بڑی مشکل سے بیٹھنے کی جگہ ملی۔ تھوڑی دیر بعد عصر کا وقت ہوگیا، پورا ڈبا بھرا ہوا تھا کہیں جگہ نہ تھی اور گاڑی اسٹیشنوں پر برائے نام رکتی۔ فرمایا'' نماز پڑھوں گا'' میں پریشان ہوگیا۔ چاروں طرف نظر دوڑائی ایک فوجی سکھ کا بہت بڑا ٹرنک پڑا تھا جس پر بستر رکھا ہوا تھا، میں نے اس سے کہا کہ ہمارے حضرت نماز پڑھیں گے، اگر آپ مان جائیں تو اس ٹرنک پر سے بستر اتار دوں اور اس پر نماز پڑھ لیں۔ وہ مان گیا اور خود اسی نے بستر اٹھایا اور کھڑا رہا گاڑی جب ایک اسٹیشن پر پہنچی تو حضرت کو اسی پر کھڑا کر دیا۔ حضرت نے اس طرح نماز ادا فرمائی۔'' آگے چل کر پھر لکھتے ہیں۔

''جب مغرب کا وقت ہوا تو ایک اسٹیشن پر بغیر مجھے بتائے ہوئے اتر پڑے۔ میں پیچھے پیچھے جانماز لے کر دوڑا۔ فرض کا سلام پھیرتے ہی گاڑی نے سیٹی دے دی۔ میں جلدی سے گاڑی کی طرف بڑھا اور حضرت نے سنت کی نیت باندھ لی اور گاڑی سیٹی پر سیٹی دیتی رہی۔ اس وقت میری پریشانیوں کا عالم کیا تھا وہ میں ہی جانتا ہوں، سامان گاڑی پر اور حضرت پلیٹ فارم پر، اگر گاڑی چلی جائے تو کیا کروں گا۔ اس کشمکش میں نظر انجن کی طرف گئی تو دیکھا کہ ڈرائیور حضرت کی طرف دیکھ رہا ہے۔ اب کچھ اطمینان ہوا۔ بالآخر جب حضرت نماز سے فارغ ہوکر ڈبے میں تشریف لائے تو گاڑی چلی۔ اس قسم کے موقع پر قوی سے قوی اعصاب والے انسان کے ہوش وحواس بے قابو ہوجاتے ہیں، مگر مفتی اعظم ہند پر کوئی اثر نہ پڑا اور بااطمینان خاطر نماز میں مصروف رہے۔ یہ دلیل ہے کہ حضرت مفتی اعظم ہند کا معاملہ خدائے عزوجل سے اتنا قوی تھا کہ کوئی چیز بھی اس میں مخل نہیں ہوسکتی تھی۔ حالانکہ یہ تلخ تجربہ ہوچکا تھا''۔ [۱۷]

---

[۱۷] انوار مفتی اعظم ص۲۶۱، ۲۶۲۔ ناشر رضا اکیڈمی ممبئی۔ مضمون شارح بخاری فقیہ النفس حضرت مفتی شریف الحق صاحب امجدی علیہ الرحمۃ والرضوان۔

آج چراغ لے کر ڈھونڈھیئے تو بھی بلا شبہ آپ کو ایسے افراد شاید ہی ملیں گے کہ اتنے دشوار کن مراحل سے گذرنے کے بعد فرض تو فرض سنت کو بھی ہاتھ سے جانے نہ دیں۔ مگر مفتی اعظم کیسے خاصان خدا سے تھے کہ کتنی کلفتوں سے غار میں اتر کر وضو بناتے، کس طرح کی بھیڑ میں نماز ادا کرتے، ہر نماز کو بیٹھ کر نہیں کھڑے ہو کر اپنے وقت پر ادا کرتے اور گاڑی چھوٹنے کی بھی فکر نہیں کرتے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

## ۳۔عزیمت اور استقامت والی عدیم النظیر نماز

مفتی اعظم قدس سرہ نے اتباع شریعت اور پابندئ صلوۃ کی ایسی نظیر قائم کی ہے کہ میری نظر اس کی مثال لانے سے قاصر ہے۔ جماعت اہل سنت آپ کی ذاتِ بابرکت پر جتنا ناز کرے اور اپنے رب کا جتنا شکریہ ادا کرے کم ہے کہ اس نے اس جماعت کو ایسی بے مثال ذات ستودہ صفات تقوی شعار عطا کیا جس نے شریعت کو عملی جامہ پہنا کر سمجھایا۔ آج لوگ اکثر رخصت کے پیچھے دوڑتے ہیں مگر مفتی اعظم ہمہ وقت فضلیت اور عزیمت ہی پر عمل کرنے کے کوشاں رہتے۔ اس کا نمونہ ذیل کے اس واقعہ میں ملاحظہ کیجئے جو دارالعلوم اسحاقیہ جودھ پور کے سالانہ جلسہ سے واپسی پر دہلی میں پیش آیا تھا، اس کے راوی بھی حضرت فقیہ النفس موصوف ہی ہیں لہذا انہیں کے فیض نگار قلم سے سنیئے:

''جب گاڑی دہلی کے قریب گوڑ گاؤں میں پہنچی تو میں نے حضرت کو اٹھایا، اٹھنے کے بعد استنجا خانہ تشریف لے گئے مگر وہاں بہت لمبی قطار تھی وہ بھی عورتوں کی، حضرت بے چینی کیساتھ استنجا خانہ کے خالی ہونے کا انتظار کرتے رہے۔ میں بستر باندھنے میں مشغول تھا جب گاڑی دہلی کے پلیٹ فارم پر پہنچ گئی تب کہیں جا کر استنجا خانہ خالی ہوا اور حضرت تشریف لے گئے۔ جب حضرت استنجا سے فارغ ہو گئے تو مراد آباد جانے والی گاڑی جس پلیٹ فارم پر لگی تھی وہاں تشریف لے گئے، جب سامان گاڑی میں رکھا جا چکا تو فرمایا۔ کپڑے نکال دیں میں نے حکم کی تعمیل کی۔ کپڑے نکال کر حضرت کو دیئے اور بکس بند کرنے میں مصروف رہا۔

بکس بند کر کے دیکھا تو حضرت کپڑے لے کر بڑی تیزی سے پلیٹ فارم کے پل کی جانب جارہے ہیں۔ میں متحیر ہو گیا کہ یا اللہ! حضرت کہاں جارہے ہیں، مگر میں کرتا کیا گاڑی میں سامان چھوڑ کر حضرت کے پیچھے بھی نہیں جا سکتا تھا۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کے بعد حضرت واپس ہوئے، جاڑے سے کانپ رہے تھے، قدم برابر نہیں پڑ رہے تھے، میرا دل دھک دھک کرنے لگا۔ ڈبے سے باہر نکل کر اندر لایا، ڈبے میں چڑھانے کے لیے ہاتھ پکڑا تو برف کی مانند سرد۔ فرمایا بستر کھولیے میں نے بستر کھولا تو فوراً لیٹ گئے اور بڑی تیزی سے لحاف اوڑھ لیا۔ اب میں نے ڈرتے ڈرتے پوچھا کہ حضرت کہاں تشریف لے گئے تھے۔ کانپتی ہوئی آواز میں فرمایا ''وہ خبیثات پاخانہ کے دروازے پر کھڑی تھیں، مجھے استنجا کی شدید حاجت تھی، کپڑے ناپاک ہو گئے۔ سوچا کہ کسی مسجد میں جا کر غسل کر کے کپڑے بدل لوں، رکشہ کر کے ایک مسجد میں گیا وہاں نہانے کا بندوبست نہ تھا، تو پھر دوسری مسجد میں گیا وہاں گرم پانی بھی تھا اور نہانے کا بندوبست بھی، غسل کر کے کپڑے بدلے، نماز پڑھی اور واپس آیا۔ رکشے پر ہوا لگنے سے جاڑا معلوم ہونے لگا، دہلی میں سردی بھی بہت پڑتی ہے'' یہ سنتے ہی قدموں پر گر گیا کہ انہیں اللہ والوں کے وجود مسعود کے صدقے میں زمین و آسمان قائم ہیں، ملخصاً'' [۱۸]

متاع زندگی جس نے لٹا دی جان رحمت پر
خدا کی رحمتوں کے پھول برسیں ان کی تربت پر

## ۴۔ نماز میں مفتی اعظم کا احتیاط اور عدیم المثال تقویٰ

اصل واقعہ سے قبل ایک مسئلہ کی وضاحت ضروری ہے۔ اعضائے وضو میں ایسی چیز کا لگا رہ جانا جس کی دیکھ بھال و نگہداشت میں دقت و حرج ہو، شرعاً معاف ہے۔ ایسے وضو سے نماز ہو جاتی ہے۔ مثلاً بہار شریعت حصہ دوم میں ہے کہ ''جس چیز کی آدمی کو عموماً یا خصوصاً ضرورت پڑتی ہے اور اس کی نگہداشت اور احتیاط میں حرج ہو، ناخنوں کے اندر یا

[۱۸] از رشحات قلم شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان

اوپر یا اور کسی دھونے کی جگہ پر اس کے لگے رہ جانے سے اگر چہ جرم دار ہو، اگر چہ اس کے نیچے پانی نہ پہنچے، اگر چہ سخت چیز ہو، وضو ہو جائے گا۔ جیسے پکانے، گودھنے والوں کے لیے آٹا، رنگریز کے لیے رنگ کا جرم، عورتوں کے لیے مہندی کا جرم، لکھنے والے کے لیے روشنائی کا جرم، مزدور کے لیے گارا مٹی، عام لوگوں کے لیے کوئے یا پلک میں سرمہ کا جرم، اسی طرح بدن کا میل، مٹی، غبار، مکھی، مچھر کی بیٹ وغیرھا" (اسی طرح چونا اور کتھا کا ناخن میں لگا رہ جانا) لیکن پھر بھی اگر ان چیزوں کے بارے میں معلوم ہو تو اسے چھڑا کر پانی بہا لینا چاہیے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص مذکورہ چیزوں میں سے کسی کے جسم پر لگی رہنے کے باوجود نماز پڑھ لے تو نماز ہو جائے گی۔ اگر چہ بعد نماز ان چیزوں کے رہنے کا علم بھی ہو جائے۔ لیکن نماز کا اعادہ کر لے تو یہ احتیاط و تقوی ہے۔ مفتی اعظم اس احتیاط پر کس طرح عمل کر کے دکھاتے ہیں۔ اسے ذیل کے واقعہ سے گہرائی میں اتر کر معلوم کرنے کی ضرورت ہے۔ مولینا قربان علی رضوی بیسلپوری آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہیں۔

"ایک مرتبہ حضرت مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ قبلہ بیسلپور ضلع پیلی بھیت تشریف لے گئے۔ فقیر کے غریب خانہ پر قیام کیا۔ کچھ لوگوں کی خواہش پر ان کے گھر بھی تشریف لے گئے۔ حضرت کے ہمراہ یہ غلام بھی تھا۔ تھوڑی تھوڑی دیر ہر ایک کے مکان پر قیام فرمانے کے بعد میرے غریب خانہ پر واپس تشریف لاتے وقت راستے میں جامع مسجد پڑی۔ عصر کا وقت ہو گیا۔ فرمایا: "عصر کی نماز ادا کر لی جائے" چنانچہ مسجد میں تشریف لے گئے اور وضو کیا اور ہم لوگوں نے بھی وضو کیا۔ فرمایا نماز کون پڑھائے گا۔ پھر فرمایا کہ نماز پڑھایئے۔ میں نے عرض کیا حضور آپ نماز پڑھائیں۔ لہٰذا حضرت نے امامت فرمائی۔ ہم چار پانچ لوگ مقتدی تھے۔ نماز پڑھانے کے بعد حضرت نے ہاتھ کی چھنگلی کو دکھاتے ہوئے فرمایا کہ چھنگلی کے ناخن میں پان کا کتھا لگا رہ گیا، وضو پھر سے کروں گا۔ میں نے خود دیکھا کہ بہت معمولی سے حصہ پر کتھا کا رنگ سا لگا ہوا تھا اور عادۃً اس کی طرف توجہ نہیں ہوتی ہے اور وضو اس کے باوجود صحیح ہے جبکہ وہ چیز دلدار نہ ہو اور پانی پہنچنے سے مانع نہ ہو۔ ہر چند کہ نماز صحیح ہو گئی تھی لیکن احتیاطاً وضو پھر سے کیا اور نماز کا اعادہ کیا۔ اس اعادۂ جماعت

میں جناب سعادت یار خاں صاحب جو پہلے جماعت میں نہیں تھے آکر شامل ہو گئے۔ حضرت نے سلام پھیرنے کے بعد ان صاحب سے جو اس ادائے جماعت میں آکر شامل ہوئے تھے" فرمایا:" آپ نماز دوبارہ پڑھیں آپ کی نماز نہیں ہوئی۔ کیونکہ یہ نماز کا اعادہ احتیاطاً کیا جا رہا تھا۔ ان صاحب نے فوراً برجستہ کہا کہ حضرت کیا آپ نماز میں مجھے شامل ہوتے ہوئے دیکھ رہے تھے" حضرت نے فرمایا:"نماز کی حالت میں جو چیز محاذات میں نظر آئے وہ دیکھنا نہیں کہلاتا"۔

اللہ اکبر! حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کو شریعت کا کس قدر پاس تھا، نیز نماز میں احتیاط کا کیا عالم تھا اوپر کے واقعہ سے مترشح ہوتا ہے کہ ناخن کے تھوڑے سے حصہ پر کتھے کا اثر لگے رہنے کی بنا پر احتیاطاً دوبارہ وضو فرما کر نماز کا اعادہ کیا نیز ہم غلاموں کو بھی تھوڑے سے وقت میں تین چار مسئلوں کا سبق دیا۔

(۱) اگر کسی انگلی کے ناخن میں کوئی چیز لگی ہو جس کی وجہ سے ناخن کے اس حصہ پر پانی نہ بہہ سکے تو بغیر اس کے چھڑائے ہوئے وضو نہیں ہوگا۔ ؎

(۲) اگر اس وضو سے نماز ادا کی گئی ہو تو نماز کا اعادہ ضروری ہے۔ ؎

(۳) اس نماز کا اعادہ جو کہ احتیاطاً ہو یا مکروہ ہونے کی بنا پر ہو، اس کی جماعت میں کوئی نیا شخص آکر شامل ہو گیا تو اس کی نماز نہیں ہوگی۔

(۴) نماز کی حالت میں محاذات میں کسی چیز کا نظر آنا، دیکھنا نہیں کہلاتا جس سے نماز فاسد و مکروہ ہو۔" ۱۹

## خوف وہراس کے ماحول میں بھی مسجد میں جا کر نماز کی پابندی

تقسیم ہند کے وقت مسلمان سخت کشمکش میں مبتلا تھے۔ ہر طرف خوف و ہراس کا عالم تھا یہاں کے ہندو مسلمانوں کے خون کے پیاسے تھے اور مسلمان ہندوستان چھوڑ کر

۱۹ مولانا قربان علی بیسلپوری۔ مقالہ مفتی اعظم ہند ایک روشن ضمیر بزرگ، مشمولہ استقامت کانپور
؎ یہ جناب قربان علی صاحب کا اپنا خیال ہوگا، اصل مسئلہ بہار شریعت کے حوالہ سے گزرا۔

پاکستان جارہے تھے۔ بریلی کا محلہ سوداگران بھی اس مسموم فضا سے محفوظ نہ رہ سکا۔ وہاں بھی مسلمانوں کی جان سخت خطرہ میں تھی اور کتنے شہادت کے گھونٹ پی چکے تھے۔ ایسے پر آشوب اور پرخطر ماحول میں بھی مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالی عنہ نے مسجد کو آباد رکھا اور لوگوں کے ہزار منع کرنے کے باوجود آپ وہیں جا کر نماز ادا کرتے۔

مولانا یٰسین اختر مصباحی لکھتے ہیں:

"تقسیم ہند کے بعد جبکہ مسلمان اور ہندو ایک دوسرے کے خلاف سخت مشتعل تھے اور برصغیر ہندوستان میں آگ اور خون کی ہولی کھیلی جارہی تھی اور صبح وشام خوف و ہراس کے گذر رہے تھے بالخصوص ان علاقوں میں جہاں مسلمان نقارۂ رحیل بجا کر اپنا رخت سفر باندھ رہے تھے۔ ایسے ہنگامہ خیز دور میں آپ مسجد ہی میں نماز ادا کرنے جاتے اور لوگوں کے منع کرنے کے باوجود اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے اور وقت پر مسجد پہنچ جاتے۔ دنیا آج بھی جا کر دیکھ سکتی ہے کہ محلہ سوداگران بریلی میں صرف آپ کا خاندان آباد ہے بقیہ سب ہندو ہیں جن میں کثیر تعداد شرناتھیوں کی ہے"۔[۲۰]

اس عالم دہشت ومظنۂ اندیشہ میں مسجد کو آباد کر کے مفتی اعظم نے اس آیت کریمہ کی عملی تفسیر پیش کی ہے۔

"اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَی الزَّكٰوةَ وَ لَمْ یَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰی اُولٰئک اَنْ یَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ"

اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے اور نماز قائم کرتے اور زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تو قریب ہے کہ یہ لوگ ہدایت والوں میں ہوں (کنزالایمان سورۂ توبہ)

## ہوائی جہاز کے سفر سے بھی اللہ کی عبادت اور نماز ہی کا قصد

دنیا والے ہوائی جہاز کے سفر کو اس لیے اچھا سمجھتے ہیں کہ یہ بہت آرام دہ ہے یا

---

۲۰۔ ماہنامہ حجاز جدید، مفتی اعظم ہند نمبر ص ۹۴......۱۹۹۰ء

اس کے سفر میں وقت کم لگتا ہے یا اور کوئی جذبۂ شوق میں اس کا سفر اچھا سمجھا جاتا ہے۔ مگر میں قربان جاؤں اللہ کے ولیوں کی روشن خیالی و مزاج دینی پر کہ ان کا ہر کام اللہ تعالی کی عبادت و بندگی کی ہی نیت سے ہوتا ہے۔ ان کا اٹھنا، بیٹھنا، چلنا، پھرنا، سونا جاگنا اور سکوت و گفتار سب اللہ کی عبادت کے لیے ہوتا ہے۔ عرصہ ہوا زمانہ طالب علمی میں استاذی علامہ حافظ عبدالشکور صاحب قبلہ استاذ الجامعہ الاشرفیہ زید مجدہ نے صوفیائے کرام کا فرمان عالی بتایا تھا کہ ''انسان کا ہر لمحہ عبادت الٰہی میں گذرنا چاہیے۔'' خادم نے عرض کیا تھا حضور! یہ کیسے ممکن ہے کہ انسان ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہے۔ جبکہ شریعت مطہرہ کا حکم ہے کہ رہبانیت اختیار نہ کرے۔ بال بچے کے حقوق اور دیگر حقوق عباد بھی انجام دے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا تھا کہ ''صوفیہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ انسان جو کام کرے اخلاص سے اللہ کی رضا کے لیے کرے۔ روزی کمائے تو اس غرض سے کہ حلال رزق حاصل کرنا فرمان الٰہی ہے، بال بچوں کی پرورش کرے تو اس نیت سے کہ یہ اللہ کے بندے ہیں جن کی کفالت رب العزت نے میرے ذمہ کی ہے۔ غلط بات زبان سے نہ نکالے جب بھی بولے صحیح بولے، جو قدم اٹھائے جائز کام کے لیے صحیح نیت سے رضائے مولی کے لیے اٹھائے تو اس طرح یقیناً انسان کا ہر لمحہ اللہ کی عبادت میں گذرے گا۔''

سیدنا مفتی اعظم محمد مصطفیٰ رضا خاں نوری کی زندگی کا آج جائزہ لینے والے اس نتیجے پر پہنچے بغیر نہیں رہتے کہ آپ کا ہر کام مولی تعالی کی عبادت اور اس کے رسول کی رضا و خوشنودی کے لیے ہوتا۔ صبح و مساء، لیل و نہار، رفتار و گفتار سب طاعت الٰہیہ کے لیے وقف تھے، جو قدم اٹھاتے پہلے یہ سوچتے کہ اس میں اللہ و رسول کی خوشنودی حاصل ہوگی یا نہیں۔ آپ کا حضر بھی ذکر اللہ کے لیے اور سفر بھی عبادت اللہ کے لیے۔

مفتی اعظم کے ایک سفر ہوائی جہاز کو قلم بند کرتا ہوں تا کہ دنیا میں مگن رہنے والے دیکھ لیں کہ اللہ تعالی کی عبادت ہر زاویہ سے ہر لمحہ، ہر گھڑی اور ہر کام میں کیسے ہوتی ہے اور دینی و مذہبی زندگی کیسے گذاری جاتی ہے۔

یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ سید العلماء مارہروی علیہ الرحمۃ والرضوان کے چہلم کے موقع پر ممبئی والوں نے بھی اس کا پروگرام رکھا اور چاہا کہ حضرت مفتی اعظم کو مدعو کریں اس وقت مفتی اعظم اجمیر معلیٰ میں تھے آپ کے ساتھ حضرت مولانا منصور علی اور حضرت مولانا مشتاق نظامی بھی تھے۔ آپ کے عقیدت کیشوں نے اجمیر سے جے پور اور وہاں سے بذریعہ ہوائی جہاز ممبئی لے جانا چاہا تھا اور مفتی اعظم نے یہ کہہ کر انکار فرمادیا تھا کہ جب اجمیر شریف سے ممبئی کا سفر ریل کے ذریعہ پچاس روپئے میں ہوتا ہے تو اس سفر کے لیے چار سو روپے خرچ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ لیکن محبین کے اصرار پر آپ کو ہوائی جہاز سے سفر کرنا پڑا جبکہ جہاز سے آپ کا یہ پہلا سفر تھا......اب اصل واقعہ مولانا منصور علی صاحب خطیب مہاراشٹر ممبئی سے سماعت کیجئے جو واقعہ کے اصل راوی ہیں۔

''جے پور سے ممبئی تک کا فاصلہ (بذریعہ ہوائی جہاز) ایک گھنٹہ میں طے ہوا۔ پہلے کی اطلاع کی بموجب طیرانگاہ پر احباب موجود تھے۔ کار کے ذریعہ شہر کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت اس وقت بے حد مسرور و شاداں تھے۔ فرمایا ہوائی جہاز کا سفر بہت اچھا سفر ہے اس کی وجہ آپ لوگ بیان کیجئے۔ اس وقت جو نیاز مند کار میں ہمراہ تھے۔ ان میں سے کسی نے کہا۔ اچھا سفر ہے اس لیے کہ بہت آرام دہ ہے۔ کسی نے عرض کیا کہ وقت کم لگتا ہے۔ اسی طرح اور لوگوں نے عرض کیا۔'' حضرت نے تمام کے جواب سماعت فرمائے اور پھر فرمایا کہ ''ہوائی جہاز کا سفر اچھا سفر ہے اس لیے کہ اس سفر میں نمازیں قضا نہیں ہوتیں۔ جے پور سے فجر ادا کر کے چار گھنٹے بعد چلے اور ممبئی آگئے ابھی ظہر کا وقت شروع ہونے میں ایک گھنٹہ ہے (یہ سن کر) تمام کی زبان سے سبحان اللہ کی صدا بلند ہوگئی'' [۲۱]

یہ ہے اللہ کے ان برگزیدہ بندوں کی شان جن کی ہر فکر اور سوچ اس لیے ہوتی ہے کہ اللہ کی عبادات وقت پر ادا کی جائیں اور ان کی ہر خوشی و مسرت اسی میں ہے کہ مولیٰ کے اوامر اور احکام بجالا کر اس کی رضا طلبی میں رہا جائے۔ گویا یوں کہیے کہ ان مقربان بارگاہ

---

[۲۱] استقامت مفتی اعظم نمبر، مضمون مولانا منصور علی صاحب خطیب مہاراشٹرا۔

خداوندی کی ہر خوشی اللہ و رسول کی خوشی میں ہے۔ مفتی اعظم نے اسے سوالیہ انداز میں بیان فرما کر اپنے فدا کاروں اور دیگر مسلمانوں کے دل کی گہرائی میں نماز کی اہمیت اتارنے کی کوشش فرمائی ہے۔ کمال تو یہ ہے کہ مفتی اعظم نماز کی اہمیت کا اتنا خیال فرماتے ہیں کہ اپنے شجرہ شریفہ میں بھی مریدین اور متوسلین کو پیغام دیتے ہیں تو یوں کہ:

''ہر کام اخلاص سے خدا کی رضا کے لیے باتباع شریعت کرنا بڑی سعادت، عظیم مجاہدہ و ریاضت ہے۔ ہمارے بعض مشائخ کا ارشاد ہے، ''لوگ ریاضتوں کی ہوس کرتے ہیں، کوئی ریاضت و مجاہدہ ارکان و آداب نماز کی رعایت کرنے کے برابر نہیں۔ خصوصاً پانچوں وقت مسجد میں نماز با جماعت ادا کرنا''

حضور سیدی مفتی اعظم قدس سرہ کی نماز، عبادت، ریاضت، خوف الٰہی اور طلب رضائے مولیٰ کو دیکھ کر حضرت خواجہ اجمیری قدس سرہ کے دور کے ایک بزرگ کا واقعہ میری نظر کے سامنے آگیا جو کسی پرچے میں میں نے پڑھا تھا ''حضرت خواجہ معین الدین چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی سیاحت کے دوران شام کے کسی شہر میں پہنچے، اس شہر سے باہر ایک غار تھا جس میں ایک بزرگ عرصہ سے سکونت پذیر تھے۔ ہیبت الٰہی سے ان کے بدن پر گوشت و پوست نہ تھا صرف ہڈیاں رہ گئی تھیں۔ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری ان کے پاس جا کر بیٹھ گئے تو دریافت فرمایا کہاں سے آئے ہو؟ حضرت خواجہ نے جواب دیا بغداد سے آیا ہوں۔ فرمایا خوب آئے لیکن مناسب ہے کہ درویشوں کی خدمت کرتے رہو تا کہ ذوق درویش حاصل ہو۔ مجھے کئی برس اس غار میں رہتے ہوئے گذر گئے، تمام دنیا سے علیحدگی اختیار کر کے اس غار میں چھپا بیٹھا ہوں۔ ایک بات سے ایسا ڈرتا ہوں کہ رات دن روتے گذرتے ہیں۔ حضرت خواجہ معین الدین سنجری نے دریافت فرمایا، حضرت وہ کون سی بات ہے؟ فرمایا نماز ہے، جس وقت ادا کرتا ہوں، خوف معلوم ہوتا ہے کہ کہیں فروگذاشت نہ ہو گئی ہو اور میری ساری محنت اکارت ہو کر یہی نماز موجب عتاب خداوندی ہو''۔

گذشتہ صفحات میں گذرا کہ مفتی اعظم ہند ہمیشہ نماز کی فکر میں رہتے اسے بڑے

احتیاط کے ساتھ ادا کرتے۔ یہ سب خوف خدا وطلب رضائے مولی کے سبب تھا۔ خوف خدا اور عشق مصطفیٰ کی یہ اثر انگیزی تھی کہ آپ کا جسم گھل کر بالکل ہاڑ رہ گیا تھا۔ اگر چہ اس وقت بھی طاعات الٰہی بجالانے کے سبب اور فضل خداوندی کے شامل حال ہونے کی بنا پر چہرہ بالکل بھرا، بارونق اور پر کشش تھا۔ اس حقیقت کا انکشاف کرتے ہوئے بحر العلوم مفتی عبد المنان صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ تحریر فرماتے ہیں۔

''اس سلسلہ کی ایک بات میں نے نوٹ کیا اور جو آپ میں اور شیموگا کے ایک بزرگ حضرت درویش بابا میں' میں نے مشترک دیکھی۔ وہ یہ تھی کہ اخیر عمر میں جب جسم گھل کر بالکل ہاڑ رہ گیا تھا، اس وقت بھی چہرہ پر گوشت اور نہایت بارونق تھا۔ چہرہ دیکھ کر کوئی یہ اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ اندر یہ اس درجہ دبلے ہوں گے۔ حضرت درویش کو تو میں بار بار دیکھ چکا تھا لیکن حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اس طرح دیکھنے کا زندگی میں صرف ایک بار موقع ملا۔ جب ایک دفع بغل بنوانے کی لیے لوگوں نے جسم سے کپڑا اٹھایا، تو مجھے شدید احساس ہوا کہ چہرے اور جسم کے اس تفاوت کی خصوصیت حضرت میں بھی ہے۔'' ۲۲

اور یہ مسلم حقیقت ہے کہ جو کشتۂ عشق ہوا اس کا جسم عشق کی بھٹی میں جل کر خاکستر ہوا، ورنہ وہ عشق میں شاید کامل نہیں۔ اسی لیے ایک عالم کے لیے موٹا جسم اللہ کو پسند نہیں۔

امام اہل سنت سیدنا اعلیٰ حضرت نے ایک دل کو چھو لینے والا نکتہ ایک سوال کے جواب میں فرمایا۔ ایک شاعر نے کہا ہے:ـ

کر دن مہمائیٔ عشق محمد          جگر کے کوفتے دل کے پسندے

سائل نے اس شعر کو لکھ کر پوچھا ہے کہ انسان کا گوشت حلال ہے یا حرام؟ کسی مقدس شخص کی مہمانی میں یا اس کے عشق کی مہمانی میں انسان کا گوشت پیش کر سکتے ہیں یا نہیں؟ (اگر نہیں تو مذکورہ شعر صحیح نہ ہوگا اور اس کا پڑھنا بھی صحیح نہ ہوگا) امام اہل سنت کا ایمان افروز جواب ملاحظہ فرمایئے، تحریر فرماتے ہیں۔

---

۲۲ حوالہ مذکورہ مضمون مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ۔

"انسان کا گوشت انسان پر حرام ہے۔ عشق پر حرام نہیں، وہ ایک آگ ہے" کہ ماسوائے محبوب کو جلا دیتی ہے۔ گوشت گلانا اس کا پہلا فعل ہے، لہٰذا حدیث میں فرمایا "اِنَّ اللّٰہَ یُبْغِضُ الْحِبرَ السَّمِیْنَ" اللہ دشمن رکھتا ہے موٹے عالم کو، شعر میں مہمانیٔ عشق کہا ہے اس میں کوئی حرج نہیں پڑھ سکتے ہیں۔ ۲۳ے

الروح فداک فزد حرقا یک شعلہ دیگر برزن عشقا

مراتن من دھن سب پھونک دیا یہ جان بھی پیارے جلا جانا (حدائق بخشش)

## عذر کے باوجود وضو کر کے کھڑے ہو کر نماز ادا کرنا

حضرت مفتی اعظم ہند کی عزیمت اور استقامت ملاحظہ کیجیے کہ ایک مرتبہ آپ کے پائے مبارک کا آپریشن ہوا تھا بہت شدت کا درد تھا کھڑا ہونا بہت دشوار کن تھا تکلیف کا حال یہ تھا کہ لیٹنے پر بھی قرار لینے نہیں دیتی۔ ڈاکٹروں نے پیر پر پانی پڑنے کو منع کر دیا ورنہ جسم کو سخت نقصان پہنچائے گا۔ لیکن اس عالم میں بھی مفتی اعظم نے تیمم کے بجائے وضو کیا اور بیٹھنے کے بجائے کھڑے ہو کر نماز ادا کی۔ متوسلین نے بہت درخواست کی کہ تیمم کر لیں پانی نقصان کرے گا، تکلیف شدت کی ہے آپ بیٹھ کر ہی نماز ادا کریں لیکن مفتی اعظم جہاد نفس اور عزیمت کے وہ پہاڑ تھے کہ جو سر کائے نہ سرکے۔ ان کے نزدیک یہی فارمولا تھا کہ عزیمت کا رتبہ ہی کچھ اور ہے۔ سچ کہا ہے ابوالعتاھیہ نے:

اَشَدُّ الْجِهَادِ جِهَادُ الْهَوىٰ وَمَاكَرَّمَ الْمَرْءُ اِلَّا التُّقىٰ

سب سے بڑا جہاد خواہش نفسانی سے جہاد کرنا ہے، اور انسان کو تقوی و پرہیز گاری ہی مکرم و محترم بناتی ہے۔

## مفتی اعظم کے وقت اخیر کی مغرب

مفتی اعظم قدس سرہ کا انتقال پر ملال سخت جاڑے کی شب میں ہوا ہے۔ سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ نقاہت بہت زیادہ تھی، چارپائی سے اٹھ نہیں سکتے تھے لیکن فرما رہے

۲۳ے فتاوی رضویہ جلد ششم مطبوعہ مبارک پور ص ۲۰۹

ہیں کہ مجھے وضو کراؤ! خادم عرض کرتے ہیں سرکار! آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے سردی بھی ہے تیمم کرلیں لیکن حضرت منع کردیتے ہیں اور فرماتے ہیں ''وضو کراؤ'' ایک صاحب لوٹا اٹھا کر پانی ڈالنا چاہتے ہیں مگر حضرت منع فرمادیتے ہیں کہ وضو خود اپنے ہاتھوں سے کروں گا۔ اس طرح نماز مغرب کھڑے ہوکر ادا فرماتے ہیں۔ لوگ عرض کرتے ہیں حضور بیٹھ کر نماز پڑھ لیں لیکن ضعف کے انتہائے عروج پر پہنچنے کے باجود بیٹھ کر نماز پڑھنے کے لیے آمادہ نہ ہوئے۔''

اللہ اللہ! کیسی عبادت کی لگن تھی، اور ان کے مہربان پروردگار کی طرف سے کیسی استقامت بھی ملی تھی جس کا جواب لانا مشکل ہے...... میرے پھوپھی زاد بھائی مولوی شاہ محمد رضا قادری نوری جنہیں مفتی اعظم کی خدمت میں چند سال رہنے کا شرف بھی حاصل رہا ہے، راقم سے فرمایا ''علالت کے ایام میں حضرت کی کمزوری اس حد کو پہنچی ہوئی تھی کہ چلنا تو درکنار کھڑا ہونا دشوار تھا۔ ہم چار پانچ خدام ہاتھوں پر اٹھا کر رضا مسجد لاتے اور وضو کی جگہ بیٹھا دیتے۔ خادم بڑے لوٹے میں آدھا لوٹا پانی رکھ دیتا۔ وضو سے فراغت کے بعد پھر خدام اٹھا کر صف میں بیٹھا دیتے، تکبیر ہوتی اور جونہی حی علی الصلوٰۃ پر مکبر پہنچتا فوراً خود اٹھ کر کھڑے ہوتے اور نہایت سکون واطمینان کے ساتھ نماز پڑھتے۔ بعد نماز بیعت وارشاد فرماتے پھر ہم لوگ اسی طرح سہارا دے کر حجرۂ شریفہ میں لاتے''

اللہ ورسول کے جانثاروں کا یقیناً یہی حال ہے۔ جب ان کی یاد میں مشغول ہوتے ہیں سب غم، ساری تکلیف اور سارا درد کافور ہوجاتا ہے۔ اسی لیے امام عشق ومحبت نے کہا ہے:

ان کے نثار کوئی کتنے ہی رنج میں ہو
جب یاد آگئے ہیں سب غم بھلادیے ہیں

کبھی پڑھا تھا کہ امام عشق ومحبت سیدنا اعلی حضرت اپنی جائیداد کا معائنہ کرنے دیہات پہنچے تھے۔ وہاں شدت سے کمر یا پیٹ میں درد اٹھا اس طرح کہ لیٹے رہنے میں بھی

چین نہ لینے دے لیکن جونہی نماز کا وقت آتا، نماز کے لیے اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے کھڑے ہوجاتے۔ بیان کرتے ہیں کہ نماز کے لیے جونہی کھڑا ہوتا سارا درد کافور معلوم ہوتا کہ گویا کوئی درد ہی نہ تھا اور جونہی نماز سے فارغ ہوا پھر درد عود کر آتا۔

بزرگوں کی نماز پر استقامت اور خشوع وخضوع کو دیکھ کر واقعی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔ بلکہ ان کی داستان زندگی ان مقدس نفوس قدسیہ اور ''السابقون الاولون'' کے واقعات وکرامات کی تصدیق وتوثیق کراتی ہے۔ تاریخ وسیر میں آیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پشت مبارک میں دشمنوں کا ایک تیر پیوست ہوگیا۔ اعزہ واحباب نے نکالنا چاہا لیکن زیادتی تکلیف کے باعث حضرت والا نکالنے نہیں دیتے۔ سب پریشان ہیں کیا کیا جائے۔ اہل بصیرت نے کہا دیکھو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے جسم سے تیر نکالنے کی ایک ہی صورت ہے وہ یہ کہ جس وقت آپ نماز میں ہوں اس وقت نکالا جائے۔ احباب نے یہ رائے تسلیم کی۔ وقت نماز آیا مولیٰ علی نماز میں ہیں۔ اب احباب نے موقع غنیمت سمجھا اور تیر فوراً نکال لیا۔ بعد نماز پوچھنے والوں نے پوچھا حضرت! آپ کے جسم سے تیر نکالا گیا لیکن آپ کی نماز میں کوئی فرق نہ آیا۔ نہ بدن سے کوئی حرکت معلوم ہوئی نہ آہ وفغاں؟ فرمایا مجھے تو کچھ معلوم ہی نہیں ہوا کہ میرے جسم سے تیر نکالا بھی گیا یا نہیں۔

تیرے اصحاب کا نقش قدم ہے راہ خدا
وہ کیا بہک سکے جو یہ سراغ لے کے چلے

## ۱۔ استقامت علی الواجبات کے نمونے

شرع شریف کا یہ حکم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہر منسوب شی کی تعظیم ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے خانوادے کے افراد یعنی سیدوں کی تعظیم وتکریم واجب ہے۔ فقہ کی کتب معتبرہ میں ہے ''تَعْظِیْمُ السَّیِّدِ وَاجِبٌ وَ لَوْ کَانَ فَاسِقاً'' (سیدوں کی تعظیم واجب وضروری ہے اگرچہ فاسق ہی کیوں نہ ہو) اور یہ ناقابل انکار

حقیقت ہے کہ جو راہ سلامتی اور استقامت چاہتا ہے اسے قرآن مقدس کے ساتھ ساتھ نسبت رسول کا بھی پاس رکھنا ہوگا۔ فرمان رسالت ہے "یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنِّی تَرَکْتُ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ مَااِنْ اَخَذْتُمْ لَنْ تَضِلُّوْا کِتَابَ اللّٰہِ وَعِتْرَتِی اَھْلَ بَیْتِی" اے لوگو! میں تمہارے درمیان دو بھاری اور اہم چیز چھوڑے جا رہا ہوں، جب تک تم لوگ ان دونوں کو تھامے رہو گے ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ ان میں سے پہلی چیز کتاب اللہ اور دوسری میری اولاد اہل بیت اطہار ہیں (مشکوۃ صفحہ ۵۶۹)

مفتی اعظم اور آپ کے والد گرامی امام عشق ومحبت سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہما زندگی کے آخری لمحہ تک اس پرکار بند رہے اور کسی بھی سید کی تعظیم میں کسر نہ اٹھا رکھی۔ اپنے محبوب تاجدار کائنات جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا وخوشنودی کے لیے ہر اس کی توقیر بجالائی جس کو اس جان جاناں سے نسبت وتعلق تھا جس کی صدیوں مثالیں اوراق تاریخ پر ثبت ہیں۔

تعظیم نسبت وتکریم سادات سے متعلق یہاں ایک وہ مثال مرقوم کی جاتی ہے جس کا تعلق ایک ایسے شخص سے ہے جس کے بارے میں کسی طرح یہ مشہور ہوگیا تھا کہ اس کے خاندان کا تعلق دیوبندیوں سے ہے جن کے بارے میں علمائے عرب وعجم نے متفقہ طور پر تکفیر کا حکم دیا ہے اور جن سے ملنا جلنا، سلام وکلام ومصافحہ کرنا حرام۔ لیکن مفتی اعظم کے سامنے جب اس شخص موصوف نے دیوبندیوں سے بیزاری کا اظہار کیا تو کس طرح آپ نے تعظیم سادات و نسبت رسول کا حق ادا کیا اس کا پورا واقعہ چشم دید راوی استاذ العلماء حضرت بحرالعلوم دامت برکاتہم العالیہ کے الفاظ میں ملاحظہ کیجیے۔

"بابو میاں جن کے آباء واجداد دیوبندیوں کے حامی تھے، اس جلسۂ سنگ بنیاد (الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور) میں شرکت کے موقع پر حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان سے ملاقات کے لیے دارالعلوم اشرفیہ کی نچلی منزل کے مغربی کمرہ میں آئے۔ حضرت مفتی اعظم صاحب قدس سرہ کو سلام کیا، مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا اور خود ہی تعارف کرایا ہوگا یا

کسی نے بتایا ہوگا یا پہلے سے ہی حضرت کو معلوم تھا۔ بہر حال حضرت نے نہ سلام کا جواب دیا نہ مصافحہ کیا بلکہ فرمایا: صاحب! آپ کے خاندان کے لوگ علمائے دیو بند کے حامی رہے ہیں اور ان پر علمائے عرب وعجم کے کفر کے فتوے ہیں۔ اگر آپ بھی اس روش میں ان کے ہی ہمراہ ہیں تو میں آپ سے کیسے سلام وکلام کر سکتا ہوں، جبکہ حدیث شریف میں ایسے لوگوں سے قطع تعلق کا حکم آیا ہے۔

بابو میاں نے کہا حضور میں کبرائے دیو بند کی تکفیر میں ساری دنیا کے اہل اسلام کا ساتھی ہوں۔ چنانچہ اسی وقت انہوں نے اس مضمون کی اپنی دستخطی تحریر مفتی اعظم ہند کے حضور میں پیش کی۔ اس وقت لوگوں نے ایک عجیب وغریب منظر دیکھا۔ حضور مفتی اعظم ہند نے بابو میاں سے فرمایا، صاجزادے! آپ ذرا کھڑے ہو جائیں۔ نہ تو بابو میاں یہ سمجھے کہ یہ حکم کیوں ہو رہا ہے، نہ مجلس میں بیٹھنے والے ہی۔ مگر جب حکم پا کر بابو میاں کھڑے ہوئے تو حضور مفتی اعظم ہند نے بآں شان وجلال، بآں عظمت وتقدس و بہ آں ریش سفید و رفعت پیری ایک سبزہ آغاز نوجوان (بابو میاں) کا پیر دونوں ہاتھ سے پکڑ لیا۔ ڈبڈباتی ہوئی آنکھیں ان کے چہرے کی طرف اٹھا کر فرمایا۔ صاجزادے! ہم تو آپ کے غلام وخانہ زادے ہیں۔ ہمارے پاس جو کچھ ہے آپ کے ہی جد کریم کا دیا ہوا ہے۔ ہم نے شروع میں جو کیا آپ کے ہی جد کریم کے حکم کی بجا آوری اور انہیں کے دین کا پرچم بلند کرنے کے لیے...... ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ ایک چاکر اپنے مالک کے پاؤں پکڑ کر اس سے معافی مانگ رہا ہے۔ اس وقت پورے مجمع پر رقت طاری تھی اور کھلی آنکھوں سے دنیا دیکھ رہی تھی کہ بلا شبہ حق وہدایت، اطاعت شرع واتباع سنت انہیں بزرگوں کے دم قدم سے ہے"۔ ۲۳

اس واقعہ میں ان لوگوں کے لیے درس عبرت ونصیحت ہے جو اہل سنت سے ہونے کے دعویدار ہیں اور بد مذہبوں سے خوب خلط ملط رکھتے ہیں۔ حضور مفتی اعظم ہند کو صرف معلوم ہو جاتا کہ فلاں شخص بد مذہبوں سے ہے فوراً اس سے دور بھاگتے اور کیوں نہ ہو

۲۳۔ حوالہ مذکورہ مضمون، بحر العلوم مفتی عبد المنان صاحب قبلہ۔

جبکہ حدیث شریف میں صراحت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

''بدمذہبوں سے الگ رہواورانہیں خود سے دوررکھو،کہیں وہ تمہیں بہکانہ دیں،وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈالدیں'' (مسلم)اور ایک روایت میں ہے فرمایا:وہ بیمار پڑیں تو پوچھنے نہ جاؤ، مرجائیں تو جنازے پر حاضر نہ ہو(ابو داؤد)ابن ماجہ میں یہ اضافہ ہے۔''جب ان سے ملاقات ہوتو سلام نہ کرو''۔عقیلی نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ارشادنبوی ہوا۔

''ان بدمذہبوں کے پاس نہ بیٹھو،ان کے ساتھ پانی نہ پیو،ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ،ان سے شادی بیاہ نہ کرو''۔

مئی ۱۹۹۲ء میں اپنے والدگرامی الحاج مولینا محمد یونس رضوی حامدی مرحوم کے چہلم کے موقع سے کچھ حضرات کومدعوکرنے ادارۂ شرعیہ سلطان گنج پٹنہ پہنچا۔حسن اتفاق کہ سلطان گنج کے متحرک وفعال،سنی جماعت کے روح رواں اور مخلص شخصیت الحاج منے میاں زیدعمرہ سے ملاقات ہوگئی۔دوران گفتگوانہوں نے فرمایا''ایک مرتبہ مفتی اعظم جب یہاں تشریف لائے تھےتو آپ کوپھلواری شریف کے سجادہ نشین عون احمد یااس کے افرادخانہ نے خانقاہ مجیبیہ میں تشریف لے جانے کی دعوت دی،کیونکہ عون احمد اپنے بارے میں سید ہونے کے دعویدار ہیں اس لیے مفتی اعظم ہند نے حامی بھر دی اور جانے کے لیے تیار ہوگئے۔ اتنے میں میں نے عرض کیا حضور موجودہ اصحاب پھلواری علمائے دیوبند کی تکفیر میں سکوت اختیار کرتے ہیں اورانہیں کافرنہیں جانتے۔اتنا سننا تھا کہ حضرت نے فوراً لاحول ولا قوۃ الا باللہ اور استغفر اللہ پڑھا اور وہاں نہیں گئے۔''

یہاں سے یہ ذہن ملتا ہے کہ اگرکسی بدمذہب یا صلح کل سے لاعلمی میں بھی مصافحہ و معانقہ یا تعلق ہوجائے تو بعدعلم توبہ واستغفار ہی میں بھلائی ہے۔مسئلہ ظاہر ہے کہ جوخدا کا دشمن ہے وہ تمہارادوست کیوں کر ہوگا۔ایمان ومحبت کا تقاضا تو یہ ہے کہ خدا کے دشمنوں سے دشمنی کی جائے۔قرآن مقدس کاارشاد ہے''لَاتَجِدُ قَوْماً یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَادُّوْنَ مَنْ حَادَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ الآیۃ ''تم اس قوم کوجواللہ اور قیامت کے دن پر ایمان

رکھتی ہے خدا اور رسول کے دشمنوں سے محبت کرتی نہ پاؤ گے اگر چہ وہ اس کے باپ، بیٹے، بھائی یا کنبے کے لوگ کیوں نہ ہوں۔

## ۲۔ دوسرا نمونہ

مفتی اعظم کے علم وفن، اتباع شریعت، کرامت و بزرگی اور احترام آثار ومنسوبات رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شہرت و دھمک دور دور تک ہے۔ یہاں حیدرآباد کے مسلمانوں کے تاثرات اور انہیں لوگوں کی زبانی مفتی اعظم کے لامثال احترام سادات کا نمونہ ہدیۂ ناظرین ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مسجد حیدرآباد میں مشتاقان دید مفتی اعظم کے ضیا بار چہرۂ انور اور جلوۂ غوث اعظم کا دلکش نظارہ اپنے سر کی آنکھوں سے کرنا چاہتے ہیں۔ مگر مفتی اعظم اپنے رب کے ذکر وفکر میں مشغوف ہوکر بیٹھے ہوئے ہیں۔ سادات حیدرآباد نے لوگوں کے جذبات شوق کو دیکھ کر گذارش کی ''حضور! آپ منبر پر تشریف رکھیں تاکہ فدائیوں کو جلوۂ جہاں آرا کی زیارت نصیب ہو''۔ لیکن مفتی اعظم نے یہ کہہ کر منبر پر بیٹھنے سے انکار کردیا کہ ''رسول کریم کی آل نیچے ہو اور میں اوپر بیٹھوں یہ مجھ سے کبھی نہیں ہوسکتا''۔

حضرت مولانا سید اظہار اشرف اشرفی کچھوچھہ مقدسہ اپنے ایک مقالہ ''مفتی اعظم اور محبت رسول'' میں رقمطراز ہیں ''جب میں حیدرآباد پہنچا تو اس عاشق رسول (مفتی اعظم) کے بے شمار چاہنے والوں سے ملاقات ہوئی۔ آپ کی مدح وثنا میں سب ہی رطب اللسان نظر آئے۔ کوئی تقوی وطہارت کو موضوع سخن بنائے ہوئے تھا۔ کوئی اتباع سنت سے متاثر نظر آرہا تھا اور کسی کو آپ کے سادات کے بے پناہ احترام نے گرویدہ بنا رکھا تھا۔ ایک ثقہ روایت کے مطابق مکہ مسجد کا عظیم الشان اجلاس جس میں کم وبیش ساٹھ ہزار مسلمانوں کا اجتماع اور پھر سب کے دل میں حضور مفتی اعظم کی زیارت کی تمنا اور اس پر سادات حیدرآباد کا مفتی اعظم ہند سے گذارش کرنا کہ منبر پر یا کم ازکم کرسی پر رونق افروز ہوں تاکہ دیدار کا اشتیاق رکھنے والوں کی تمنا پوری ہوجائے۔ یہ وہ مناظر ہیں جنہیں فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ مگر ان مناظر سے زیادہ نہ فراموش کرنے والا وہ جواب ہے جو آل رسول کا احترام

کرنے والے نے دیا، حضور مفتی اعظم ہند نے فرمایا:

''رسول کریم کی آل نیچے ہو اور میں اوپر بیٹھوں یہ مجھ سے کبھی نہیں ہوسکتا'' امر پر ادب کو ترجیح دے کر حضور مفتی اعظم ہند نے صدیق اکبر اور مولائے کائنات کے پاکیزہ جذبات کی یاد دلادی۔ حیدرآبادی حیران و ششدر رہ گئے اور خود ان کے دلوں میں اس عشق کے انوار و برکات کا نزول ہونے لگا اور پھر پورا مجمع نشۂ عشق مصطفیٰ میں سرشار نظر آنے لگا...... بالآخر...... اپنے آقا زادوں کے اصرار پر صرف اتنا منظور کیا کہ کھڑے ہوگئے، جس جس نے اس مینارۂ نور کو دیکھا اس کا اپنے دین و مذہب کی سچائی کا یقین اور تابناک ہوگیا کہ یہ چہرہ جھوٹوں کا چہرہ نہیں ہوسکتا''۔[۲۴]

## ۳۔ تیسرا نمونہ

حضور مفتی اعظم ہند ۱۳۹۱ھ میں دارالعلوم ربانیہ باندہ کے جلسۂ دستار بندی میں تشریف لے گئے۔ پہنچنے کے بعد آپ وہاں آرام فرمارہے تھے کہ اتنے میں گلشن فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دو پھول آپ کے پاس تشریف لائے اور آپ کی خدمت کرنے لگے، تو آنجناب نے محبت نبی میں سرشار ہوکر شہزادگان فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ بڑا کیف آور، دل آویز اور جلا بخش انداز محبت و مزاج عشق پیش کیا ہے۔ واقعہ کی دلآویزی اصل راوی مولانا معراج مسعودی صاحب باندہ سے سنیے۔

''حضرت سفر سے تشریف لائے تھے اور آپ کو آرام کی سخت ضرورت تھی اس لیے تمام اہل شوق حضرات کو روک دیا گیا اور آپ آرام کرنے لگے۔ دارالعلوم کے کچھ طلبہ آپ کی خدمت میں تھے جس وقت نیند نے آپ کو آغوش میں لے لیا تو خانوادۂ ربانی کے دونونہال آئے اور چاہا کہ حضرت سو رہے ہیں، آپ کی خدمت کا شرف حاصل کرلیا جائے۔ لہٰذا جونہی ان دونوں بچوں نے حضور مفتی اعظم ہند قبلہ کے پائے مبارک دبانے کے لیے ہاتھ رکھا، آپ فوراً اٹھ بیٹھے اور فرمایا: بچو! تم آل رسول ہو میں ایک گنہ گار ہوں مجھے اور گنہ گار

[۲۴] حوالہ مذکورہ ص ۴۵۶، مضمون سید اظہار اشرف صاحب کچھوچھہ مقدسہ۔

نہ کرو تمہارا احترام میرے لیے لازم ہے۔ یہ فرمایا اور دونوں بچوں کو پیار اور محبت سے سمجھا کر روک دیا...... اللہ اکبر! ذرا غور وفکر کا مقام ہے کہ حضور مفتی اعظم ہند سو رہے تھے اور بچوں کا کوئی تعارف اور نہ کوئی امتیازی لباس تھا یہ خیال فرما سکتے تھے کہ دارالعلوم ربانیہ کے طالب علم ہونگے مگر نہیں ایک اللہ کا برگزیدہ بندہ اور ایک اللہ کا ولی اپنی ظاہری آنکھیں تو ضرور بند کیے تھا مگر باطن کی وہ بصیرت افروز نگاہ کھلی ہوئی تھی جس سے وہ ہر ایک کے قرطاس قلب پر مرتسم عبارت کو پڑھ لیا کرتا تھا۔ پھر سوچئے کہ جس کے اندر یہ کمال ہوگا تو کیا وہ بچوں کا آل رسول ہونا معلوم نہیں کر سکتا ضرور کر سکتا ہے۔

نگاہ مرد مومن سے نہیں کچھ بھی ہے پوشیدہ
سمجھنے کو انہیں چشم بصیرت کی ضرورت ہے

پھر جب حضور مفتی اعظم ہند خواب استراحت سے بیدار ہوئے تو آپ کے دامن سے وابستہ ہونے والے حضرات کا ایک جم غفیر انتظار کر رہا تھا آپ نے اس سب تشنہ لب عقیدت مندوں کو سیراب فرمایا"۔

پھر چند سطر بعد لکھتے ہیں۔

"دارالعلوم ربانیہ کے اساتذہ کی موجودگی میں حضرت علامہ سید غازی ربانی صاحب قبلہ سے (مفتی اعظم نے) فرمایا کہ آپ آل رسول ہیں، آپ کا مرتبہ بلند ہے آپ میرے سر پر ہاتھ رکھ کر میرے حق میں دعا فرما دیجیے۔ یہ سن کر علامہ موصوف نے فرمایا کہ آپ بزرگ ہیں، میں آپ کی شان میں یہ جسارت نہیں کر سکتا۔ بس اللہ رب العزت سے التجا ہے کہ وہ آپ جیسے بزرگوں کا سایہ ہم سبھوں پر قائم ودائم رکھے۔ لیکن اس کے باوجود بھی حضور مفتی اعظم ہند نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سر مبارک پر رکھ لیا اور فرمایا کہ یہ میری خواہش ہے"۔



# اتباع سنت کے نمونے

## ۱۔ مفتیٔ اعظم اور ضیافت

ضیافت ومہمان نوازی رسول اکرم صاحب لولاک جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبوب ترین سنت ہے اور آپ نے اپنے فرمان عالی میں ارشاد بھی فرمایا ہے ''وَاِنَّ لِزُوْرِکَ عَلَیْکَ حَقًّا'' اور یقیناً تیرے مہمانوں کا تیرے اوپر حق ہے۔[۲۵]
اور ایک دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا:

''مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَہٗ وَمَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَصِلْ رَحْمَہٗ'' (راواہ البخاری عن ابی ہریرہ)

''جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے لازم ہے کہ اپنے مہمان کی عزت وتکریم کرے اور ذوی الارحام کے ساتھ صلہ رحمی کرے۔

مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز اس سنت رسول اور فرمان نبوت پر اتنا کاربند تھے کہ آپ کے دربار میں جانے والے بخوبی واقف ہیں کہ آپ مہمانوں کا بڑا خیال رکھتے، خود مہمانوں کو اپنے سامنے کھلاتے، ان کی خاطر داری میں اتنا انہماک رکھتے کہ برسہا برس دوپہر کا کھانا دن کے تین چار بجے تناول فرماتے صرف اس خیال سے کہ مہمان کھانے سے فارغ ہو جائیں اور آپ ان کی ضرورتوں کے پورا کرنے سے......اور اکثر وبیشتر دیکھنے میں یہ بھی آتا کہ بروقت کوئی آنے والا آگیا اور گھر میں کھانا ختم ہو چکا ہے تو اپنے سامنے کا رکھا ہوا کھانا خندہ پیشانی کے ساتھ اس آنے والے کو بھیج دیا اور خود ایک پیالی چائے پی کر وقت گذار دیا اور اس طرح خاندان نبوت کی اس سنت پر عمل کر کے دکھایا کہ

بھوکے رہتے تھے خود اوروں کو کھلا دیتے تھے
کیسے صابر تھے محمد کے گھرانے والے

---

[۲۵] بخاری جلد ثانی باب الضیف ص ۹۰۵، ۳۰ عن عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

آپ کی مہمان نوازی کا ذکر کرتے ہوئے مولانا عرفان الحق سنبھلی معرض تحریر میں لاتے ہیں۔

''آپ ہمیشہ غرباء و مساکین کی امداد فرماتے ہیں۔ مہمان نوازی آپ کا طرۂ امتیاز ہے۔ روزمرہ پچاسوں مہمان ملک کے طول وعرض سے بریلی آتے ہیں تو آپ ان کو باصرار اپنے لنگر خانہ سے کھانا کھلواتے۔ اگر معلوم ہوجاتا کہ فلاں مہمان نے کہیں اور کھانا کھالیا تو حضرت سخت ناراض ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ آپ تو میرے یہاں مہمان ہیں، لہٰذا جب تک قیام رہے کھانا یہیں کھایئے''۔ ۲۶

مفتی اعظم نہ صرف یہ کہ مہمانوں کے کھانے کا انتظام فرماتے بلکہ ان کی ضروریات کا بھی خاص خیال رکھتے۔ مولینا اسلم بستوی صاحب شیخ الحدیث مدرسہ انوار القرآن بلرامپور رقمطراز ہیں۔

''موسم سرما کی ایک سرد رات تھی کہ ایک اجنبی شخص آپ کا مہمان ہوا۔ آپ نے (حسب عادت کریمہ) مہمان کو اپنے ہاتھ سے کھانا کھلانے کے بعد اپنے داماد جناب ساجد علی خان مرحوم سے فرمایا!

''مہمان کے لیے بستر اور لحاف کا انتظام کردینا'' اس کے جواب میں ساجد علی صاحب نے اپنی روایتی طلاقت لسانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا، ''مہمان کے لیے بستر و لحاف کیا، جان بھی حاضر ہے''...... اس پر آپ نے ارشاد فرمایا! مہمان بھلا تمہاری جان لے کر کیا کرے گا؟ اوڑھے گا یا بچھائے گا؟ مہمان کو تمہاری جان کی نہیں بلکہ بستر ولحاف کی ضرورت ہے''۔ ۲۷

وہ آبشار کرامت وہ نہر جود و سخا — وہ کوہ عزم مصمم، وہ خلق کا دریا
وہ ایک ابر کرم بے نیاز ماہ و سال — ہر ایک دشت پہ برسا ہر ایک موسم میں
شریک حال رہا ہے ہر ایک کے غم میں

(پروفیسر انجم عرفانی گورکھپور)

---

۲۶ حیات مبارکہ مفتی اعظم ص ۱۹۔ ۲۷ استقامت ص ۲۱۵، مضمون جناب مولانا اسلم بستوی۔

## ۲۔ایک مریض کی عیادت کی خاطر گورنر کی باریابی کو ٹھکرادیا

ایک مسلمان مریض کی عیادت و تیمارداری ہمارے آقا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پسندیدہ سنت ہے جو بسا اوقات واجب بھی ہوجاتی ہے۔حدیث شریف میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا،''اَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَ عُوْدُوْا الْمَرِیْضَ وَ فُکُّوْا الْعَانِیَ''بھوکے کو کھانا کھلاؤ، بیمار کی عیادت کرو اور قیدی کو فدیہ دے کر چھڑاؤ۔(بخاری صفحہ ۸۴۳ ج ۲) اور براء بن عازب سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ جنازے کے پیچھے جائیں، بیمار کی تیمارداری کریں اور سلام کا لوگوں کے درمیان چرچا کریں۔[۲۸]

مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کو معلوم ہوجاتا کہ آج فلاں بیمار ہے تو آپ فوراً عیادت کو پہنچتے۔صدرالشریعہ نمبر (ماہنامہ اشرفیہ) میں مرقوم ہے کہ حضرت صدرالشریعہ اور مفتی اعظم دونوں حج کے ارادے سے چلے ممبئی پہنچ کر حضرت صدرالشریعہ کی طبیعت زیادہ علیل ہوگئی۔اور باوجودیکہ دونوں بزرگ کی قیام گاہ دوری پر تھی مگر مفتی اعظم ہند روزانہ حضور صدرالشریعہ کی عیادت کے لیے تشریف لاتے یہاں تک کہ آپ جہاز پر سوار ہونے تشریف لے گئے اور اس کے روانہ ہوتے وقت حضرت صدرالشریعہ کا وصال ہوگیا۔

مفتی اعظم کا عیادت کے سلسلہ میں اتباع سنت پر عمل درآمد اتنا سخت تھا کہ وقت کا گورنر اکبر علی خان (یوپی) آپ سے ملنے آیا ہے۔ملاقات کی خبر بھیج رہا ہے لیکن اسے یہ کہہ کر ٹال دیتے ہیں کہ فقیروں کے یہاں گورنر کا کیا کام اور عیادت مریض کے لیے چل پڑتے ہیں۔

ماہر رضویات حضرت علامہ پروفیسر مسعود دامت برکاتہم القدسیہ یوں خامہ فرسا ہیں۔

''وہ اتباع سنت میں پیش پیش تھا......سنت کے سانچے میں خود کو ایسا ڈھالا تھا کہ

---

[۲۸] رواہ البخاری عن البراء بن عازب ج ۲،ص ۸۴۳ والحدیث طویل آخرہ وامرنا ان نتبع الجنائز ونعود المریض ونفشی السلام.

باید و شاید......اس کی ایک ایک ادا ترجمان سنت تھی۔ سنیے سنیے:

ایک غریب جاں بلب ہے۔عیادت کے لیے قدم اٹھے ہیں کہ اتنے میں خبر آئی کہ گورنر یو پی ملاقات کے لیے حاضر ہو رہا ہے۔ مگر اتباع سنت میں جو قدم اٹھ چکے تھے وہ پیچھے نہ ہٹے۔ دیکھنے والے حیران تھے کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ آج تو وہ آرہا ہے جس کی دید کے لیے اہل دنیا آرزوئیں کرتے ہیں۔ مگر نہیں نہیں، ان حضرات کی نظر میں آنی جانی عہدوں کی کوئی قدر و منزلت نہیں......ان کے مولیٰ نے ان کو وہ عزت دی ہے کہ زمانہ کا کوئی حادثہ اس کو متاثر نہیں کر سکتا۔ بڑے بڑے عہدیدار اور وزیر و بادشاہ کی مسند چھن سکتی ہے مگر ان حضرات کے دامن عصمت پر جو ہاتھ ڈالتا ہے برباد ہو جاتا ہے۔ سچ ہے ''عزت اللہ کے لیے، اس کے رسول کے لیے اور مومنین ہی کے لیے ہے۔''[۲۹]

# مستحبات پر استقامت کے نمونے

## مفتی اعظم نہ صرف سنت، بلکہ مستحب کو بھی کلیجے سے لگاتے

مفتی اعظم کی بارگاہ میں برسہا برس زندگی گزارنے والے اس نتیجے پر پہنچے بغیر نہیں رہتے کہ مفتی اعظم استقامت علی الشریعت و اتباع رسول میں نہ صرف فرائض و واجبات اور سنن مؤکدہ پر مواظبت و دوام برتتے بلکہ مستحبات پر بھی ایسا عمل کرتے کہ دوسرں سے عمل کیا ممکن، وہاں تک ان کی نظر کی رسائی نہیں۔ اسی لیے تو کوئی پکار اٹھتا ہے ''فرائض و واجبات و موکدات کو رہنے دیجئے جو ہستی مباحات و فطری خواہشات میں بھی رسول کریم کی اطاعت و اتباع سے سر مو متجاوز نہ ہو وہ رسول کریم کی سچی تصویر اور افعال رسول کی حفاظت کا پیکر نور نہیں تو کیا ہے؟'' اور کوئی یوں رطب اللسان ہوتا ہے، ''میں نے حضر و سفر میں حضرت کی زندگی کے علمی و عملی دونوں مبارک پہلوؤں کا بغور مطالعہ کیا......خدا گواہ ہے کہ حضور کا کوئی عمل، کوئی بات کبھی مجھے خلاف شرع نظر نہیں آئی۔ ہاں ایک بار آپ کی ایک بات مجھے

---

۲۹ استقامت ص ۱۴۶، مضمون حضرت پروفیسر مسعود صاحب پاکستان۔ پیراگراف کا آخری حصہ اس آیت کریمہ کا ترجمہ ہے۔ وللہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین.

غیر بہتر معلوم ہوئی، میں نے خلاف مستحب سمجھی لیکن جب ایک زمانہ گزر گیا اور تحقیق ہوئی تو میری وہ بات جسے میں بہتر سمجھتا تھا وہ غیر بہتر نکلی اور حضور کی جس بات کو فقہی اعتبار سے غیر بہتر سمجھا تھا وہی بہتر نکلی"۔

## مسئلہ مسح اور مفتی اعظم کا مستحب پر عمل

وضو میں سر پر مسح کرنے کا ایک طریقہ تو وہ جو سارے مسلمانوں کو معلوم ہے اور عام کتب شرع میں مذکور بھی ہے لیکن مسح کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ہاتھوں کی تینوں انگلیوں اور دونوں ہتھیلیوں کو ایک مرتبہ آگے (سرا پیشانی) سے پیچھے کی طرف لے جائے اس میں بھی پورے سر کا مسح ہو جاتا ہے۔ فقہائے کرام نے اسی طریقے کو مستحب واولیٰ گردانا ہے۔ مگر عام لوگوں کی نگاہ اس تک نہیں پہنچ پاتی یا پہنچتی ہے مگر اس پر عمل نہیں کر پاتے اس لیے اس کے بجائے پہلا طریقہ مشہور ومعروف ہے۔

سیدی تاجدار اہل سنت مفتی اعظم طاب ثراہ کی خصوصیت یہ بھی ہے کہ جو آپ کا قول ہوتا وہی عمل بھی اور مسائل فقہ حنفی کو ہی سختی سے عملی جامہ پہنا کر مسلمانوں کے درمیان رواج دلانا چاہتے تھے۔ آپ نے فتاویٰ مصطفویہ میں اسی کو اولی اور بہتر لکھا اور آپ کا عمل بھی اسی پر تھا۔ اس سلسلہ میں آپ کا عملی نمونہ دلنشیں انداز میں گرامی قدر مولینا محمد اعظم صاحب مفتی دارالعلوم مظہر اسلام بریلی کی زبانی سنیے۔

"ایک بار میں حضور (مفتی اعظم ہند) کے وضو کو (جبکہ آپ اپنی مسجد میں وضو کرنے کی جگہ وضو فرمارہے تھے) بہت زیادہ غور سے دیکھ رہا تھا۔ پہلے گٹوں تک ہاتھوں کو دھونے کو دیکھا۔ پھر منہ میں تین بار پانی ڈال کر نکالنے کو دیکھا، پھر چہرۂ مقدس کو تین بار دھونے کو دیکھا، پھر تین بار کہنیوں سمیت ہاتھوں کے دھونے کو دیکھا۔ سبحان اللہ اب معلوم ہو رہا تھا کہ آپ وضو ہی نہیں فرمارہے ہیں بلکہ وہ مسائل وضو جو فقہ کی کتابوں میں مسطور ہیں ان کی عملی تفسیر فرمارہے ہیں۔ جب آپ نے سر کے مسح کا ارادہ کیا تو میں نے دیکھا کہ آپ نے مسح کے مشہور ومعروف طریقہ، ہاتھوں کو سر کے اگلے حصے سے پیچھے کی طرف لے

جانے اور پچھلے حصہ سے اگلے حصہ کی طرف لانے کو چھوڑ کر اس طرح مسح فرمایا کہ دونوں ہاتھوں کی تین تین انگلیوں اور دونوں ہتھیلیوں کے دونوں پٹوں کو لگا کر صرف ایک بار آگے سے پیچھے لے جا کر پورے سر کا مسح کیا۔ میں نے اس طرح پورے سر کا مسح فقہ کی کتاب میں ابھی تک نہیں دیکھا تھا اور نہ کسی کو کرتے دیکھا تھا، میں نے یہ سمجھا کہ حضور کمزور ہیں اس وجہ سے آپ نے آسانی کے لیے آگے سے پیچھے اور پیچھے سے آگے دونوں ہاتھوں کو لے جانے کو چھوڑ کر ایک بار میں پورے سر کا مسح کر لیا اگر چہ یہ مستحب کے خلاف مگر حضرت نے ضعیفی کی وجہ سے ایسا کر دیا، صرف یہی بات حضرت کی میرے ذہن میں خلاف مستحب معلوم ہوئی۔ حضرت اس کے بعد اسی طرح مسح فرماتے رہے۔ اس طرح دس یا بارہ سال گذر گئے لیکن اُس وقت میرے ہوش و حواس دنگ ہو گئے اور حضور کے فقہی و علمی و عملی بلند مقام کا خوب پتہ لگا جب میں حضور کے فتاوی مصطفویہ کی نظر ثانی جناب قربان علی صاحب بیسلپوری کے مشورے سے کاتب کو دینے کے لیے، کر رہا تھا اور وہی پورے سر کے مسح کا مسئلہ حضور کے فتاوی میں بھی پایا۔ سوال کیا گیا کہ پورے سر کا مسح کس طرح کرنا بہتر ہے۔ حضور نے جواب تحریر فرمایا کہ دونوں ہاتھوں کی تین تین انگلیوں اور دونوں ہتھیلیوں کے دونوں پٹوں کو صرف ایک بار آگے سے پیچھے لے جا کر پورے سر کا مسح کرنا اولیٰ و بہتر ہے۔

پہلے تو میں اس عمل کو حضور کی ضعیفی کے وجہ سے خلاف مستحب سمجھتا رہا اور اب آپ کے فتوی میں بھی وہی بات دیکھی ...... اتفاق سے فتوی میں کسی کتاب کا حوالہ بھی نہ تھا اسی لیے اور چھان بین کی ضرورت محسوس ہوئی۔

میں نے اعلی حضرت رضی اللہ تعالیٰ کے فتاوی رضویہ حصہ اول کی طرف رجوع کیا اس خیال سے کہ اس میں وہ مسئلۂ مسح ضرور ہونا چاہیے۔ اللہ کے فضل سے فتاوی رضویہ کے ذریعہ وہ مسئلہ مل گیا۔ اعلی حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی ردالمحتار وغیرہ کے حوالے سے یہ تحقیق فرمائی ہے کہ پورے سر کا مسح صرف ایک بار آگے سے پیچھے دونوں ہاتھوں کو لے جا کر کرنا بہتر ہے۔

یہ تحقیق حضور مفتی اعظم ہند کے علم وعمل کی برکت سے حاصل ہوئی۔ جن جن حضرات کو میں نے بتایا انہوں نے اسے ایک نیا مسئلہ، نئی تحقیق بتائی۔''

جن کی ہر ہر ادا سنت مصطفیٰ ان کی نورانی سیرت پہ لاکھوں سلام

واقعی یہ خاندان مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا فیض ہے کہ سالہا سال کتب بینی کے بعد بھی جن جزئیات کی طرف ایک عالم کی نظر نہیں پہنچتی ان تک اس خاندان کا عمل ہی رسائی کر دیا کرتا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ نائب مفتی اعظم ہند حضرت علامہ اختر رضا ازہری زیدت مکارمہم الجامعۃ الاشرفیہ ایک خاص موقع سے تشریف لائے تھے۔ میرا دور طالب علمی تھا۔ عقیدت مندوں کا اژدہام کثیر تھا۔ آپ کی اقتدا میں نماز پڑھنے کو باعث افتخار سمجھا گیا۔ آپ کی اقتدا میں فقیر کو بھی نماز پڑھنے کی سعادت ملی۔ حضرت نے ایک جہری نماز میں غالباً سورۂ والضحیٰ کے آخری کلمہ ''فَحَدِّث'' کے ثا کو رکوع میں جاتے وقت اللہ اکبر کے لام سے ملاتے ہوئے رکوع کیا۔ دوسری رکعت کی کوئی سورہ میں بھی اسی طرح تلاوت فرمائی۔ میں نے نماز تو پڑھنے کو پڑھ لی مگر دل میں یہ دغدغہ رہا کہ آخر ایسا انہوں نے کیوں کیا؟ اوہام کے دروازے بھی وسیع ہوتے تو دل یہی فیصلہ کرتا کہ اتنے بڑے عالم غلط تو ہرگز نہیں کر سکتے۔ میں خود بھی کتابوں کا کافی مطالعہ رکھتا تھا بفضلہ تعالیٰ میرا گھریلو ماحول بھی علمی ہے۔ میرے والد گرامی مرحوم ومغفور بھی حضرت حجۃ الاسلام کے مرید وصحبت یافتہ عالم اور دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے جید فارغین میں سے تھے۔ اس کے باوجود نہ کسی کی زبان سے سنا اور نہ کسی کے عمل سے معلوم ہوا تھا کہ اس طرح کرنے کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ لیکن علامہ موصوف کے مذکورہ عمل کے بعد مسئلہ کی تلاش وجستجو کی خواہش پیدا ہوئی بالآخر فقہائے کرام کی اس تصریح کی طرف نظر گئی۔

''آخر سورہ میں اگر اللہ عزوجل کی ثنا ہو تو افضل یہ ہے کہ قراءت کو تکبیر سے وصل کرے جیسے ''وَكَبِّرْهُ تَكْبِيراً ِ اللّٰهُ اَكْبَر'' ''وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثِ اللّٰهُ اَكْبَر'' (یعنی ''ث'' کو زیر پڑھے) ......اور اگر آخر میں کوئی لفظ ایسا ہے جس کا اسم جلالت کے

ساتھ ملانا ناپسند ہو تو فصل بہتر ہے یعنی ختم قراءت پر ٹھہرے پھر اللہ اکبر کہے جیسے ''اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَر'' میں وقف و فصل کرے پھر رکوع کے لیے اللہ اکبر کہے اور اگر دونوں نہ ہوں تو فصل وصل دونوں یکساں ہیں۔'' (ردالمحتار، فتاوی رضویہ، بہار شریعت)

# محرمات سے اجتناب پر استقامت

## ٹائی پہننا حرام ہی نہیں، مستلزم کفر ہے

مفتی اعظم قدس سرہ زندگی بھر حرام و منہیات شرعیہ سے اجتناب کرتے رہے۔ اخیر تک خدا ورسول کی نافرمانی سے اپنے دامن کو بے داغ رکھ کر اتباع شریعت اور استقامت علی الطاعۃ کی تاریخی مثال قائم کی، جس کی گواہی سوانح نگاروں سے لے کر مشائخ تک، مفکروں سے لے کر تاریخ دانوں تک، عرب سے لے کر عجم تک اور پاسبان حرم سے لے کر قطب مدینہ تک نے دی اور نہ صرف یہ کہ خود کو ان منہیات و محرمات سے بچایا، دوسرں کو بھی ان سے دور رکھ کر ''اَلدِّیْنُ اَلنُّصْح'' کی جیتی جاگتی تصویر کھینچ دی۔

غور تو کیجیے کہ آج مسلمان ایسی بگڑی تہذیب میں چلا گیا ہے کہ اسے یہ بھی خیال نہیں ہوتا کہ فلاں کام جو کر رہا ہوں اس سے میرا دین محفوظ رہ سکے گا یا نہیں؟ ایمان بھی سلامت رہ سکے گا یا نہیں؟ انگریزی تہذیب و تمدن کی تقلید کے نشے نے ایسا مخمور کر دیا ہے کہ اپنی اسلامی تہذیب و تمدن کھو بیٹھے، اپنا کلچر ملیا میٹ کر چکے اور معاملہ بایں جا رسید کہ بسا اوقات ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتے اور انہیں خبر بھی نہیں ہوتی ہے۔ آج دھڑلے سے ماڈرن مسلمان ٹائی لگا رہے ہیں اور ایسے حرام و سخت گناہ میں مبتلا ہو رہے ہیں کہ جس سے کفر لازم آتا ہے۔[۳۰]

[۳۰] حضور مفتی اعظم نے ٹائی کی حرمت پر تحریری فتویٰ بھی جاری کیا ہے، فتاویٰ مصطفویہ میں ہے ''ٹائی لگانا اشد حرام ہے، وہ شعار کفار بدانجام ہے، وہ کھلا رد فرمان خداوند ذوالجلال والاکرام ہے، ٹائی نصاریٰ کے یہاں ان کے عقیدۂ باطلہ میں یادگار ہے حضرت سیدنا مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سولی دیے جانے اور سارے نصاریٰ کے فدیہ ہو جانے کی، العیاذ باللہ تعالیٰ، کہ قرآن فرماتا ہے، ماقتلوہ وما صلبوہ یہود نے نہ عیسیٰ مسیح کو قتل کیا نہ سولی دی، مگر جہال اس حقیقت سے ناواقف ہیں، وہ محض اسے ایک وضع جانتے ہیں اس لیے انہیں اس کے لگانے پر کافر نہ کہا جائے گا، کفریت قول یا فعل اور بات ہے اور مرتکب کو کافر ٹھہرانا اور۔'' (ملخصاً)

جس کے بعد تجدید ایمان اور تجدید نکاح چاہیے...... مفتی اعظم ایسے شدید حرام سے اجتناب اور غیرت دینی کی دعوت کس طرح دیتے ہیں اس کا ایک نمونہ ملاحظہ کیجیے۔

۱۳۹۳ھ نومبر ۱۹۷۳ء میں الجامعۃ الاشرفیہ کے جشن افتتاح کے موقع پر حضور مفتی اعظم مبارکپور تشریف لائے۔ ایک صاحب انگریزی وضع کے دلدادہ ٹائی باندھے ہوئے حضرت سے ملنے کی غرض سے حاضر ہوئے۔ جب قریب آئے حضرت نے ان کی ٹائی پکڑلی اور پوچھا یہ کیا ہے؟ پھر خود ہی ارشاد فرمایا یہ انگریزوں کی تقلید ہے جسے وہ صلیب کی جگہ استعمال کرتے ہیں، جو قرآن سے متصادم عقیدے پر مبنی ہے۔ فوراً ٹائی اتروائی اور توبہ وغیرہ کروائی...... پھر حضرت مولینا قاضی شمس الدین صاحب جونپوری علیہ الرحمۃ والرضوان نے مسئلہ کی مزید وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ انگریز چونکہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دی گئی ہے اور وہ اپنے اس عقیدے کی بنا پر جگہ جگہ سولی کا نشان بناتے ہیں اور اسے اپنے گلے میں لگاتے ہیں...... مگر ان کا یہ عقیدہ قرآن کے بالکل خلاف ہے۔ قرآن فرماتا ہے کہ انہیں نہ قتل کیا گیا نہ سولی دی گئی بلکہ اللہ نے انہیں آسمان پر اٹھالیا۔ ایسی صورت میں ان کا یہ گلے میں سولی لگانا، زنار باندھنے کی طرح ہوا۔ ایسے صلیبی نشان کی جگہ انہوں نے ٹائی کے استعمال کو رواج دیا ہے جو کسی طرح ایک مسلمان کے لیے درست نہیں ہوسکتا......اور اگر کیا تو اسے توبہ وتجدید ایمان کرنا ہوگا جیسے بت کے آگے سجدہ کیا تو توبہ اور تجدید ایمان کی ضرورت ہے۔

(بروایت مولینا نصر اللہ صاحب بھیروی اعظمی)

## اسلام کی طرف راغب کو فوراً کلمہ کی تلقین نہ کرنا حرام بلکہ مستلزم کفر ہے

اگر کوئی کافر اسلام کی طرف راغب ہے اور مسلمان بننے کی خواہش ظاہر کرتا ہے تو اسے شرعاً کلمۂ توحید ورسالت ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ '' فوری پڑھانے کا حکم ہے۔ دیر کرنا سخت حرام ہے بلکہ فقہائے کرام اور متکلمین فخام نے کفر لکھا ہے۔ کیوں کہ کلمہ کی تلقین نہ کرنے کے سبب جتنی دیر وہ شخص کفر میں مبتلا رہے گا تو وہ شخص اس کے کفر پر

راضی سمجھا جائے گا جس کے پاس کافر نے اسلام کی رغبت کا اظہار کیا۔ اور یہ ثابت شدہ ہے کہ کفر یا بقائے کفر پر راضی رہنا بھی کفر ہے۔ مفتی اعظم قدس سرہ کا اس حرمت سے بچنے کے لیے یہ وتیرہ رہا ہے کہ جونہی کوئی اسلام کی طرف مائل ہوتا یا خواہش ظاہر کرتا فوراً کلمہ پڑھواتے۔ سادھو، بھگوان داس کے اسلام لانے کا واقعہ کتب سوانح میں آتا ہے کہ آپ قدس سرہ نے جب توحید وایمان کے لیے دل کشادہ پایا تو فوراً کلمہ طیبہ پڑھا کر اسے داخل اسلام کیا۔ (بعد میں حضرت مفتی اعظم نے اس سادھو کا نام عبداللہ رکھا)

مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنے عمل کے ساتھ ساتھ زبان وقلم سے بھی اس حرام وگناہ سے بچنے کی دعوت فرمائی ہے۔ آپ نے اپنے ایک معرکۃ الآرا فتوی میں مجمع الانہر، طحطاوی اور شرح فقہ اکبر جیسی آٹھ مستند کتابوں کے حوالے سے ثابت کیا ہے کہ تلقین کلمہ میں تاخیر کرنے والے پر توبہ، تجدید ایمان اور تجدید نکاح لازم ہے۔ ہم اس تفصیلی فتوی کے اردو کا حصہ نفع قارئین کے لیے اختصاراً پیش کرتے ہیں۔

**مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید ایک کافرہ کو جامع مسجد میں امام مسجد کی خدمت میں جو مولوی ومفتی بھی ہیں مسلمان کرنے کی غرض سے لایا اور مسلمان کرنے کو کہا امام صاحب نے فرمایا، بعد جمعہ مسلمان کروں گا حالانکہ جمعہ کی نماز میں اتنی تاخیر تھی کہ امام صاحب نے کچھ دیر بیٹھ کر بعدہ سنتیں پڑھیں اور نصف گھنٹہ وعظ فرمایا پھر خطبہ پڑھا۔ زید نے کہا کہ کافرہ کو نہلا کر لایا ہوں ابھی مسلمان کر دیجیے تو وہ جمعہ بھی پڑھ لے۔ امام صاحب نے فرمایا اسلام لانے کے بعد غسل اس پر فرض ہے لہٰذا بعد جمعہ بہتر ہوگا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ بعد اسلام تجدید غسل فرض ہے یا نہیں۔ نیز امام صاحب اس تاخیر کرنے میں حق بجانب ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

**الجواب:** زید اور اس مولوی پر توبہ وتجدید اسلام اور تجدید نکاح لازم ہے۔ عورت نے زید سے جس وقت کہا تھا کہ مسلمان ہونا چاہتی ہوں اسی وقت زید پر لازم تھا

کہ وہ اسے مسلمان کرتا، تفصیل سے تلقین اسلام پر اگر وہ قادر نہ تھا تو کلمہ طیبہ تو پڑھا سکتا تھا۔ اللہ عزوجل کی توحید اور حضور علیہ السلام کی رسالت کا اقرار تو لے سکتا تھا۔ یہ ایمان مجمل کی تلقین اس کے اسلام کو کافی تھی، اتنا کرنے کے بعد پھر عالم کے پاس لے جاتا کہ وہ مفصل تلقین کرتا جتنی دیر اس نے غسل کرایا پھر عالم کے پاس لے گیا اتنی دیر کا اس کے ذمہ رضا بقاء الکفر کا الزام ہے۔ (یعنی کفر پر اتنی دیر تک اس عورت کے باقی رہنے پر زید راضی رہا جو سراسر کفر ہے)

عالم کے پاس جب وہ پہنچی تھی، عالم پر فرض تھا کہ فوراً اسے مسلمان کرتا، زید نے تو ایک وجہ سے یہ تاخیر کی تھی، مگر اس عالم نے بالکل بے وجہ تاخیر کی، اس پر اس زید سے زائد الزام ہے۔ زید پر حکم تو مختلف فیہ ہے مگر اس عالم پر حکم میں کوئی اختلاف نہیں معلوم ہوتا اور عقلاً بھی اس پر الزام بشدت ہے کہ جاہل کے لیے جہل اگر چہ شرعاً عذر نہ ہو مگر عقلاً عذر ہوسکتا ہے نماز اگر قائم ہوتی جب بھی قطع صلاۃ کی اس اہم کام کے لیے شرعاً اجازت تھی۔ خلاصہ اور شرح فقہ اکبر علی قاری میں ہے۔

''کَافِرٌ قَالَ لِمُسْلِمٍ اَعْرِضْ عَلَیَّ الاِسْلَامَ فَقَالَ اِذْھَبْ اِلٰی فلان کَفَرَ''

شرح فقہ اکبر میں اس کی وجہ یہ لکھی ہے۔

''لِاَنَّہٗ رَضِیَ بِبَقَائِہٖ فِی الْکُفْرِ حِیْنَ مُلَازَمَۃِ الْعَالِمِ الخ''

دونوں پر توبہ وتجدید نکاح فرض ہے کہ کفر متفق علیہ ومختلف فیہ کا اس بارے میں ایک ہی حکم ہے...... کافر غیر جنبی اگر اسلام لائے تو بعد اسلام اسے غسل مندوب ہے، اس پر واجب نہیں۔ اور اگر جنبی تھا اور اسلام لایا تو بعد اسلام اس پر وجوب غسل میں اختلاف روایت ہے۔ ایک روایت میں واجب اور ایک روایت میں واجب نہیں...... اور یہاں تو وہ عورت نہلا دھلا کر لائی گئی تھی اب اسکے بعد بھی اس پر غسل فرض بتانا عجیب ہے، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ، اس عالم پر کتنے ہی الزام ہیں سب سے توبہ ورجوع لازم''۔[۳۱]

---

[۳۱] فتاویٰ مصطفویہ حصہ اول باب الایمان ملخصاً۔

# مکروہ تحریمی سے اجتناب پر استقامت کے نمونے

## نیکر اور ہاف پینٹ پہننا ننگا رہنے کے مترادف ہے

مفتی اعظم مکروہ تحریمی سے کس حد تک اجتناب فرماتے اس کا اندازہ ذیل کے چند نمونوں سے کیجئے۔ ۱۹۷۸ء میں حضرت مفتی اعظم قدس سرہ گورکھپور تشریف لے گئے۔ وہاں معتقدین ومتوسلین کا بڑا ہجوم تھا جس کی بنا پر تھانے کے کچھ ذمہ داروں کو مجمع پر کنٹرول کرنے کے لیے متعین کیا گیا۔ اس میں نائب تھانیدار بھی تھا۔ عصر کی نماز کے وقت حضرت مسجد میں وضو فرمارہے تھے اور بہت سے لوگ حضرت کے ارد گرد کھڑے تھے۔ نائب تھانیدار آ کر ایک طرف سامنے کھڑا ہو گیا اس وقت وہ نیکر پہنے ہوئے تھا۔ حضرت کی نظر پڑ گئی آپ نے انتہائی پر جلال آواز میں ارشاد فرمایا ''دیکھو یہ ننگا کھڑا ہے'' نائب تھانیدار رعب علم وجلالت شان کی بنا پر دہشت زدہ ہو گیا فوراً پیچھے پلٹا اور ایک آدمی سے رومال لے کر اسے لنگی کی طرح پہن لیا۔

چونکہ یہ شخص نیکر پہن کر کھڑا تھا جس سے گھٹنا اور ران کا کچھ حصہ کھلا رہ گیا۔ یہ دونوں ہی ستر ہیں جن کا غیر کے سامنے کھولنا حرام ہے۔ لہٰذا حضرت نے گوارہ نہ فرمایا کہ کوئی شخص غیروں کے سامنے اپنا ستر کھلا رکھے اور فوراً اس کو منع فرمایا۔

(بروایت استاذ گرامی حضرت مولانا اعجاز احمد صاحب مبارکپوری الجامعۃ الاشرفیہ)

غور کیا جائے تو تاجدار اہل سنت مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس واقعہ میں کئی مسئلے سے روشناس فرمایا۔

(۱) نیکر یا ہاف پینٹ پہننا حرام ہے کہ اس سے بے ستری ہوتی ہے۔

(۲) بے ستری کا لباس پہننا گویا ننگا ہی رہنا ہے (جیسے علمائے کرام فرماتے ہیں کہ جو شخص ایک مشت سے کم (خشخشی) داڑھی رکھتا ہو وہ ایسے ہی ہے کہ داڑھی رکھی ہی نہیں)

(۳) گھٹنا اور ران ستر میں داخل ہیں جن کا چھپانا فرض ہے، کھولنا حرام اور ان

کی طرف بالاختیار (دیکھنے کے قصد سے) نظر کرنا حرام ومکروہ تحریمی ہے۔

(۴) اسلام کا پیغام اور حق بات بغیر کسی خوف وخطر کے لوگوں تک پہنچا دینا چاہیے اور حاکم وقت کا بھی خوف نہیں کھانا چاہیے۔

(۵) اللہ پر بھروسہ کر کے دعوت اسلام کا کام کیا جائے۔

مکروہ تحریمی سے اجتناب کا اندازہ ذرا گہرائی میں اتر کر ذیل کے واقعہ سے بھی کیجیے۔

## عورت کی کلائی بھی عورت ہے

عورت کی کلائی بھی ستر میں ہے جس کا چھپانا واجب اور اس کی طرف دیکھنا حرام ہے۔ اس کے کھولنے پر مفتی اعظم نے سخت بیزاری اور نفرت کا اظہار فرمایا ہے۔ مجھ سے میری ہمشیرہ مشفقہ مکرمہ نور جہاں خاتون معلّمہ مدرسۃ البنات لوکہانے بیان فرمایا کہ بہیڑی کے قیام کے دوران محلّہ کٹہرا شاہ جہاں پور کی ایک عورت نے مجھ سے بیان کیا کہ "حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے پاس ہم لوگ تعویذ کے لیے جاتے اگر کسی طرح کلائی کھلی دکھ جاتی تو سخت برہمی کا اظہار فرماتے اور فوراً ڈھنکواتے" اور بعض مضامین میں لکھا ہے کہ۔

ایک مرتبہ حضرت کی خدمت میں حاضر تھا، دوپہر کا وقت تھا، تعویذ لینے کی بھیڑ لگی ہوئی تھی جس میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی۔ بے پردگی کی وبا آج کل عام ہے لیکن کیا مجال کہ حضرت کے سامنے کوئی عورت چہرہ تو چہرہ ہاتھ بھی کھول سکے۔ ایک عورت جو برقعہ پہنے بیٹھی تھی، حضرت نے تعویذ لکھ کر دینا چاہا تو شامت اعمال کہ اس وقت اس نے برقعہ سے ہاتھ نکال دیا بس پھر کیا تھا حضرت کو جلال آ گیا اور سخت ناراضگی کا اظہار فرماتے ہوئے کہا لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ ہزار بار لاحول، لاکھ بار لاحول، کروڑ بار لاحول فرماتے ہوئے بایں الفاظ فرمایا "ہم ویسے ہی گنہگار کیا کم ہیں جو تم اپنی کلائی دکھا کر ہمیں گنہگار کر رہی ہو۔"

## ساڑی پہننے اور بے نقاب رہنے پر تنبیہ

چہرہ عورت کا غیر محرم کو دکھانا ناجائز وحرام ہے اور اس کا دیکھنا بھی۔ اس کی تلافی

کے لیے بہترین صورت نقاب کی ہے۔ مفتی اعظم ہند اس مکروہ تحریمی وحرام کے ارتکاب سے بھی حد درجہ دور ونفور نظر آتے ہیں۔ حضرت بحر العلوم قبلہ مدظلہ العالی کا عینی مشاہدہ سنیے:

''ایک مرتبہ دوا پٹوڈیٹ اور بے پردہ مسلمان عورتیں ساڑی میں ملبوس کہیں دور سے تعویذ لینے کے لیے آئیں۔ آپ نے تعویذ لکھتے لکھتے نظر جو اٹھائی تو نگاہ ان پر پڑ گئی۔ فوراً رخ پھیر لیا، اور سر نیچا کئے ہوئے لگ بھگ پندرہ منٹ تک ان کی سرزنش کرتے رہے، انداز کلام کچھ نرم اور بے حد تحسر آمیز تھا گویا انہیں دلی تکلیف پہنچی ہو جو کچھ فرمایا اس کا خلاصہ کچھ اس طرح تھا۔

''نہ اللہ ورسول کے حکم کا خوف نہ اپنے طرز معاشرہ کی پرواہ، نہ انجام کا خیال۔ اتنی دور سے تنہا عورتیں چلی آئیں، ساتھ میں کوئی محرم نہیں۔ اس پر ظلم یہ کہ بے پردہ، مزید ستم یہ کہ لباس بھی مسلمان کا نہیں ...... ٹرینوں میں حادثات ہوتے رہتے ہیں، ان پر کوئی زیادتی ہو تو مسلمان کیسے ان کی حمایت کریں گے، کسی حادثے میں مر جائیں تو یہ کیسے پتہ چلے کہ یہ مسلمان ہیں، خیال فرمائیے کہ نہ مٹی نہ جنازہ یونہی پھونک دی جائیں گی۔ یہ سب وبال ہے اللہ ورسول کی خلاف ورزی کا۔ وہ عورتیں بے حد شرمسار ہوئیں''۔ ۳۲

مذکورہ واقعہ میں کئی مسائل کا درس دینے کے علاوہ مفتی اعظم قدس سرہ نے یہ بھی واضح فرما دیا کہ مسلمان عورتوں کو ساڑی پہننا پسندیدہ نہیں، یہ مسلمان کا نہیں ہندوں کا لباس ہے اور واقعی عورتوں کا ساڑی کے بجائے شلوار اور قمیص مع دوپٹہ پہننا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بھی پسندیدہ ومحبوب ہے۔ چنانچہ ایک موقع سے آپ نے پاجامہ پہننے والی عورتوں سے خوش ہو کر دعا فرمائی ''اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْمُتَسَرْوِلَاتِ'' اے اللہ پاجامہ پہننے والی عورتوں کی مغفرت فرمادے۔

## تصویر کشی سے اجتناب اور بغیر فوٹو کے حج

تصویر کشی (تصویر کھینچنا و کھینچوانا) حرام ومکروہ تحریمی اور سخت گناہ ہے۔ اس کا

۳۲ استقامت ص ۲۷، مضمون بحر العلوم حضرت مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ اعظمی۔

مرتکب مستحق عذاب ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ "کُلُّ مُصَوِّرٍ فِی النَّارِ یَجْعَلُ لَہٗ بِکُلِّ صُوْرَۃٍ صَوَّرَھَا نَفْساً فَیُعَذِّبُہٗ فِی جَھَنَّمَ" (مشکوٰۃ باب التصاویر) ہر تصویر کشی کرنے والا جہنمی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر تصویر کی جگہ ایک شخص کو پیدا فرمائے گا جو تصویر کشی کرنے والے کو جہنم میں عذاب دیتا رہے گا (تو جتنی تصویر کسی نے کھینچی یا کھنچوائی ہوگی اتنے اشخاص اسے عذاب دیں گے)۔

مفتی اعظم ہندا اپنے رسول کے فرمان کے پیش نظر اپنے رب کے غضب وناراضگی سے اتنا ترساں وہراساں رہے کہ کبھی تصویر نہ کھنچوائی اور نہ اپنے سامنے کسی کو تصویر کھنچوانے دیا...... تقسیم ہند سے پہلے آپ دو مرتبہ حج وزیارت حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً سے سرفراز ہوئے اور تیسری مرتبہ ۱۹۷۱ء میں حج کیا جب کہ حج کے پاسپورٹ کے لیے بین الاقوامی سطح پر تصویر کی پابندی لگ چکی تھی۔ مگر آپ نے یہ تہیہ کرلیا کہ حج کے لیے ضرور جاؤں گا لیکن فوٹو کھنچوا کر نہیں اس کے بغیر جاؤں گا۔ مولیٰ کے دربار میں اس کی ناراضگی کا کام کرکے کس منہ سے حاضر ہوؤں گا، میں حج اس آقا کی خوشنودی کے لیے کرنے جارہا ہوں، لہٰذا وہ مولیٰ چاہے گا تو بغیر تصویر کے بھی اپنے در پر بلالے گا۔ اس طرح آپ کسی حال میں تصویر کشی کے لیے راضی نہ ہوئے ...... پھر دنیا نے دیکھا کہ آپ کی اس عزیمت واستقامت اور کرامت کی بنا پر بین الاقوامی رائج العمل قانون کے خلاف بغیر فوٹو کے حج وزیارت کرنے کی اجازت ملی اور اس طرح حج کر کے اللہ کے ولیوں کی استقامت اور اختیارات و تصرفات کا سکہ لوگوں کے دلوں میں بیٹھا دیا۔ اس حج کے دوران استقامت وتقویٰ کی ایک اور مثال قائم کی ۔ جہاز میں ٹیکہ وغیرہ لگوانے سے سخت احتراز فرمایا کہ کہیں اس میں اسپرٹ اور دیگر حرام چیز کی آمیزش نہ ہو۔

ماہر رضویات جناب پروفیسر مسعود احمد پاکستان زید مجدہم نے بڑے نرالے اور جامع انداز میں اس حج بلا فوٹو کا پس منظر پیش فرمایا ہے، جس میں ہم بے عملوں کے لیے بہترین دعوت عمل ہے۔ تحریر فرماتے ہیں۔

''تصویر کشی آپ کے نزدیک حرام تھی......وہ حرام کو حرام ہی سمجھتے تھے۔
زمانے کے کسی انقلاب نے ان کے فکر کو متاثر نہیں کیا......مگر آج عالم ہی
کچھ اور ہے......اقبال نے سچ کہا ہے۔

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق

''آپ نے ساری عمر تصویر نہ کھنچوائی مگر حج بیت اللہ کے لیے تصویر لازمی تھی۔کریں تو کیا کریں......مولیٰ کے دربار میں مولیٰ کا نافرمان بندہ بن کر حاضر ہونا بھی کوئی حاضر ہونا ہے......اللہ اللہ! ان کی استقامت نے دنیا کے قانون بدل دیئے،تصویر سے مستثنیٰ قرار دیا گیا اور اسی شان سے حاضری ہوئی کہ دامن تقدس پر نافرمانی کا ایک دھبہ تک نہ تھا......آج جس کو دیکھو فوٹو کھنچوا رہا ہے......شوق و ذوق سے......بڑھ چڑھ کر......پوز پوز بنا کر......بہت سے دامن اس داغ سے داغدار ہیں۔۳۳

عکسی تصویر کی حرمت[1] اور حج کے لیے تصویر کے عدم اجازت پر بڑا ہی دلگداز بیان مفتی اعظم قدس سرہ کا فقیر کی نظر سے گذرا،جس کا ذکر یہاں بے حد مفید ہے۔آپ کے بعض ملفوظات کے مرتب جناب الحاج نواب رحمت نبی خان صاحب آپ کی ایک مجلس کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

---

۳۳ مفتی اعظم ہند،شہزادۂ امام احمد رضا،از رشحات قلم پروفیسر مسعود احمد پی ایچ ڈی پاکستان (استقامت)

[1] راقم نے اس مقام پر مرشدی حضرت مفتی اعظم اور حضور حافظ ملت علیہما الرحمہ کے تعلق سے کچھ اور بحثیں لکھی تھیں،مگر استاذی مفتی نظام الدین صاحب قبلہ نے نظر ثانی کے دوران سب کو القط فرمادیا اور لکھا کہ واقعہ اصل یہ ہے کہ حج کی ادائیگی ضرورت ہے،اس لیے رشوت دینا (یا تصویر کھنچوانا) مباح ہو گیا،رشوت نہ رہا۔حضرت مفتی اعظم حج نفل کے لیے جارہے تھے تو ضرورت شرعیہ متحقق نہ تھی اور حضور حافظ ملت کی روانگیٔ حج تک شاید فتوائے جواز باتفاق علماء نہ ہوا تھا،اور رعایت خلاف بالاجماع مستحب۔

''دوران حاضری مجھے ایک مسئلہ دریافت کرنے کا موقع دستیاب ہو گیا جو عرصہ سے میرے خیالات میں جگہ پائے ہوئے تھا۔

عرض:۔ عکسی تصاویر (فوٹو) کے جواز کی بابت جو کسی مصری عالم نے فتویٰ دیا ہے اس کے متعلق حضرت کی رائے عالی کیا ہے؟

ارشاد نوری:۔ تصویر خواہ کسی قسم کی ہو حرام ہے۔ (مطلب یہ کہ قلمی یا عکسی وغیرہ میں کوئی تفریق یا تخصیص نہیں)

عرض:۔ جو لوگ عکسی تصاویر کے جواز کے قائل ہیں اگر وہ یہ دلیل پیش کریں کہ آئینہ میں یا پانی میں صورت کا عکس دیکھنا جائز ہے تو کیمرہ کے ذریعہ حاصل کیا ہوا عکس بھی جائز ہونا چاہیے؟۔

ارشاد نوری:۔ اگر آئینہ یا پانی میں عکس اس طرح جم جاتا کہ آپ اسے اٹھا کر رکھ سکتے تو وہ بھی حرام ہو جاتا۔

عرض:۔ تو پھر مسلمان فریضۂ حج کس طرح ادا کر سکتا ہے جبکہ حکومتوں کا قانون بغیر فوٹو کی درخواست رد کر دیتا ہے؟۔

ارشاد نوری:۔ اس حرام سے بچنے کے لیے حج کو ملتوی کیا جائے۔

عرض:۔ اگر سب لوگ اس کی پابندی کریں تو حج موقوف ہو جائے گا۔

ارشاد نوری:۔ اگر سب لوگ متفق ہو کر اس وجہ سے حج کو جانا ترک کریں تو حکومتیں یہ پابندی ترک کرنے کے لیے مجبور ہو جائیں گی......؎۳۴

(نوٹ) واقعی شریعت کے قانون پر مفتی اعظم کے استقامت برتنے سے حکومتوں کا قانون بھی مجبور ہو گیا کیونکہ مفتی اعظم نے اس تیسری مرتبہ جب حج کا ارادہ فرمایا تو فوٹو کا قانون نافذ ہو چکا تھا۔ مفتی اعظم ہند کئی سال تک حج کو ملتوی کرتے رہے یہاں تک کہ حکومتیں آپ کو فوٹو سے مستثنیٰ قرار دیدیں اور آپ نے بلا فوٹو حج کیا۔

؎۳۴ ملفوظات مفتی اعظم مشمولہ مع حیات مبارکہ مفتی اعظم ص ۴۰۔

## مکروہ تنزیہی سے اجتناب کے نمونے

(۱) مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان ہر حال میں تقویٰ پر عمل فرماتے اور خلاف سنت مکروہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ سے بھی پرہیز کرتے۔ غیر مسلموں کے یہاں کی بنی ہوئی چیز کا کھانا پینا اگر چہ جائز ومباح ہے لیکن مکروہ تنزیہی، اور خلاف اولیٰ ضرور ہے۔ بلفظ دیگر یوں کہیے "اَلْجَوَازُ هُوَ الْفَتْوٰى وَالاِحْتِرَازُ هُوَ التَّقْوٰى" لہٰذا سفر خواہ کتنے ہی دن کا ہو کسی حال میں ہندوؤں کے یہاں کی چائے تک نہ پیتے، ڈاکٹر محمد اسد (علیگ) پیلی بھیتی بیان کرتے ہیں۔

"مولینا محمد عباس اشرفی خطیب مسجد قریشان پیلی بھیت کا بیان ہے کہ ۱۹۶۸ء میں حضور مفتی اعظم ہند جامع مسجد کھٹیما ضلع نینی تال تشریف لائے اور آپ کا قیام ناچیز کے حجرے میں ہوا۔ ہم لوگوں نے بہترین مٹھائی، نمکین اور چائے کا اہتمام کیا۔ حضور مفتی اعظم ہند نے صرف چائے نوش فرمائی جو ہم لوگوں کی بنائی ہوئی تھی اور مٹھائی اور نمکین کے بارے میں فرمایا کہ یہ میرے کھانے کی نہیں۔ ہم لوگ فوراً سمجھ گئے کہ اس انکار کی وجہ یہ ہے کہ مٹھائی اور نمکین غیر مسلم کے یہاں سے آئی ہوئی تھی۔

حضرت مولینا مفتی محمد میاں ثمر دہلوی (باڑہ ہندوراؤ دہلی) نے بیان فرمایا "مسجد فتحپوری دہلی میں ایک بار حضرت محدث اعظم سید محمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تشریف لائے۔ مسجد کے ایک حجرے میں قیام فرمایا۔ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کچھ دیر بعد چائے پیش کی گئی۔ یہ چائے کسی غیر مسلم کے ہاتھ کی بنی ہوئی تھی۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے عرض کیا، حضور! بریلی کے مفتی اعظم تو غیر مسلم کے ہاتھ کی بنی ہوئی چائے نوش نہیں فرماتے۔ چائے کی پیالی آپ کے سامنے رکھی تھی، آپ نے اپنے مخصوص انداز میں جواب دیتے ہوئے فرمایا۔ مفتی اعظم غیر مسلم کے ہاتھ کی بنی ہوئی چائے نہیں پیتے یہ ان کا تقویٰ ہے اور پھر چائے کی پیالی ہونٹ تک لے جاتے ہوئے ارشاد فرمایا اور یہ ان کا فتویٰ ہے۔ اس کے بعد اطمینان کے ساتھ چائے پینے لگے۔" [۳۵]

---

۳۵ تجلیات مفتی اعظم ص۔ ۶۳

## بائیں ہاتھ سے کام کرنا مکروہ اور باعث بے برکتی ہے

بائیں ہاتھ سے کام انجام دینا یا کھانا پینا مکروہ تنزیہی، خلاف سنت اور بے برکتی کا سبب ہے اور داہنے ہاتھ سے سنت و باعث برکت ہے۔ حدیث شریف میں واضح لفظوں میں مذکور ہے "اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُحِبُّ التَّیَمُّنَ فِی کُلِّ شَیٍٔ حَتّٰی التَّنَعُّلَ وَالتَّرَجُّل " حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر کام میں داہنے کو پسند فرماتے یہاں تک کہ جوتا پہننے اور کنگھا کرنے میں بھی۔ ۳۶

مفتی اعظم قدس سرہ العزیز نے بائیں ہاتھ سے اپنی نفرت وکراہت کا کس طرح اظہار فرمایا اور سنت کا پیغام دیا ہے وہ جناب راز الہ آبادی سے سماعت فرمایئے۔

"الہ آباد میں ایک صاحب تعویذ لینے کے لیے حضرت کی خدمت میں آئے۔ حضرت نے جب ان کی طرف تعویذ بڑھایا تو انہوں نے لینے کے لیے اپنا بایاں ہاتھ بڑھایا یہ دیکھ کر حضرت سخت برہم ہوئے اور فرمانے لگے:

"کیا آفت آگئی ہے کہ لوگ گلا کھلا رکھتے ہیں، ٹوپی سر پر نہیں" (ان کی طرف دیکھ کر مزید فرمایا) "بایاں ہاتھ بڑھاتے ہیں، بس صبح و شام داڑھی منڈانا، اور صبح شام داڑھی صاف کرانا ان کا معمول بن گیا ہے، اور اپنے گھروں میں برکت تلاش کرتے ہیں، بے برکتی کی شکایت کرتے ہیں۔"

## مفتی اعظم کا انگریزی دواؤں سے احتراز

مفتی اعظم کا تقویٰ ملاحظہ کیجیے کہ مشکوک و مشتبہ غذا و دوا سے بھی سخت اجتناب فرماتے۔ آپ کے دربار میں صبح و شام گذارنے والوں نے لکھا ہے کہ "آپ ہر مشکوک سے اجتناب کرتے تھے، اس وجہ سے آپ انگریزی علاج کو ناپسند فرماتے تھے۔ آخری وقت میں اعزہ کے اصرار پر ڈاکٹری علاج کروایا بھی تو ہر دوا کے لیے پوچھ کر اپنا اطمینان کر لیتے تھے کہ اس میں اسپرٹ یا الکوحل تو نہیں، یہی احتیاط آپ کو تقویٰ میں دوسروں سے امتیاز کرتی ہے۔"
(حسب روایت حضرت رحمانی میاں قدس سرہ)

---

۳۶ ہدایہ جلد اول باب الوضو، بیان مستحبات الوضو

## اب مفتی اعظم کی استقامت کے مختلف گوشوں پر نظر ڈالیے

## مفتی اعظم کے وضو اور خشوع نماز کی کیفیت

پیکر سنت و استقامت تاجدار اہل سنت مفتی اعظم نماز پڑھنے کے لیے نکلتے تو سراپا ادائے سنت میں ڈھل کر مسجد میں داخل ہوتے۔ راستے بھر اپنے دیدار پر انوار سے لوگوں کو شرف بخشتے، سلام کرتے، سلام کا جواب دیتے اور مسجد کے دروازے پر قدم رکھتے ہی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی دخول مسجد کی دعا پڑھتے۔ سنت طریقے پر وضو فرماتے اور نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ نماز ادا فرماتے تھے۔ اس کی ایک جھلک حضرت مفتی بحرالعلوم کے رشحات قلم سے ملاحظہ کیجیے۔

''گھر سے آپ کے برآمد ہوتے ہی کئی آدمی آپ کو آگے پیچھے سے گھیر لیتے، اور مسجد کے دروازے تک پہنچتے پہنچتے جو مشکل سے پچاس قدم کی دوری پر ہوگا، کسی کو دست بوسی کا شرف بخشتے، کسی کو مصافحہ سے نوازتے اور کسی کے سلام کا جواب دیتے۔ اتنے میں مسجد کے دروازے میں داخل ہو جاتے۔ نہایت متانت وآہستگی سے ''اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِی اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ'' پڑھتے اور عمامہ اتار کر وضو کے لیے بیٹھ جاتے۔ جو شخص عام انسانوں کے سامنے کبھی بھی سر کھول کر نہ آیا ہو، جس کو لوگوں نے علی العموم، تاج کرامت اور کلاہ عزت کے ساتھ دیکھا ہو اور جو مسجد میں ابھی ابھی اس شکوہ کے ساتھ داخل ہو، وہ اپنے رب کے حضور یوں ننگے سر ہو کر خادمانہ حاضر ہو، یہ دیکھ کر دوسروں میں بھی جذبۂ عبودیت مچلنے لگتا تھا...... خادم ایک بڑے لوٹے میں نصف کے قریب پانی پاس میں رکھ دیتا اور آپ اسی متوضأ پر تشریف فرما ہوتے جہاں وضو کے لیے پائپ لگے ہوتے ہیں۔ پہلی بار جب میں نے یہ حالت دیکھی تو مجھے یہ طول عمل معلوم ہوا۔ لیکن دریافت سے معلوم ہوا کہ نل سے وضو کرنے میں پانی زیادہ ضائع ہوتا ہے اس لیے حضرت نل سے وضو پسند نہیں کرتے کہ وضو میں پانی ضائع کرنا اسراف ہے۔ میں نے پوچھا پانی کیوں آدھا لوٹا رکھا گیا؟ تو معلوم ہوا

کہ لوٹا بھر دیا جائے تو حضرت کے ہاتھ سے اٹھ نہ سکے گا۔ خیال ہوا کہ دوسرا کوئی وضو کرا دیتا، دوسرے لمحہ خیال آیا کہ وضو خود ہی کرنا مستحب ہے۔

سارے اعضاء سنت کے موافق مکمل طور پر دھلتے، چہرہ دھلتے وقت البتہ دسیوں بار آنکھوں پر پانی کے چھینٹے دیتے چونکہ کسی کے دل میں خیال آسکتا تھا کہ کہاں تو پانی کے استعمال میں وہ احتیاط اور کہاں یہ کشادہ دستی، تدافع شبہ کے لیے خود ہی فرمادیتے ''بار بار آنکھیں چپک جاتی ہیں یعنی آنکھ سے بطور مرض جو پانی نکلے ناقض وضو ہے''...... پورے وضو میں ادعیۂ ماثورہ کی تلاوت پست آواز میں جاری رہتی۔

ارکان نماز کی ادائیگی میں تو معہود طریقہ ہی برتتے، لیکن خشوع وخضوع کا یہ عالم تھا کہ پوری نماز میں آپ کے وجود پر عبودیت کی شان اور بندگی کا جمال طاری رہتا تھا۔ دیکھنے والا دور سے ہی فیصلہ کرلیتا تھا کہ ایک مومن قانت نے اپنے مولیٰ کی رضا جوئی کے لیے اپنے پورے وجود کو عجز ودرماندگی اور عرض والتماس کے سانچے میں ڈھال لیا ہے ''وَ قُوْمُوْا لِلّٰہِ قَانِتِیْنَ''۔

آخری اوقات میں جب ضعف ونقاہت میں بے حد اضافہ ہوگیا تھا اور بیٹھے رہنے میں تکلیف ہوتی تھی، یہ دیکھا گیا کہ مسجد میں جب تک بیٹھے ہیں مسلسل کراہ رہے ہیں۔ اٹھتے ہیں تو سہارا دیا جاتا ہے، بیٹھتے ہیں تو سہارے کی ضرورت ہوتی ہے۔ چلتے ہیں تو لوگ دونوں طرف سے سنبھالے رہتے ہیں۔ لیکن جیسے تکبیر شروع ہوئی ایسی چستی کے ساتھ کھڑے ہوجاتے جیسے کوئی تکلیف ہی نہ ہو۔ پوری نماز قیام ورکوع کے ساتھ نہایت تندہی اور مستعدی کے ساتھ ادا کرتے اور اُف تک کی صدا لب تک نہ آتی جیسے قیام وقعود اور رکوع و سجود کی مشقتیں خشیت الٰہی اور خوف ربانی میں تبدیل ہوگئی ہوں کہ ارشاد الٰہی ہے۔

''وَ اِنَّھَا لَکَبِیْرَۃٌ اِلَّا عَلَی الْخٰشِعِیْنَ''

''بیشک نماز سخت، بوجھل اور گراں ہے مگر اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے''

(بوجھل نہیں)

یا یوں کہیے کہ ساری کلفتیں راحت اور آرام میں بدل گئیں کہ ارشاد نبوی ہے "قُرَّۃُ عَیْنِی فِی الصَّلوٰۃِ" میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا چین نماز ہے۔

## آپ کے کھانے کا طریقہ

روٹی کا چھلکا شوربے میں ڈبو کر اس طرح منہ میں رکھتے کہ ہاتھ کا کم سے کم حصہ آلودہ ہو، تین انگلیوں سے کھانے کا انداز مسنون ہے۔ یہ حدیثوں میں پڑھا تھا، لیکن حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کو دیکھ کر اس کی عملی مشق بھی فراہم ہوئی اور یہ معلوم ہوا کہ یہ ڈھنگ حسن نفاست سے بھرپور اور آنکھوں کو بھی بھلا لگنے والا ہے۔ مختصر لقمہ منہ میں رکھ کر منہ بند کر کے دیر تک چلاتے رہتے، ساتھ ہی سر کو بھی تھوڑی جنبش ہوتی رہتی۔ مجھے ان کے اس طرح منہ چلانے کا انداز بھی بے حد بھلا بھلا لگتا اور ان کے ساتھ دستر خوان پر میں کام و دہن کی لذت کے ساتھ حسن نظارہ کا کیف بھی حاصل کرتا تھا۔

ایک دفعہ مئو اسٹیشن پر اپنے ساتھ کھانے پر بیٹھا لیا۔ میں اپنی عادت کے موافق لمبے لمبے ہاتھ مارنے لگا اور حضرت اپنی عادت کے موافق تناول فرمانے لگے۔ تھوڑی دیر میں مجھے احساس ہوا کہ میں حضرت کے ساتھ کھانے کے لائق نہیں ......اور حسن ادب کے ساتھ کھانے کا سلیقہ بھی ایک فن ہے۔

آپ کے کھانے کی نشست بھی عموماً ایک زانو موڑ کر اور دوسرا کھڑا کر کے ہوتی۔ میں نے آپ کو چار زانو بیٹھے کبھی نہیں دیکھا۔ سفر میں چاہے کتنے روز گزر جائیں، مشتبہ اور دوکان کے کھانے سے پرہیز کرتے۔

الغرض آپ کا کھانا بھی حسن نفاست اور خوشنمائی کا ایک خوشگوار عمل ہوتا اور جب آپ دستر خوان سے اٹھتے تو معلوم ہوتا کہ آپ نے کھانا نہیں کھایا ہے دستر خوان کو نوازا ہے۔

## مفتی اعظم کے چلنے کا انداز

دائیں ہاتھ میں عصا اور بائیں کو موڑ کر اس میں ایک رومال دابے ہوئے رہتے۔

دور سے معلوم ہوتا کہ ایک خوبصورت گلدستہ ہولے ہولے حرکت کر رہا ہے۔اس آہستگی اور نرمی سے زمین پر قدم رکھتے کہ معلوم ہوتا پھول برس رہے ہیں۔ میں نے بار بار سوچا سبحان اللہ! زمین پر نرم قدم رکھ کر اور سر جھکا کر چلنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ جب اس سنت رسول کی نقل اتنی دلکش ہے تو صاحب سنت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفتار، کس قدر حسین اور دل ربا رہی ہوگی۔

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں  تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

## مفتی اعظم کے سونے کا انداز

(آپ پیلی بھیت میں) دائیں کروٹ رخسار کے نیچے ہاتھ رکھ کر اور پاؤں ذرا سمیٹ کر آرام کر رہے تھے سونے کے اس انداز کے بعد مجھے دوسرے تمام طریقوں پر تنقیدی نظر ڈالنی پڑی اور اس کے مقابلہ میں سب کو ہی رد کرنا پڑا۔ پٹ سونے کی تو حدیث شریف میں ممانعت آئی ہے۔ چت ہاتھ پاؤں پھیلا کر سونے میں مردے کا گمان ہوتا ہے۔حق یہ کہ زندوں اور زندہ دلوں کا سونا وہی ہے جو سنت رسول ہے اور حضور مفتی اعظم ہند جس پر کاربند تھے۔'' ۳۷

مندرجہ سطور سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے کھانے پینے، سونے جاگنے، چلنے پھرنے کو بھی سنت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سانچے میں ڈھال لیا تھا اور استقامت کے ایسے جبل مستقیم ہو چکے تھے کہ دیکھنے والوں کی نگاہیں خیرہ ہو کر رہ جاتیں۔

## حقوق عباد کی محافظت اور عفو کی لاجواب مثال

حقوق انسانی کی محافظت کرنا اور کسی کے ساتھ عفو ودرگذر کا معاملہ کرنا، اگر کسی غلطی پر کسی کو سخت کہہ دیا ہو تو اس سے انکساراً معافی مانگ لینا ایک بہترین کردار اور رسول

۳۷ از رشحات قلم حضرت بحر العلوم، مقالہ مفتی اعظم کا تقویٰ اور متشرع زندگی۔ ملخصاً۔

اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وخاصان خدا کی سنت ہے۔ مفتی اعظم ہند قدس سرہ کسی کے اندر کسی طرح کی خامی دیکھتے تو اصلاح کے لیے کبھی جلال میں بھی آتے لیکن معاً ہی جمال میں بھی بدل جاتے۔ جلال و جمال کا حسین امتزاج تاجدار اہل سنت مفتی اعظم اور سیدنا اعلیٰ حضرت کی زندگی میں جو میں نے پایا ماضی قریب کی کسی شخصیت میں نہ پا سکا۔ اور زمانہ حال میں تو حتمی طور پر ناپید۔ ایسا حسین امتزاج کہ جس پر جلال فرماتے اسے فوراً محبت سے سرفراز فرمائے بغیر نہیں رہتے اور جسے جلال وڈانٹ سے نواز دیا وہ کبیدہ خاطر ہونے کے بجائے مسرور وشاداں ہوتا اور اس کا کام بھی ضرور بنتا نظر آتا۔ گویا جس کو ڈانٹ پڑ گئی اس کی مقصد برآری یقینی ہے۔ اللہ اللہ! بزرگوں کا کیا انداز ہے۔

ع الٹی ہی چال چلتے ہیں دیوانگان عشق

جمشید پور کے عظیم بزرگ حضرت چونا شاہ علیہ الرحمۃ والرضوان کا انداز دل ربا یہی تھا۔ جس پر برہم ہو گئے اور اپنے عصائے مبارک سے مار دیا بامراد کر دیا۔ بیمار تھا شفا یاب کر دیا، مقروض تھا سبکدوش فرما دیا، دشمنوں کے نرغے میں تھا ہمیشہ کے لیے نجات پا کر فتح یاب ہو گیا۔ ہاں اس بزرگ کے واقعہ کی تصدیق وایقان بریلی والے امتزاج سے ہوا۔ جلال و جمال کا وہ حسین امتزاج کہ عورتیں آ رہی ہیں، اگر پردے میں کسی طرح کی بے احتیاطی ہوئی برہم ہوئے، سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا، وہ بیچاری اپنی بپتا سنانے لگیں، دکھ درد بیان کرنے لگیں، فوراً جلال جمال میں بدل گیا۔ ڈانٹ کی جگہ فریاد رسی نے لے لی۔ ہاں وہی دلکش امتزاج، غلطی کوئی کر رہا ہے، معافی مانگ کر حقوق کی ادائیگی اور عجز وانکساری کا سبق کوئی دے رہا ہے۔ آیئے اسی سے سنیں جو دونوں طرح کی بارش رحمت میں نہایا گیا۔ مفتی بے بدل یادگار سلف حضرت مولینا قاضی عبدالرحیم صاحب مفتی دارلعلوم منظر اسلام بریلی کی زبان فیض ترجمان سے سنیں وہ آپ بیتی سناتے ہیں۔

''میرا طالب علمی کا دور تھا غالباً ۱۹۵۵ء کے آخری ایام تھے کہ میں اپنے وطن سے بریلی شریف منظر اسلام میں بغرض تعلیم حاضر ہوا۔ میری پہلی صبح تھی جو محلہ سوداگران میں

ہوئی۔ خانقاہ عالیہ کی چھت سے اتر کر میں نماز کے لیے آ رہا ہوں۔ پرانی تعمیر دیکھنے والے حضرات جانتے ہیں کہ شمالی جانب غسل خانہ اور اس کے متصل کنواں تھا، ادھر سے میں مسجد میں داخل ہو رہا تھا۔ کاشانۂ اقدس سے حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ تشریف لا رہے تھے۔ حضور کو یہ بات سخت ناپسند تھی کہ کنویں کی منڈیر سے ہوتے ہوئے مسجد میں داخل ہوا جائے، بلکہ دروازۂ مسجد سے داخل ہوا جائے۔ میں ناواقف تھا حضور مدظلہ نے ملاحظہ فرمایا تو بے حد برہمی کا اظہار فرمایا۔ میں خاموش رہا۔ نماز کے بعد مصافحہ و دست بوسی کی۔ پوچھا کہ کہاں سے آئے ہو؟ میں نے بتایا کہ مدرسہ فضل رحمانیہ گونڈہ سے بغرض حصول تعلیم حاضر ہوا ہوں۔ حضرت قبلہ مدفیضہ نے فوراً میرا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا ''آپ نو وارد و ناواقف ہیں۔ اس راستے سے مسجد میں آنا نہیں چاہیے میں نے آپ کو سختی سے ڈانٹ دیا آپ معاف کر دیں'' میں بہت شرمندہ ہوا۔ حضور کا برابر اصرار رہا جب تک کہ میں نے نہ کہہ دیا کہ میں نے معاف کیا۔ اس واقعہ سے میں بہت متاثر ہوا اور حضور کی عظمت میرے دل میں پیوست ہوگئی اور میں نے سوچا کہ اس طرح حقوق العباد کی محافظت کرنے والا آفتاب ولایت کے سوا دوسرا نہیں ہوسکتا۔'' ۳۸

ٹوٹی آسیں بندھاتے یہ ہیں چھوٹی نبضیں چلاتے یہ ہیں

## امراء و حکام سے بے اعتنائی

اہل علم پر مخفی نہیں ہے کہ علماء و صلحاء کو حکمران وقت و امراء سے دور و نفور چاہیے۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

"اِذَا قَرَأَ الرَّجُلُ وَتَفَقَّهَ فِي الدِّيْنِ ثُمَّ اَتٰى بَابَ السُّلْطَانِ تَمَلُّقاً اِلَيْهِ وَطَمْعاً لِّمَا فِي يَدَيْهِ خَاضَ بِقَدْرِ خُطَاهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ" .

''جب کسی نے قرآن پڑھا اور تفقہ فی الدین حاصل کیا پھر وہ بادشاہ کے دروازے پر اس کی چاپلوسی اور مال کی لالچ میں آیا تو وہ بادشاہ کے گناہوں

۳۸ مضمون ''آفتاب ولایت'' از رشحات قلم حضرت مولانا قاضی عبدالرحیم صاحب بستوی۔

کے برابر دوزخ کی آگ میں گھسا۔ (کنز العمال ج۱۰ ص۱۱۲)

اسی وجہ سے نان پارہ کے نواب نے امام اہل سنت محدث بریلوی قدس سرہ سے اپنی مدح وستائش کے اشعار کہنے کی عرضی پیش کی تو امام اہل سنت کے عشق نے پکار کر کہا تھا۔

کروں مدح اہل دول رضا، پڑے اس بلا میں میری بلا

میں گدا ہوں اپنے کریم کا، میرا دین پارۂ نان نہیں

ظاہر ہے کہ جو قدم اٹھا ہو تو محض دین مصطفیٰ کی حفاظت کے لیے اور جو زبان کھلی ہو تو صرف اپنے مولیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر کو بلند کرنے کے لیے وہ دوسرے کے ذکر میں کیوں مشغول ہو۔

اسی عاشق رسول باپ کے بیٹے تھے مفتی اعظم محمد مصطفیٰ رضا بریلوی اور وہ بھی اس شان کے ساتھ کہ پورے طور پر اپنے باپ کے نقش قدم پر چلنے والے کہ جس سنت واسوۂ حسنہ پر باپ نے چل کر دکھایا اس پر بالکلیہ اپنے آپ کو ڈھالا، تو یہ کیونکر ارباب حکومت یا اغنیاء کے دروازے کھٹکھٹانا گوارہ کرتے، ایسوں کے سامنے جھکنا تو در کنار جانے کے روادار نہ ہوئے۔ رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری قبلہ علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:۔

''اور یہ بھی دینی غیرت ہی کا ایک بے مثال نمونہ ہے کہ بانوے سال کی طویل زندگی میں نہ کبھی کسی سربراہ مملکت کے گھر گئے اور نہ کسی بڑے سے بڑے فرماں روا کے بنگلے میں نظر آئے بلکہ حیرت میں ڈوب جانے کی بات یہ ہے کہ مملکتوں کے کتنے ہی سربراہوں اور وقت کے کتنے ہی سلاطین نے خود ان کی مجلس میں باریاب ہونے کی اجازت چاہی اور مفتی اعظم نے یہ کہہ کر ملنے سے انکار کر دیا کہ ایک درویش کا بادشاہوں اور ارباب حکومت سے سروکار ہی کیا ہے؟ دہلی ہندوستان کا دل ہے اور سیاسی اقتدار کا مرکز ہے، لیکن کبھی دہلی جانا تو بڑی بات ہے خود دہلی نے مفتی اعظم کے قریب آنا چاہا تو انہوں نے اس کی اجازت نہ دی'' پھر لکھتے ہیں:

''اور بلا شبہ فقر واستغناء اور خودداری کی یہ شان حضور مفتی اعظم ہند کو اپنے غیور باپ سے ملی تھی جو اپنے عہد میں اسلام کی جلالت وجبروت کی نشانی تھے، جو ساری زندگی خدا

کے آگے سجدہ ریز رہے۔ یا پھر سرکار کی چوکھٹ پر پیشانی خم ہوئی۔ یا سرکار عالی سے جنہیں انعام خسروانہ ملا اور تقرب خاص کی دولت عطا ہوئی ان کی آقائی کے آگے سر جھکایا اس کے علاوہ کسی بھی بڑے سے بڑے اقتدار کو نہ کبھی خاطر میں لائے اور نہ اس کی طرف احتیاج کا ہاتھ بڑھایا۔" (رفاقت، پٹنہ مفتی اعظم نمبر ۱۵ر دسمبر ۱۹۸۱ء صفحہ ۸)

مفتی اعظم اور امام اہل سنت سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہما کے اس عمل وطرز زندگی پر ان لوگوں کو خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے جو اہل سنت کہلانے کے دعویدار ہیں اور حکمران وامراء کے یہاں تملق سے کام لیتے ہیں کیونکہ اہل سنت و جماعت کا شیوہ ہمیشہ کا یہی رہا ہے کہ کبھی کسی حال میں حکومت واقتدار کی چاپلوسی نہیں کی۔ البتہ اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر واحسان ہے کہ ہمارے متدین طبقہ میں یہ تشخص اب بھی برقرار ہے۔

۲۵ رصفر المظفر ۱۴۱۶ھ کو ہندوستان کا اخبث الناس وزیر اعظم پی وی نرسمہاراؤ بریلی شریف پہنچا تا کہ مزار اعلیٰ حضرت وتاجدار اہل سنت مفتی اعظم علیہما الرحمۃ والرضوان کی زیارت کرے، چادر چڑھائے اور علمائے اہل سنت اس کی خاطر وعزت اور تعظیم بجالائیں تا آنکہ مسلمانوں کی اکثریت (۷۵ فیصد اہل سنت) کی نظر میں اس کا وقار جم جائے تو علمائے بریلی کے ذمے دار افراد نے مزار شریف میں جانے کی بھی اجازت نہ دی نہ کوئی آؤ بھگت، چہ جائیکہ تعظیم وتکریم اور اسے وہاں سے نامراد واپس کر دیا (بعض اشخاص نے مجھ سے یہ بتایا کہ یہ پورا واقعہ ٹی وی میں اسی تاریخ کو بیان کیا گیا)

ہمارے یہ دونوں بزرگ یقیناً قابل ستائش ہیں کہ ظالموں کے چہرے دیکھنے سے بھی کتراتے تھے۔ سبع سنابل شریف میں ہے کہ بادشاہ وقت ہارون رشید نے امام الاصفیاء حضرت داؤد طائی سے ملاقات کرنی چاہی تو آپ نے انکار فرمادیا اور حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے یہ روایت بیان کی کہ "رُؤْيَةُ وَجْهِ الظَّالِمِ تُسَوِّدُ الْقُلُوْبَ" ظالم کے چہرے کو دیکھنا دل کو کالا کرتا ہے۔[۳۹]

[۳۹] سبع سنابل شریف اردو۔ ص ۲۰۲

حکام وقت سے ان برگزیدہ بندگان خدا کی رسم وراہ نہ رکھنے سے متعلق یہ اقتباس بھی زیب نظر کرنے کے قابل ہے۔ یہ اس وقت سے متعلق ہے جب کہ ہندوستان میں انگریزوں کا دور اقتدار وتسلط تھا۔ سید الطاف علی مسلکاً بریلی نہ ہونے کے باوجود حقیقت کا انکشاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''سیاسی نظریہ کے اعتبار سے حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بلاشبہ حریت پسند تھے، انگریز اور انگریزی حکومت سے دلی نفرت تھی۔

''شمس العلماء'' قسم کے خطاب وغیرہ حاصل کرنے کا ان کو یا ان کے صاحبزادگان مولانا حامد رضا خاں، مصطفیٰ رضا خاں صاحب (مفتی اعظم) کو کبھی تصور بھی نہ ہوا۔ والیان ریاست اور حکام وقت سے بھی قطعاً راہ ورسم نہ تھی''

(روزنامہ جنگ کراچی شمارہ ۲۵؍جنوری ۱۹۷۹ء بحوالہ گناہ بے گناہی)

# بے مثل توکل وخودداری

امام اہل سنت نے حضرت مفتی اعظم ہند اور دیگر وابستگان کو یہ نصیحت کی تھی:

''تاکید اور سخت تاکید کی جاتی ہے کہ دست سوال دراز کرنا تو درکنار اشاعت دین وحمایت سنت میں جلب منفعت کا خیال دل میں بھی نہ لائیں کہ ان کی خدمت خالصۃً لوجہ اللہ ہو''۔ (الرضا شمارہ ربیع الآخر وجمادی الاول ۱۳۳۸ھ ص ۹)

مفتی اعظم کس قدر اس نصیحت پر کاربند رہے اس کا دلکش نظارہ ذیل کے اقتباس میں ملاحظہ کیجیے۔

''اس ہدایت ونصیحت پر ایسا عمل کیا کہ باید وشاید...... ''متاع غرور'' سے ایسی نظریں پھیریں کہ پلٹ کر بھی نہ دیکھا۔ سنیے سنیے!

حج بیت اللہ شریف سے بمبئی واپسی ہے......ایک مرید باصفا نے ایک گراں قیمت کار اس نیت سے خریدی کہ بمبئی سے بریلی تک اس میں لے جائیں۔ راستہ میں مریدوں اور معتقدوں کو لیتا جائے اور جب بریلی پہنچے تو یہ کار نذر کردے، بمبئی سے روانہ

ہوئے......جاں نثار وفدا کار راستے میں زیارت کرتے رہے...... بریلی پہنچے ہیں...... تکمیل آرزو کا وقت آ گیا...... مرید وفا شعار دست بستہ کھڑا ہے...... اپنی کار خدمت اقدس میں نذر کر رہا ہے......مگر ان کی نگاہ کی رفعت کا عالم نہ پوچھئے:

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو  عجب چیز ہے لذت آشنائی

وہ حرماں نصیب اپنی کار واپس لے کر لوٹ رہا ہے......مگر حریم جاناں سے درس محبت لے کر لوٹ رہا ہے......جس کی نگاہ میں محبوب سما جائے پھر اور کوئی نہیں سما سکتا۔ ساری آرزؤں کا حاصل صرف ایک آرزو ہو جاتی ہے۔

تجھ سے مانگوں میں تجھی کو، سبھی کچھ مل جائے

سو سوالوں سے یہی ایک سوال اچھا ہے

آج عالم و عامی سبھی کار کے آرزو مند ہیں......جس کو دیکھو دنیا کی طرف لپک رہا ہے، مگر وہ گریزاں ہے......ایک وہ ہے جن کے پیچھے دنیا ہے۔ ہزاروں سلام ہوں اس ہمت بلند پر'' ۴۰؎

آج عالم وصوفی، اہل دول کی طرف لپکتے نظر آرہے ہیں......دنیوی جاہ وجلال ان کو مرعوب کئے دیتا ہے......سلام اس پر جس کی نظریں دو عالم سے بے نیازانہ گذر گئیں۔ عشق و محبت نے اس کو ایسا مست و بے خود کر دیا تھا کہ نہ کسی کی جاہ و حشمت نظروں میں جچتی تھی اور نہ مال و دولت۔'' ۴۱؎

کشمیر کے کوئی صاحب تھے ......بارگاہ نوری کے عاشق زار تھے......دل نے کروٹ لی اور کشمیر سے چل کر بریلی پہنچے ......مقصد صرف یہی تھا کہ مرشد کی زیارت ہو جائے ......جو پوری ہوگئی......ایک قیمتی گھڑی ''اومیگا'' ساتھ لائے تھے، نذر بارگاہ کرنے کے لیے......مگر مزاج سمجھ رہے تھے کہ دنیوی حرص سے جس کے وجود کو خالی رکھا گیا

۴۰؎ از رشحات قلم ماہر رضویات پروفیسر مسعود احمد صاحب پاکستان، مضمون شہزادۂ امام احمد رضا۔
۴۱؎ حوالہ مذکورہ............ ملخصاً۔

ہو اس کی بارگاہ میں کیسے لب کشائی کی جائے۔ بالآخر زندہ باد اے ہمت مردانہ...... دل کی بات زبان پر آ گئی...... حضور ایک گھڑی لایا ہوں تا کہ حضرت اس سے وقت دیکھیں...... پھر ارشاد ہوا فقیر کو اس کی ضرورت نہیں...... حضور بہت آرزو سے اس کو خریدا ہے...... اصرار ہوا تو جواب ملا کہ لاؤ...... تالیف قلب کے لیے داہنے ہاتھ میں باندھا اور فوراً واپس کر دیا، ارشاد ہوا آپ کی خواہش تھی اس لیے باندھ لیا اب اسے آپ پہنیے۔ [۴۲]

راقم السطور کہتا ہے کہ یہ بات مشہور انام ہے کہ مفتی اعظم کو اہل ثروت بسا اوقات لاکھ لاکھ روپیے دیتے مگر مفتی اعظم ہند اسے قبول نہیں فرماتے اصرار پیہم کے بعد خیال خاطر و دلجوئی کے لیے اس سے صرف ایک روپیہ لے لیتے اور یہ فرما کر واپس کر دیتے کہ آپ کا روپیہ میں نے قبول کیا اور اب میں آپ کو دیتا ہوں۔

## تعمیر مدارس میں بے لوث قربانی اور آپ کا تقویٰ

دین کی راہ میں خرچ کرنا کار عبادت اور بہترین سنت ہے۔ مدرسہ دینی قلعہ کا نام ہے جس کی تعمیر و بقا مسجد و منبر اور اسلام کی بقا کے لیے ضروری ہے۔ مفتی اعظم ہند نہ صرف اپنے دو مدرسے منظر اسلام اور مظہر اسلام کا بار گراں اپنے دوش اطہر پر لے کر چل رہے تھے بلکہ دیگر مدارس دینیہ کے قیام میں بھی حصہ لیتے۔ خود چندہ دیتے اور دوسروں کو اس کی ترغیب دلاتے، اور یہی دینے دلانے کی غرض سے مدارس کے اجلاس میں خاص طور پر شرکت فرماتے اور خاص بات یہ ہے کہ ان مدرسوں کا سفر خرچ تک قبول نہیں کرتے چہ جائے کہ وصول نذرانہ کا حرص و ہوس...... حضرت رئیس القلم علیہ الرحمہ کا اقتباس ذیل میں خاص طور سے قابل توجہ ہے:

خاص طور پر ان مدارس کے اجلاس میں ضرور شرکت فرماتے جس کے ذیل میں کسی عظیم عمارت کے سنگ بنیاد کی تقریب منعقد ہوتی۔ اس طرح کے موقع پر سب سے پہلا عطیہ جو چندے کی جھولی میں پڑتا وہ خود مفتی اعظم ہند کی طرف سے ہوتا۔ مدارس کے

[۴۲] ماہنامہ حجاز جدید، شمارہ مئی، جون ۱۹۹۱ء ص ۲۶۔

جلسوں میں حضرت کا معمول یہ تھا کہ وہ مدرسوں سے نہ نذرانہ قبول کرتے اور نہ سفر کا خرچ۔
اس طرح کے ایک موقع کا میں عینی شاہد ہوں جب مبارکپور کی سرزمین الجامعۃ الاشرفیہ (عربی یونیورسٹی) کے سنگ بنیاد کی تقریب میں حضور مفتی اعظم ہند مبارکپور تشریف لے گئے...... حضور مفتی اعظم ہند جب رخصت ہونے لگے تو ہم نے جامعہ کی طرف سے کچھ پیش کرنا چاہا۔ حضرت نے دریافت فرمایا، یہ کیا ہے؟ جلدی میں میرے منہ سے نکل گیا یہ کرایہ ہے۔ حضرت نے فرمایا: میں کرایہ کا مولوی نہیں ہوں، اس جواب پر میں پسینہ پسینہ ہوگیا، رہ رہ کر پچھتاوا ہوتا تھا کہ یہ کلمہ میرے منہ سے کیوں نکلا، کچھ اور کہہ دیا ہوتا" ملخصاً ۴۲

یقیناً یہ مفتی اعظم کا عظیم ایثار، بے لوث قربانی اور اتباع سنت ہے کہ نذرانہ اور زادراہ کی رقم وصول کرنا تو دور کی بات ہے خود اپنی جیب سے انفاق فی سبیل اللہ کرتے اور دینی قلعوں کے تحفظ اور بقا کا سامان فراہم فرماتے۔ بلکہ مریدین ومتوسلین کی طرف سے جو بھی نذرانہ دیے جاتے انہیں مدارس ہی میں وقف کر دیتے۔ نمونہ ملاحظہ کیجیے اور کام ودہن معطر فرمایئے۔

"ایک مرتبہ آپ جامعہ حمیدیہ (بنارس) کے جلسہ دستار فضیلت کے موقع پر بذریعہ کار جبلپور مدھیہ پردیش سے تشریف لے گئے۔ ارکان جامعہ نے سوچا کہ سینکڑوں کیلومیٹر کا سفر کر کے تشریف لائے ہیں پیٹرول وغیرہ کا خرچہ کافی ہوا ہوگا۔ لہٰذا پانچ سو روپئے کی رقم پیش کرنا چاہی۔ ہزار کوششوں کے باوجود آپ نے رقم قبول نہیں کی۔ لوگوں نے سوچا کہ اس طرح تو حضرت کا نقصان ہوگا تو مختلف لوگوں پر تقسیم کر دی گئی۔ لوگ فرداً فرداً مصافحہ کرنے گئے اور نذرانہ پیش کرتے چلے گئے۔ حضرت نے سب کی نذر قبول کرنے کے بعد فرمایا، میں اس رقم کو جامعہ کے لیے وقف کر رہا ہوں، اس کی تعمیر میں اس کو صرف کر دیا جائے۔" ۴۳

۴۲ رفاقت مفتی اعظم ہند نمبر ۱۹۸۱ء، مضمون نور کا چہرہ پھولوں کا بدن۔ ص ۳۔

۴۳ سوانح پاک حضور مفتی اعظم ہند۔ ص ۲۵۔ وحیات مبارکہ مفتی اعظم ص ۲۰۔
حیات مبارکہ ص ۱۹ پر ہے۔ مریدین ومعتقدین اکثر آپ کو نذرانہ پیش کرتے ہیں، اولاً تو آپ اسے قبول نہیں کرتے، اگر دیکھتے کہ نہ لینے میں اس کی دل شکنی ہو رہی ہے تو فرماتے میں نے اسے قبول کیا اور اب میں اپنی طرف سے آپ کو دیتا ہوں، یہ کہہ کر واپس کر دیتے، بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ آپ نذر قبول فرمائیں

اس طرح کے کئی تابناک نقوش آپ نے تاریخی صفحات پر ثبت کیے ہیں۔اب میں اپنے قارئین کی توجہ چاہتا ہوں کہ مفتی اعظم کے اس طرح کے طرز عمل سے یا تو یہ کہا جائیگا کہ اس طرح کی رقوم میں زکوۃ وغیرہ کی آمیزش کا اشتباہ رہا ہوگا اور مفتی اعظم ہند مشتبہ سے پرہیز فرماتے تھے۔یا یوں کہیے کہ فی سبیل اللہ خرچ کرنے اور مدارس اسلامیہ کی بقا کا دینی جذبہ وملی حمیت کارفرما تھی، جس نتیجہ پر پہنچئے تاجدار اہلسنت مفتی اعظم ہند کی شان عظمت، استقامت علی الشریعت اور بے مثال تقوی ضرور ثابت ہوتا ہے۔

آپ کے تقوی وطہارت کا عالم یہ کہ دو مدرسے خاص اپنی نگرانی میں چلا رہے تھے لیکن مدرسے کی ایک چیز بھی اپنے مصرف میں نہیں لاتے حتی کہ نہ اپنے حقہ میں مدرسے کی لکڑی استعمال کرنے دیتے اور نہ اس کی آگ سے تمبا کو جلانے دیتے۔جب کہ ان مدرسوں کی کفالت عموماً آپ کی جیب سے ہوتی۔ماہنامہ اشرفیہ کے صدر الشریعہ نمبر میں فقیر کی نظر سے گذرا ہے کہ ایک مرتبہ یہاں تک نوبت آگئی کہ آپ کو طلبہ کی خوراک کے لیے قرض لینے کی نوبت آگئی پھر زمین فروخت کرنے کی، غیرت وحمیت اجازت بھی نہیں دیتی کہ کسی کے سامنے منہ کھولا جائے۔البتہ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے رہا نہ گیا اور آپ نے مدرسہ کے بوجھ کو بعض احباب سے ہلکا کرایا۔

## نابالغ سے نذرانہ وصول نہ کرنے کا عملی پیغام

مفتی اعظم ہند بسا اوقات مریدین کے نذرانے قبول بھی فرمالیتے تا کہ دل شکنی نہ ہونے پائے اور بندگان خدا کو خوشی ہو کہ حدیث میں آیا ہے "اِدْخَالُ السُّرُوْرِ فِی قَلْبِ الْمُؤْمِنِ عِبَادَةٌ" (مومن کو خوش کرنا عبادت ہے) مگر نابالغ کے ہاتھ سے نذرانہ لینے کے سلسلہ میں آپ کا خاص طریقہ رہا ہے کہ بغیر اذن والدین ان سے کسی طرح کی خدمت نہیں لیتے نہ ان کے ہاتھ سے نذرانہ قبول فرماتے۔اس کی وجہ ظاہر ہیکہ نابالغ سے کسی چیز کا لینا جائز نہیں کیونکہ وہ اپنی مملوک شی کا دوسرے کو مالک بنانے کا اختیار نہیں رکھتا۔اسی لیے فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ نابالغ سے وضو کا پانی منگوانا درست نہیں۔ہم یہاں مفتی اعظم

ہند کا ایک ایسا عملی نمونہ ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں جو ایک طرف مذکورہ بالا مسئلہ شرعی کی بابت اتباع رسول و استقامت فی الدین پر دال ہے تو دوسری طرف خطرات دل پر آگاہی کی روشن کرامت کا مثبت بھی۔ ہاں ذکر واقعہ سے پہلے یہ ذہن نشین کرنا چاہیے کہ واقعہ نگار نواب صاحب نے اپنے سوال کو عرض احقر سے تعبیر کیا ہے۔ اور حضور مفتی اعظم ہند کو ارشاد سے......اب ملاحظہ کیجیے۔ الحاج نواب رحمت نبی خاں صاحب حضرت مفتی اعظم ہند کی ایک مجلس کا تذکرہ کرتے ہوئے رقم فرماتے ہیں۔ ''یوم دوشنبہ بتاریخ ۱۶ شوال المکرّم ۱۳۸۸ھ مطابق ۶ رجنوری ۱۹۶۹ء بوقت صبح بمعیت پسر خود مسمی مسرت نبی خان سلمہ دراقدس پر حاضر تھا۔ حضرت نے میری درخواست پر خادم زادہ مذکور کو داخل سلسلہ فرمایا ۔ بعد حصول افتخار خادم زادہ نے مبلغ ۵ کا نوٹ نذر کیا جو قبول نہیں فرمایا۔

عرض احقر: حضرت قبول فرمائیں

ارشاد: میں بچوں سے نہیں لیتا

عرض احقر: میری جانب سے قبول فرمائیں

ارشاد: نہیں۔

(ملفوظات مفتی اعظم ملحق بہ حیات مبارکہ صفحہ ۴۳)

نواب موصوف دام فیضہ کتاب کے حاشیہ میں لکھتے ہیں۔

''مکان آکر بچہ نے کہا، جب آپ نے نذر کرنے کے لیے مجھے نوٹ دیا تھا تو میرے دل میں آیا، کاش یہ نوٹ مجھے مل جاتا تو اچھا ہوتا......حضرت دامت برکاتہم کی یہ ایک کرامت ہی کہی جاسکتی ہے (کہ بچے کی دلی خواہش کو معلوم کرلیا)''۴۳

## اسراف وفضول خرچی سے احتراز

ہر چیز میں میانہ روی و اعتدال پسندی مطلوب شریعت ہے اور اسراف وفضول خرچی کرنا اس کے بالکل خلاف ہے۔ قرآن مقدس میں ارشاد ہے ''اِنَّہٗ لَایُحِبُّ الْمُسْرِفِیْن''

۴۳ حاشیہ ملفوظات مفتی اعظم، منضم بہ حیات مبارکہ مفتی اعظم۔

فضول خرچی نہ کرو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فضول خرچی کو پسند نہیں فرماتا ہے۔ اور ایک جگہ بایں الفاظ ارشاد فرمایا ''اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیَاطِیْنِ'' یقیناً فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔ شرع شریف کے اس فرمان پر عمل کرتے ہوئے اسراف میں اس قدر مفتی اعظم ہند محتاط تھے کہ کبھی ٹنکی کے نل سے وضو نہیں فرماتے بلکہ لوٹا سے بناتے کہ کہیں اسراف اور پانی کا ضیاع نہ ہو جائے۔ اسی طرح آپ فضول خرچی کے خوف سے ہوائی جہاز کا سفر نہیں کرنا چاہتے جبکہ آپ جیسا عدیم الفرصت انسان شاید و باید ہو...... محقق دوراں جناب مولانا قمر الحسن صاحب بستوی مقیم الحال امریکہ کی زبان حقیقت ترجمان سے سماعت فرمایئے۔

''کئی لوگوں کی زبانی یہ واقعہ سننے کو ملا...... لوگ مدعو کرتے...... وقت کی تنگی ہوتی یا کوئی عذر ہوتا...... عرض کیا جاتا...... حضور ہوائی جہاز سے سفر فرمائیں...... وقت بھی کم لگے گا...... مشقتیں بھی کم ہوں گی...... مگر ارشاد ہوتا فقیر اس سے سفر نہیں کرتا۔ جب ٹرین سے سفر ہو سکتا ہے تو فضل خرچی کیوں کی جائے'' ۴۳

لگے ہاتھوں مولوی حسنین رضا کٹیہاری کا یہ تبصرہ بھی زیب چشم کر لیجئے تا کہ واقعہ ہر زاویہ سے ذہن میں روشن ہو جائے۔

''حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے پاس وقت کی کمی رہتی تھی۔ کیونکہ اکثر اوقات تو خدا کی عبادت و ریاضت میں گذارتے اور باقی حصے میں فتویٰ نویسی بھی کرتے اور لوگوں کی اصلاح و موعظت کے لیے ناصحانہ باتیں بھی ارشاد فرماتے۔ ایسے وقت میں مفتی اعظم ہند چاہتے تو ٹرین کے بجائے ہوائی جہاز سے سفر کر سکتے تھے۔

مگر قربان جایئے وقت کے مجاہد پر کہ ایسے حالات و مواقع پر بھی حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان نے بہترین لب ولہجہ میں جواب عنایت فرمایا اور مریدین و متوسلین کے دلوں کو اس اسراف و فضول خرچی سے کنارہ کش رہنے پر آمادہ کیا۔

۴۳؎ حجاز جدید دہلی ص ۶۷ شمارہ مئی، جون ۱۹۹۱ء

اللہ اللہ! کتنا پاس ولحاظ تھا شریعت مطہرہ کا کہ کہیں فضول خرچی نہ ہو جائے اور احکم الحاکمین کے حضور جواب دہ نہ ہونا پڑے"۔[۴۴]

## انگریزی روشنائی اور حکم شرعی

حضرت مفتی اعظم ہند فونٹین پین اور انگریزی روشنائیوں کا استعمال نہیں کرتے تھے آپ کا کہنا تھا کہ ان روشنائیوں میں اسپرٹ ہوتی ہے جو شراب ونجس ہے۔ لہٰذا اس سے لکھنا جائز نہیں۔ کیونکہ قلم سے بسم اللہ شریف اور آیات قرآنیہ لکھی جائیں گی اور یہ بے ادبی اور گناہ کی بات ہے۔[۴۵]

ایک صاحب نے چند تعویذات مختلف اشخاص کے لیے یا مختلف مقاصد کے لیے حاصل کرنے کے بعد جیب سے فونٹین پین نکال کر تعویذات پر سب کے نام یا مقاصد علیحدہ علیحدہ لکھنا شروع کیے۔ حضرت کی نظر پڑتے ہی ناخوشی کا اظہار کیا اور فرمایا: "سب تعویذ خراب کر دیے۔ اب مجھے دوبارہ لکھنا پڑے گا۔ کیونکہ فونٹین پین کی روشنائی میں اسپرٹ ہوتی ہے جو کہ شراب ہے اور مثل پیشاب کے نجس ہے"[۴۶]

کیا اس دور پرفتن میں اس طرح عزیمت واحتیاط اور تقوی کی مثال کوئی لا سکتا ہے؟ دل کا جواب یہی ملے گا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست      تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

## جذبۂ خدمت خلق نے آپ کی گاڑی چھوڑوا دی

حدیث شریف میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "خَیْرُ النَّاسِ مَنْ یَّنْفَعُ النَّاس" (لوگوں میں بہتر وہ ہے جو لوگوں کو فائدہ پہنچائے)۔ حدیث مسلم میں ہے کہ رحمت دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ لوگوں کو جھاڑ پھونک سے

[۴۴] ملخصاً، انوار مفتی اعظم، مضمون مولوی حسنین رضا کٹیہاری۔
[۴۵] حیات مبارک مفتی اعظم ص ۲۲، مولفہ مولانا عرفان الحق سنبھلی۔
[۴۶] پندرہویں صدی اور منصب تجدید۔ مؤلفہ الحاج نواب رحمت نبی خاں صاحب ص ۳۳۔

منع فرمایا۔ عمرو بن جز کے قبیلہ والے آئے اور عرض کیا یارسول اللہ ہمارے پاس ایک جھاڑ ہے جس سے بچھو کی جھاڑ پھونک کرتے ہیں اس کے بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے جبکہ حضور نے جھاڑ پھونک سے نہی فرمادی ہے اور ان سبھوں نے سرکار کے سامنے اسے پیش بھی کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا "میں اس جھاڑ میں کوئی حرج نہیں دیکھتا ہوں" آگے فرمایا "مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يَّنْفَعَ اَخَاهُ فَلْيَنْفَعْ" (تم میں سے جو اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکے تو اسے ضرور نفع پہنچانا چاہیے) ۷؎

مرشد برحق تاجدار اہل سنت حضرت مفتی اعظم رسول اعظم کے ان فرمودات کی پیروی اس قدر فرماتے کہ عبادت وریاضت اور خدمت دین وملت کے بعد زندگی کا لمحہ لمحہ مخلوق خدا کو نفع پہنچانے میں گذارتے، اسی نفع رسانی کی غرض سے تعویذ نویسی کا مشغلہ بھی اختیار فرمایا۔ جس میں بیک وقت کئی فوائد ہیں اس میں خود غرض عوام الناس کو اپنا گرویدہ بنا کر ان کے دین وایمان کی حفاظت کرنا بھی ہے۔ مرادیں پوری کر کے مسلمانوں سے دعائے خیر لیتے رہنا بھی، اسمائے الٰہیہ، آیات قرآنیہ، اور کلمات دعائیہ کو لکھ کر ذکر الٰہی میں مشغول ہونا بھی ہے اور اپنی ولایت کو عوام سے چھپائے رکھنا بھی۔ سیدی مفتی اعظم کے اندر مسلمانوں کی نفع رسانی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ اس کی بھی ایک جھلک ملاحظہ فرمایئے، جس کے گواہ مدرسہ فیض العلوم جمشید پور کے کئی اساتذہ ہیں۔

حضور مفتی اعظم ایک خاص موقع سے مدرسہ فیض العلوم میں مدعو کیے گئے۔ یہاں لوگ آپ کے سلسلۂ ارادات میں داخل ہوئے اور بے شمار لوگوں کو آپ نے اپنے فیوض و برکات سے فیضیاب کیا۔ بعدہ واپسی کے لیے گاڑی پکڑنی تھی، گاڑی کا وقت ہو چلا تھا۔ مدرسہ کے مہتمم رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری صاحب ٹیلیفون کے ذریعہ وقت معلوم کر چکے تھے کہ اب گاڑی آنے والی ہے۔ رکشہ منگایا گیا۔ حضور مفتی اعظم ہند رکشہ پر بیٹھ بھی گئے۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور عرض کیا حضور فلاں پریشانی سے دوچار ہوں، تعویذ

---

۷؎ مشکوٰۃ المصابیح کتاب الطب والرقی ص:۳۸۸۔

مرحمت فرمائیں۔اللہ اللہ! بندگان محترم کو کتنی نازک گھڑی میں کس طرح آزمائش و جانچ سے گذرنا پڑتا ہے۔

آزمائش ہے نشان بندگان محترم
جانچ ہوتی ہے اسی کی جس پہ ہوتا ہے کرم

حضرت علامہ صاحب بگڑ گئے اوراس سے سخت لہجہ میں فرمایا گاڑی کا ٹائم ہو چکا ہے اورتم ابھی تعویذ کے لیے کہہ رہے ہو۔مگر حضرت نے علامہ زید مجدہ کو ڈانٹنے سے منع فرمایا۔علامہ صاحب نے عرض کی حضور گاڑی چھوٹ جائیگی ۔اس پر جوحضرت قدس سرہ نے جواب دیا وہ کس قدر خوف الٰہی اور جذبۂ خدمت خلق سے سرشار ہوکر دیا ہے وہ ملاحظہ کیجیے۔فرمایا:

''چھوٹ جانے دو،دوسری ٹرین سے جاؤں گا۔کل قیامت کے دن اگر خداوند کریم نے پوچھ دیا کہ تونے میرے فلاں بندے کی پریشانی میں کیوں مدد نہیں کی تو میں کیا جواب دوں گا اور یہ فرما کر سب سامان اتروالیا۔''

خیال خاطر احباب چاہیے ہر دم
انیس ٹھیس نہ لگ جائے اس آبگینے کو

## مسئلہ اذان ثانی اور مفتی اعظم کی استقامت

اہل سنت کو معلوم ہے کہ جمعہ کی اذان ثانی خارج مسجد خطیب کے سامنے دینا سنت ہے اور مسجد کے اندر دینا خلاف سنت اور مکروہ وممنوع ہے۔اسی کی تصریح کی ہے علامہ ابن ہمام نے فتح القدیر میں اور مولانا عبدالحی فرنگی محل نے عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ میں وغیرہ وغیرہ مگر براہوان نام نہاد مسلمانوں کا جنھوں نے یہ بدعت گڑھی کہ جان بوجھ کر اذان ثانی کو مسجد ہی میں دینے کا بعض جگہ رواج دے دیا اور علمائے حق کو سخت الجھنوں میں ڈالا لیکن تاجدار اہل سنت مفتی اعظم کا طرۂ امتیاز جس کا سارے لوگ اعتراف کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ وہ اپنے سامنے کسی بھی امر میں خلاف سنت ہوتے دیکھنا گوارہ نہیں

کرتے اور جس طرح خود سنت رسول کے پیکر بن کر رہنا پسند فرماتے دوسرں کو بھی اسی سانچے میں ڈھالنے کے لیے کوشاں رہتے۔ خلاف سنت ہونے پر مفتی اعظم کا درد وکرب اوراحیائے سنت کے جذبۂ بیکراں کی نظیر سماعت کیجیے۔

محب محترم جناب مولینا نوراللہ صاحب عزیزی صدرالمدرسین مدرسہ فیض العلوم نے راقم سے یہ روایت بیان کی کہ:

''ایک مرتبہ حضور مفتی اعظم گھوسی تشریف لے گئے، جمعہ کا دن تھا جب آپ وہاں کی جامع مسجد میں نماز ادا کرنے گئے تو دیکھا کہ موذن نے مسجد کے اندر ہی اذان دینی شروع کردی، پھر کیا تھا حضرت تیزی سے اٹھے اوراس کے دونوں بازو آہستگی سے پکڑا اور مسجد کے باہر لے جاکر کھڑا کردیا اور وہیں اذان دلوائی''۔

اس سلسلہ میں جے پور کی ایک مسجد میں بھی جو استقامت اوراحیائے سنت کا بے مثال نمونہ قائم کیا ہے وہ ذکر کے قابل ہے۔ ماہتاب علم وولایت برہان الملۃ والدین حضرت علامہ برہان الحق جبلپوری قدس سرہ اپنے مقالہ ''مفتی اعظم ہند ایک تاریخ ساز شخصیت'' میں خامہ فرسا ہیں۔

''جے پور میں ہماری قیام گاہ کے بالکل سامنے مسجد تھی، جمعہ کے دن حضور مفتی اعظم ہند سے نماز جمعہ پڑھانے کی درخواست کی گئی۔ حضور نے یہ خدمت خادم کوتفویض فرمائی۔ جب جمعہ کا وقت ہوا، اذان ہوئی، ہم نے مسجد جانے کی تیاری کی مگر حضرت میرے ساتھ جانے کے لیے تیار نہ ہوئے۔ میں نے حضور سے مسجد چلنے کے لیے عرض کیا تو فرمایا ''یہاں کی مسجد کے لوگ بہت ضدی ہیں، اذان ثانی مسجد کے اندر ہی دیتے ہیں۔ مسئلہ بتانے اور سمجھانے کے بعد بھی باز نہیں آتے اور میں خلاف سنت فعل اپنے سامنے ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔ جب خطبہ شروع ہو جائے گا میں آجاؤں گا۔ میں نے عرض کی حضور تشریف تو لے چلیں آج اذان مسجد کے اندر نہ ہوگی۔ پھر فرمایا کہ میں بہت سمجھا چکا اور دیکھ چکا یہ لوگ ماننے والے نہیں۔ میری دعا ہے کہ خدا کرے کہ یہ آج آپ کے سمجھانے اور مسئلہ کی

وضاحت سے مان جائیں۔۔خدا انہیں اس کی توفیق وہدایت عطا فرمائے''۔میں تنہا مسجد میں حاضر ہوا۔ادائے سنت کے بعد مجھے خطبہ کے لیے کہا گیا۔میں منبر پر بیٹھ گیا مؤذن نے بالکل منبر کے قریب کھڑے ہوکر اذان دینے کا ارادہ کیا۔میں نے مؤذن کو روک کر حاضرین مسجد کو مطلع کر کے اذان سے متعلق شرعی حکم سنایا کہ اذان مسجد کے اندر دینا مکروہ تحریمی ہے،اذان کا مقصد اعلان عام ہے،خطیب کے سامنے منبر کے قریب مسجد کے اندر اذان دینے سے وہ مقصد حاصل نہیں ہوتا جو شریعت نے مقرر فرمایا،اسی مقصد کیلئے اذان خطبہ بھی خارج مسجد دینے کا حکم فرمایا گیا ہے۔میں خلاف سنت کوئی کام نہ کروں گا کہ میں منبر پر رہوں اور اذان خطبہ میرے سامنے منبر کے قریب مسجد کے اندر دی جائے۔میں خطبہ اور نماز جمعہ اسی وقت پڑھاؤں گا جب اذان خارج مسجد خطیب کے سامنے ہو۔چنانچہ مؤذن نے مسجد کے باہر منبر کے سامنے اذان خطبہ دی۔جب قیام گاہ میں حضرت کو معلوم ہوا کہ آج تو اذان مسجد کے باہر ہورہی ہے اس پر حضرت نے بڑے جذبۂ مسرت کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ''الحمد للہ! آج تو اذان خارج مسجد ہورہی ہے۔برہان میاں نے صحیح کہا تھا کہ آج اذان مسجد کے اندر نہ ہوگی''اور حضور فوراً مسجد تشریف لے آئے۔نماز جمعہ کے بعد فقیر نے مسئلۂ اذان ثانی کو بہت واضح طور پر سمجھایا۔ختم تقریر پر متولی صاحب نے اقرار کیا اور اعلان کیا کہ اب اذان خطبہ بھی ہمیشہ اس مسجد میں خارج مسجد ہی ہوا کرے گی۔بحمدہ تبارک وتعالیٰ حضور کی دعاؤں کی برکت سے آج بھی وہاں اذان خارج مسجد ہی ہورہی ہے۔نماز جمعہ سے واپسی پر قیام گاہ میں خادم کو اس کامیابی پر حضور نے بہت بہت دعاؤں سے سرفراز فرمایا۔میں نے عرض کیا کہ یہ سب حضور کی دعاؤں کی برکت کا ہی فیض ہے''۔[۴۸]

اس اقتباس میں بزرگوں کے انداز تخاطب کو بھی قلب کے اندر اتارتے چلیے کہ کتنے پیارے انداز میں مفتی اعظم قدس سرہ کو حضرت برہان ملت یاد کرتے ہیں۔کہیں پر

---

۴۸ استقامت کانپور، مفتی اعظم نمبر رجب المرجب ۱۴۰۳ھ ص:۲۸، مضمون حضرت برہان ملت عبدالباقی جبل پوری قدس سرہ۔

آپ کی شان مرتبت میں حضرت حضور سے نیچے کا لفظ استعمال نہیں کیا۔اور مقصد میں کامیابی بھی ہوئی تو یہی فرمایا''یہ سب حضور کی دعاؤں کی برکت کا ہی فیض ہے''جب کہ حضرت برہان ملت علیہ الرحمہ خود علم وفن کے جبل شامخ اور ولایت و بزرگی میں یکتائے روز گار تھے۔آپ کی شخصیت کے مثالی ہونے کا زمانہ معترف ہے۔پھر یہ کہ مفتی اعظم کے معاصر تھے کہ دونوں بزرگ کی پیدائش ۱۳۱۰ھ میں ہے،معاصر ہونے کہ باوجود ان کا مفتی اعظم کو ان جیسے آداب والفاظ سے یاد کرنا اور حقیقت کا پردہ چاک کرتے ہوئے آپ کی ذات ستودہ صفات پر ایک وقیع مقالہ لکھ دینا اور آپ کی عظمت کا معترف ہونا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ:''ولی را ولی شناسد''

## مفتی اعظم کاغذ اور حروف کی بھی تعظیم فرماتے

مفتی اعظم کے تقویٰ اور احترام کا اندازہ کوئی کیا کرسکتا ہے کہ آپ سادہ کاغذ اور حروف کی بھی تعظیم بجالاتے تھے محض اس لیے کہ وہ قرآن وحدیث اور شریعت کی باتوں کو لکھنے میں کام آتے ہیں۔آپ ۱۳۹۱ھ میں دارلعلوم ربانیہ باندہ کے سالانہ جلسہ دستار بندی میں مدعو کیے گئے۔وہاں پر جو واقعہ پیش آیا وہ مولانا سید معراج صاحب مسعودی کے الفاظ میں سنیے:

''جس وقت آپ کی آمد کی اطلاع ملی تو پژمردہ دلوں کو تازگی ملی اور جب آپ کی سواری دارالعلوم ربانیہ کے ناظم اعلیٰ حضرت علامہ سید غازی ربانی صاحب مدظلہ العالی کے دولت کدہ پر رکی تو حضرت علامہ نے فوراً بڑھ کر ملاقات مسنونہ کے بعد آپ کو سہارا دیا اور سواری سے اتار کر قیام گاہ کی طرف بڑھنے لگے۔چند قدم چلنے کے بعد حضور مفتی اعظم ہند کی نظر راہ پر پڑے ہوئے کچھ بوسیدہ کاغذ کے ٹکڑوں پر پڑی جس میں اردو تحریر تھی۔نظر پڑتے ہی آپ نے ان ٹکڑوں کو اٹھالیا اور فرمایا کہ کاغذات اور حروف عربی کا بھی احترام چاہیے اس لیے کہ اس سے قرآن عظیم واحادیث مقدسہ اور تفاسیر وغیرہ مرتب ہوتی ہیں۔'' [۵۰]

---

۵۰ حوالہ مذکورہ ص:۴۶۶۔مضمون جناب مولانا سید معراج مسعودی صاحب۔

## ایمر جنسی کے دور میں نسبندی کا زور اور آپ کی استقامت

اس گھڑی کو یاد کر کے ہمارا کلیجہ کانپ جاتا ہے جبکہ اندرا گاندھی کے دور اقتدار میں نسبندی کی آگ پورے ہندوستان میں بڑی شدت سے سلگ چکی تھی نسل انسانی کو گھٹانے کے لیے بلکہ مسلم کشی کے لیے جوان، بوڑھے اور نئے جوڑے کے لیے جبری طور پر فیملی پلاننگ کا حکم حکومت نے دے دیا تھا۔ اور اس سلسلہ میں پورے شدومد کے ساتھ جبرو استبداد کا بازار گرم تھا اور ستم تو یہ ہے کہ یہ سب ایمر جنسی کے بھیانک اور پرخطر ماحول میں ہو رہا ہے۔ علمائے سوٗ تو حکومت کے ہاتھوں بک ہی چکے تھے، کچھ علمائے حق بھی رخصت پر عمل کرتے ہوئے ساکت اور منجمد نظر آرہے تھے کیونکہ میسا جیسے سخت احکامات نافذ العمل تھے۔ سادہ لوح مسلمان عجیب کش مکش میں تھے کہ آخر کیا کیا جائے۔ ایسے خطرناک ماحول میں کسی عالم کا اس کی حرمت کا فتویٰ دینا اپنے آپ کو جیل کی کوٹھری میں ڈالنے اور حکومت کی سخت سزا میں پھنسنے کے مترادف تھا مگر مفتی اعظم کے ایمان اور استقامت نے غلط کو غلط جانا اور حرام کو حرام ہی سمجھا اور اپنی جراءت اور بیبا کی اور مجاہدانہ کردار کا ثبوت دیتے ہوئے نس بندی کے ناجائز وحرام ہی ہونے کا ہی فتویٰ دیا بلکہ پمفلٹ چھپوا کر پورے ہندوستان میں پھیلا دیا۔

"نس بندی کرنا کرانا حرام، حرام، سخت حرام ہے"

ظاہر ہے کہ تغییر خلق اللہ (یعنی اللہ تعالیٰ کی تخلیق خاص میں ردوبدل کرنا جس کی اس نے اجازت نہیں دی) ناجائز وحرام ہے اور شیطان لعین کی اتباع وپیروی بھی۔ تو نس بندی جس میں جسم کے ایک خاص حصے کو کاٹا جاتا ہے وہ بھی ضرور ناجائز رہے گی۔ انسان کا خصی کرنا کرانا بھی اس لیے ناجائز ہے کہ اس میں شیطان کی پیروی اور تغییر خلق اللہ ہے۔ قرآن مقدس میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے شیطان کو راندۂ درگاہ کیا تو چلتے چلتے اس نے کہا۔

"وَلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَ

لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ'' (پ۵رکوع ۱۵)

قسم ہے میں ضرور انہیں بہکا دونگا اور ضرور انہیں آرزوئیں دلاؤنگا اور ضرور انہیں حکم دونگا کہ وہ چوپایوں کے کان چیریں گے اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں بدل دیں گے۔ (کنزالایمان)

ہم اس بحث کے آخر میں آپ کا ایک فتویٰ بھی نقل کریں گے تا کہ قارئین کو مفتی اعظم کے خوبیٔ استدلال سے بھی آگاہی ہو لیکن اس سے پہلے چند اقتباس نظر قارئین سے گذارنا چاہتے ہیں تا کہ اندازہ کیا جاسکے کہ مفتی اعظم ہند نے کس قدر استقامت اور جراءت ایمانی کے ساتھ اسلام کی حفاظت فرمائی ہے۔

مولینا نظام الدین صاحب بستوی رقمطراز ہیں۔''۷۶،۷۷ء کا وہ پرسوز دور جس نے ہندوستان کے مسلمانوں کو ایک ایسے بھیانک طوفان میں کھڑا کر دیا تھا جہاں سے اسلامیان ہند کے سفینۂ اعتقاد کے تختے ٹوٹتے نظر آرہے تھے۔ سعودی ریال، امریکن ڈالر اور حکومت کے ٹکڑوں پر پلنے والے ابنائے وقت علما کے قدموں میں لغزش آگئی تھی اور نسبندی کے جواز پر مسند افتا پر بیٹھنے والے مفتیوں نے فتویٰ صادر کر دیا تھا...... ریڈیو، اخبار کے ذریعہ خوب خوب پرچار بھی کیا گیا تھا...... ہندوستان کا مسلمان اب ایسے موڑ پر پہنچ چکا تھا، جہاں پر ہر طرف تاریکی ہی تاریکی تھی۔ طوفان ہی طوفان تھے۔ پوری مسلم قوم ایک ایسے میر کارواں کی تلاش میں سرگرداں تھی جو اسے سہارا دے۔ ایمان اور اعتقاد کی کشت ویران کو لالہ زار بنائے۔ سب کی نگاہیں شہر عشق ومحبت، پاسبان ناموس رسالت بریلی کی جانب لگی ہوئی تھیں۔ یکایک بریلی کا مرد مجاہدؒ مخالفتوں کی تیز آندھیوں میں اپنے علمی وقار سے اٹھتا ہے اور بمصداق حدیث شریف ''اَفْضَلُ الْجِهَادِ اِعْلَاءُ كَلِمَةِ الْحَقِّ عِنْدَ السُّلْطَانِ الْجَائِرِ'' (ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنا افضل الجہاد ہے) آپ نے اعلان فرمایا:

''نس بندی حرام ہے...... حرام ہے...... حرام ہے''[۵۱]

۵۱ حوالہ مذکورہ ص: ۱۰۶، مضمون مولانا صوفی نظام الدین بستوی شیخ الحدیث مدرسہ تنویر الاسلام امرڈوبھا

ہو اتھی گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مرد درویش جس کو حق نے دیے تھے انداز خسروانہ

یہ فتویٰ دیکھتے دیکھتے ملک کے گوشے گوشے میں پھیل گیا۔ایوان حکومت تک پہنچ کر چیلنج کا کام کرنے لگا۔اب تو حکومت کے کارندے اپنی نگاہ غضب بریلی کی طرف اٹھانے لگے۔چونکہ پمفلٹ کی شکل میں شائع ہونے والا فتویٰ شائع ہوا تھا حضور مفتی اعظم ہند کی تحریک و تصدیق سے،اور مفتی کی حیثیت سے دستخط تھا آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ،داماد حضرت مولانا ساجد علی خاں مرحوم کا۔لہٰذا حکومت کی نگاہ جلال دونوں طرف ملتفت ہوئی۔لیکن حضرت ساجد میاں مغفور نے بھی دارالافتاء بریلی کی آبرو رکھ لی اور جس انداز میں جرأت مندانہ اور دلیرانہ جواب حکومت وقت کو دیا ہے وہ امام النحو حضرت غلام جیلانی میرٹھی کے فیض نگار قلم سے سنیے:

''(جب فتوی شائع ہوا تو) بریلی کے کلکٹر صاحب بہادر نے طلب فرمایا تو مع مفتی صاحبان تشریف لے گئے۔صاحب بہادر نے کرخت لہجہ میں فرمایا کہ آپ نے اندرا حکومت کے خلاف فتویٰ شائع کر دیا؟

مرد مجاہد نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ حکومت الٰہیہ کی جانب سے ہم مامور ہیں۔ہم نے اپنا فرض منصبی ادا کر دیا۔اب آپ اپنا فرض منصبی ادا کر سکتے ہیں،یہ جواب سن کر صاحب بہادر نے معروف اقدام کا ارادہ کیا جس کو ایک ہم نشین صاحب نے یہ کہلا کر رکوا دیا کہ سارے ہندوستان میں آگ لگ جائے گی جو بجھائے بجھ نہ سکے گی۔''[۵۲]

اتنے ہی پر بس نہ کیا گیا بلکہ حکومت نے مفتی اعظم ہند کو علیہ الرحمۃ والرضوان کو بڑی سختی سے مجبور کرنے کی کوشش کی کہ کسی طرح یہ فتویٰ واپس لے لیں مگر ایک مفتی اعظم تھے کہ ثبات واستقامت کے پہاڑ بنے رہے اور ''اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ '' کی مکمل تفسیر بن کر دنیا والوں کے سامنے اسلام کی صداقت وحقانیت کا ثبوت

۵۲ البشیر شرح نحو میر،دیباچہ۔از رشحات قلم حضرت امام النحو میرٹھی علیہ الرحمۃ۔

فراہم کردیا اور بتادیا کہ بریلی سے جوایک مرتبہ فتویٰ چلا جاتا ہے واپس نہیں ہوتا (کہ یہاں سے خوب سوچ سمجھ کر فتویٰ دیا جاتا ہے) ؎

مولینا عبدالمجید خان رضوی لکھتے ہیں:

شہزادۂ امام احمد رضا مفتی اعظم ہند حضرت مولینا مصطفیٰ رضا خاں قادری نوری بریلی قدس سرہ کی تصدیق وتحریک پر شائع ہونے والا یہ فتویٰ ایمر جنسی کے دور ہی میں کلکتہ، بمبئی اور ملک کے گوشے گوشے میں پھیل گیا تھا چنانچہ سنٹرل گورنمنٹ کی طرف سے حکام بریلی کو یہ آرڈر دے دیا گیا تھا کہ آپ کو گرفتا کرلیا جائے مگر سی آئی ڈی نے رپوٹ دی کہ ہندوستان کے طول عرض میں آپ کے کروڑوں مریدین و معتقدین ہیں جن میں سخت اضطراب و بے چینی اور ہنگامہ وشور برپا ہوجائے گا۔ اس مصلحت کے تحت یہ حکم واپس لے لیا جائے۔ انہیں چھیڑنا اپنے اوپر قہر خداوندی نازل کرنا ہے...... بریلی شہر کی پولس جانتی تھی کہ انہیں چھیڑنا کسی طرح مناسب نہیں اس لیے وہ خاموش تھی۔ انہیں ایام میں اس حلقہ میں ایک نیا داروغہ آیا اس نے اپنے دنیاوی منصب کے غرور میں آپ کی شان میں گستاخی کرنی چاہی، پولیس والوں نے بارہا سمجھایا اور روکا الخ ملخصاً۔۵۳

غالباً انہیں حقائق کے سبب حقیقت پسندوں نے آپ کو پندرہویں صدی کا مجدد گردانا ہے اور کئی قلم کاروں نے اس موضوع پر قلم اٹھا کر تاریخی دستاویز مہیا کیا ہے۔

اب ہم آپ کا ایک تاریخی فتویٰ سوال کے حذف کے ساتھ درج کرتے ہیں۔

استفتاء مرزا بیگ چھتر پور (ایم پی) سے آیا تھا۔

---

؎ ڈاکٹر اقبال نے بھی بریلی کے امام اہل سنت کے بارے میں اس حقیقت کا اچھے انداز میں اعتراف کیا ہے کہ "مولانا ایک دفعہ جو رائے قائم کرلیتے ہیں اس پر مضبوطی سے قائم رہتے ہیں۔ یقیناً وہ اپنی رائے کا اظہار بہت غور وفکر کے بعد کرتے ہیں۔ انہیں اپنے شرعی فیصلوں اور فتاویٰ میں کبھی کسی تبدیلی یا رجوع کی ضرورت نہیں پڑتی" (مقالات یوم رضا حصہ سوم لاہور، ص ۱۰، اپریل ۱۹۷۱ء بقلم ڈاکٹر احمد عابد علی، ایم اے ڈی فل، آکسفورڈ یونیورسٹی، مہتمم بیت القرآن لاہور)

۵۳ استقامت کان پور، مضمون مولانا عبدالمجید خاں صاحب۔

الجواب ۔ ۷۸۶ بعون الملک الوہاب: ضبط تولید کے لیے مرد کی نس بندی یا عورت کا آپریشن متعدد وجوہ سے شرعاً ناجائز وحرام ہے۔ قرآن میں ہے" وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ "یعنی شیطان بولا میں ان کو بہکاؤں گا تو وہ اللہ کی پیدا کردہ چیزوں کو بدلیں گے۔ تفسیر صاوی میں ہے،" مِنْ ذَالِكَ تَغْيِيْرُ الْجِسْمِ "یعنی اس میں سے ہے جسم کی تغییر اور تفسیر کبیر میں ہے،" اِنَّ مَعْنٰى تَغْيِيْرِ خَلْقِ اللّٰهِ هٰهُنَا هُوَالْاِخْصَاءُ الخ "یعنی اس آیت میں تغییر الخلق کا معنی خصی کرنا وغیرہ ہے۔ بخاری ومسلم کی حدیث ہے" لَعَنَ اللّٰهُ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقِ اللّٰهِ "یعنی اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے ان عورتوں پر جو اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں (جسم کی قدرتی بناوٹ کو) بدلنے والی ہیں۔ نیز اس میں بے وجہ شرعی ایک نس اور عضو کا کاٹا جانا ہے، وہ بھی ایسی نس، ایسا عضو جو توالد وتناسل کا ذریعہ ہے، بے ضرورت شرعی دوسرے کے سامنے ستر وہ بھی ستر غلیظ کھولا جاتا ہے اور وہ اس کو چھوتا بھی ہے اور یہ تینوں امور بھی حرام (کمافی کتب الفقہ)۔

اور یہ قاطع توالد ہونے کے سبب معنی "خصا" میں داخل ہے اور انسان کا خصی ہونا یا کرنا بھی بنص قرآن وحدیث حرام ہے جیسا کہ آیت وحدیث سے اوپر گذرا۔ نیز اور حدیث میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا" لَيْسَ مِنَّا مَنْ خَصٰى وَاخْتَصٰى " یعنی جس نے دوسرے کو خصی کیا یا خود خصی ہوا وہ ہم میں سے نہیں...... یہ گمان کہ کثرت اولاد مفلسی کا باعث ہے، غلط ہے بلکہ اللہ ورسول کی نافرمانی وبے حیائی کے کام مفلسی کے اسباب سے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ فرماتا ہے:" وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ مِنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ وَلَاتَقْرَبُوْاالْفَوَاحِشَ مَاظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ "اپنی اولاد کو قتل نہ کرو مفلسی کے باعث ہم ہی تمہیں اور انہیں سب کو رزق دیتے ہیں اور بے حیائیوں کے پاس نہ جاؤ، جو ان میں کھلی ہیں اور جو چھپی ہیں۔ الحاصل نس بندی یا آپریشن شریعت اسلامیہ میں ہرگز جائز نہیں، لہٰذا اس سے سخت احتراز لازم۔ والمولیٰ تعالیٰ اعلم۔

فقیر مصطفیٰ رضا غفرلہ

۳ رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ مطابق ۳۰ ستمبر ۱۹۷۶ء

## حضرت عیسیٰ کی شان میں فوجیوں کی گستاخی اور مفتی اعظم کی جرأت ایمانی

تاجدار اہل سنت سیدی مفتی اعظم کی جراءت ایمانی وحمیت دینی کا عالم یہ ہے کہ فوجی جیسے درندہ صفت لوگوں کو بھی نہیں بخشتے اور ان کے سامنے بھی بڑی بے خوفی سے حق بات واضح کرتے نظر آتے ہیں۔ جس کا اندازہ ۱۹۵۵ء کے اس واقعہ سے کیا جاتا ہے جو لکھنؤ سے بریلی کے دوران سفر میں پیش آیا تھا۔

مجھے کئی راویوں سے یہ روایت ملی ہے کہ حضور مفتی اعظم کو بریلی شریف کے لیے روانہ ہونا تھا، لکھنؤ ریلوے اسٹیشن پر پہنچے ہی تھے کہ گاڑی نے رینگنا شروع کر دیا عجلت میں آپ اور آپ کے ساتھ والے لوگ سامنے جو ڈبہ پڑا اس میں داخل ہو گئے۔ اندر جا کر دیکھا تو سارے مسافر فوجی تھے کیونکہ یہ ڈبہ ہی فوجی کا تھا...... یہ فوجی اپنے انداز میں کچھ سوئے، کچھ بیٹھے اور کچھ فوجی تاش کھیلنے میں مصروف تھے۔ حضور مفتی اعظم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان فوجیوں سے کہا گیا کہ یہ بزرگ آدمی ہیں۔ آپ لوگ تھوڑی سی جگہ دے دیں تا کہ یہ بیٹھ جائیں۔ اگلے اسٹیشن پر ہم لوگ اتر جائیں گے۔ اس گذارش پر فوجیوں نے کہا کہ اس ڈبہ میں آپ لوگ کیسے آ گئے یہاں کسی غیر فوجی کو بیٹھنے کی اجازت نہیں۔ بہر حال ایک فوجی نے ناگواری کے ساتھ اپنے پاؤں سمیٹتے ہوئے تھوڑی سی جگہ خالی کر دی جہاں حضور مفتی اعظم تشریف فرما ہوئے۔ فوجی آپس میں پہلے ہی سے کچھ مذہبی گفتگو کر رہے تھے، درمیان میں سلسلہ کلام منقطع ہو گیا تھا۔ گاڑی جب باقاعدہ چلنے لگی تو پھر انہوں نے اپنی گفتگو کا آغاز کیا، اور حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام کی شان میں نازیبا کلمات استعمال کرنے لگے...... اتنا سننا تھا کہ حضور مفتی اعظم جلال کے عالم میں اپنا عصا لے کر اٹھ کھڑے ہو گئے اور فرمایا، خبیث! چپ رہ، زبان بند کر، حضرت سیدنا عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں خبردار! اس قسم کے الفاظ نہ بکنا، یہ سن کر ایک فوجی نے کہا، بڑے میاں! آپ کیوں غصہ ہو رہے ہیں، ہم تو کرسچن (مسیحی) لوگوں کے پرافٹ (پیغمبر) کے بارے میں کہہ رہے ہیں۔ آپ کے پیغمبر محمد صاحب کے بارے میں ہم نے تو کچھ نہیں کہا۔

اس پر حضور مفتی اعظم نے فرمایا۔ عیسائی خبیث' ان کو پیغمبر کب مانتے ہیں۔ وہ تو ان کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں پیغمبر تو ہم مانتے ہیں اور ہر پیغمبر کی تعظیم وتوقیر ہمارے مذہب میں فرض ہے۔ جس طرح ہم اپنے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں کسی ادنیٰ گستاخی و بے ادبی کو برداشت نہیں کرسکتے اسی طرح حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ کے بارے میں کوئی نازیبا لفظ سننا گوارہ نہیں کرسکتے، اس لیے اب اپنی زبان بند رکھ، اس جواب اور جرأت حق گوئی کا ان فوجیوں پر اتنا اثر ہوا اور ان پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ سب کے سب خاموش اور ششدر رہ گئے اور آپ سے معافی مانگنے لگے۔ پھر ایک فوجی نے ایک نے پوری برتھ خالی کرتے ہوئے ایک کمبل اس پر بچھا دیا اور عرض کیا کہ آپ اس پر آرام کریں۔ حضور مفتی اعظم نے وہ کمبل اٹھا کر ایک طرف رکھ دیا اور اپنے پاس جو بستر تھا وہ بچھا کر اس پر آرام فرما ہوئے۔ جب بریلی اسٹیشن آیا اور گاڑی سے اترنے لگے تو سبھی فوجی ڈبے سے نکل کر ہاتھ جوڑ کر آپ کو رخصت کرنے لگے اور آپ کی عظمت و جرأت کا اعتراف کرتے ہوئے آپس میں آپ کی تعریف وتحسین کرتے رہے۔"

## شدھی فتنۂ ارتداد اور مفتی اعظم کا مسلسل جہاد

ہر دور میں شرار بولہبی' اسلام کے ساتھ ستیزہ کار رہا ہے اور پوری توانائی کے ساتھ مذہب وملت کے تشخص کو مٹانے کے لیے برسر پیکار ہوا ہے مگر مامور من اللہ اسلام کے جیالے اس کا مقابلہ کرکے خاتمہ کرتے آئے ہیں۔ اٹھارہویں صدی اور بیسویں صدی کے ربع اول میں بھی بہت سارے فتنے جنم لیے۔ کبھی وہابیت کے نام پر تو کبھی قادیانیت کے نام پر، کبھی نیچریت کے نام پر تو کبھی ندویت کے نام پر' کبھی تحریک خلافت کے نام پر' تو کبھی تحریک ترک موالات کے نام پر وغیرہ مگر وقت کے مجدد اعظم، آیۃ من آیات اللہ معجزۂ رسول اللہ امام احمد رضا بریلی نے ان سب باطل قوتوں کو سعی پیہم اور جہد مسلسل کے ساتھ مقابلہ کر کے کیفر کردار تک پہنچا دیا۔ لیکن آپ کے وصال کے بعد تمام باطل قوتوں نے یہ سمجھ لیا کہ اب میدان خالی ہے کوئی ہماری تحریک، میں روڑا نہ ڈال سکے گا۔ چنانچہ ۱۹۲۲ء میں مسلمانوں

کے دین وایمان چھیننے اور انہیں مرتد بنانے کی تحریک بنام ''شدھی سنگٹھن'' ایک منظم سازش کے تحت سامنے آئی۔ اس کا بانی ''سوامی شردھانند'' تھا......اس نے خلافت تحریک کے امراء جمعیۃ علماء ہند وندوۃ العلما کے نام نہاد مولویوں کی حمایت حاصل کی تھی۔ ۵۴

اس تحریک کا مقصد یہ تھا کہ ہندوستان سے اسلام اور مسلمانوں کو ملیامیٹ کر دیا جائے اور انہیں مرتد یعنی ہندو بنا دیا جائے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ راجستھان، اس کے مضافات اور یوپی کے اضلاع میں تقریباً آٹھ لاکھ مسلمان متاثر ہوئے اور اپنا پیارا مذہب چھوڑ کر مرتد ہوگئے۔ (معاذ اللہ) اس ناپاک تحریک کے لیے ہندو سرمایہ داروں نے اپنے خزانوں کے منہ کھول دیے بعدہ مسلمانوں پر جس قسم کے مظالم ڈھائے گئے، جبر واستبداد کا بازار گرم کیا گیا اور شر وفساد برپا کئے گئے وہ بیان سے باہر ہے، زبردستی مسلمانوں کو ہندو دھرم میں لایا جاتا، کبھی روپیوں کی لالچ دے کر ان کے ایمان کا سودا کیا جاتا اور پری پیکر لڑکیوں کو ساتھ لے کر قسم قسم کے ساز اور گانے کے ساتھ گاؤں گاؤں گھوم کر دام تزویر میں ڈالا جاتا......معاملہ یہاں تک پہنچا کہ تحریک والے یہ اعلان کرنے لگے کہ ''چار کروڑ مسلمانوں کو شاستر اور شستر (تلوار) کے ذریعہ شدھ کیا جائے گا''۔ ۵۵

ان ناپاک عزائم والوں نے یہی سوچا تھا کہ میدان بالکل صاف ہے اور واقعی اس وقت یہ حال تھا کہ مسلمانوں کی ساری تنظیمیں سراپا خاموش تھیں۔ لیڈران ومقتدیان کہلانے والوں پر جمود وتعطل کا قفل لگا ہوا تھا، مگر ان اسلام دشمنوں کو کیا معلوم کہ احمد رضا گیا ہے، مگر اپنا نائب، وصاحبِ جرأت وکمال، وارثِ علم وفضل، تاجدار اہل سنت مفتی اعظم کو چھوڑ گیا ہے۔ جو کسی طرح ظالموں کو بخشنے گا نہیں۔ چنانچہ وقت آیا اور مفتی اعظم میدان میں کود پڑے اور اپنے رفقاء کو لے کر انجمن رضائے مصطفیٰ کے تحت شردھانند اور اس کے پلید تحریک کا تن من دھن کی بازی لگا کر تعاقب کیا۔ چونکہ اس تحریک کا زیادہ زور آگرہ اور اس کے متصل اضلاع میں تھا اس لیے آگرہ کو مرکز بنا کر آپ نے ہر جگہ کا دورہ کیا......شدھی فتنہ ارتداد

۵۴ ماہنامہ انوار الصوفیہ لاہور، جولائی ۱۹۲۳ء وماہنامہ اشرفی کچھوچھہ مقدسہ ہند جولائی ۱۹۲۳ء
۵۵ روزنامہ الجمعیۃ دہلی ۲۱ر مئی ۱۹۵۴ء

سے متاثرہ حالات کو جاننے کیلئے دور جانے کی ضرورت نہیں، خود مفتی اعظم قدس سرہ کے ایک خط کا اقتباس ملاحظہ کیجیے۔ جوانہوں نے ناظم جماعت رضائے مصطفیٰ کے نام ارقام فرمایا تھا جبکہ آپ میرٹھ اور بلند شہر کے بے شمار گاؤں وقصبات سے کامیابی پا کر آگرہ کی طرف چلے، لکھتے ہیں۔

''ہم یہاں سے چل کر آگرہ پہنچے۔ یہاں معلوم ہوا کہ آریہ نو مسلم راج پوت نسل کو اپنے مذہب کی طرف کھینچنے میں اپنی زبردست طاقتیں صرف کر رہے ہیں ان کے جلسوں میں والیان ریاست اور بڑے بڑے دولت مند شریک ہوتے ہیں اور بڑی سرگرمیوں کے ساتھ عمل کی تیاریاں ہیں۔ ۳۰ / ۳۱ / دسمبر ۱۹۲۲ء کو مہا سبھا کا جلسہ بلونت راجپوت ہائی اسکول آگرہ میں بصدارت راجہ دھراج ناہر سنگھ رئیس شاہ پور بھیلوڑاہ علاقہ ریاست اودے پور میں واڑہ منعقد ہوا اس میں شدھی (دوسری اقوام کو آریہ مذہب میں داخل کرنے) کا ریزرویشن باتفاق آرا پاس کیا گیا اور اپدیشکوں کے ذریعہ سے تحریک شروع ہوگئی۔ جہاں تک معلوم ہوا ہے اس بارے میں دو شخص بہت زیادہ سرگرم سعی ومصروف کار ہیں (۱) ٹھاکر کرپارام (۲) گوپال سنگھ رئیس کھروا۔ پریسیڈینشل ایڈریس کے آخر میں کہا گیا ہے، کہ ''مجھے یہ سن کر بہت ہی خوشی ہوئی ہے کہ اب کی بار مہا سبھا نے ان چھتری بھائیوں جن کو خراب وگندے لوگوں نے زبردستی مسلمان بنالیا ہے، پھر شدھ کرنے کا اچھا ارادہ کیا ہے۔ یہ نہایت ہی عمدہ اور بہتر بچار ہے۔ اس کام میں میں اپنی خوشنودی کا اظہار کرتا ہوں''۔ یہ بھی سنا گیا کہ آگرہ میں آریوں کی عام سبھا ہونے والی ہے۔ آریہ اپدیشک گاؤں گاؤں پھرتے ہیں اور بکثرت شدھی سبھائیں قائم کرنے کا فیصلہ کرلیا گیا ہے۔ جا بجا مدرسے اور شفاخانے کھول کر ذرائع کو اپنا حصول مقصد کا آلہ بنانے کی تجویزیں بھی سننے میں آئی ہیں۔ غرض وہ کامل بیداری سے صیادانہ گھات میں ہیں۔

انشاء اللہ العزیز کل ۴ فروری ۱۹۲۳ء روز یکشنبہ کو وہ (سلطان پورہ کے بعض لوگ) ہمارے ساتھ موضع کھڑوالی جائیں گے جہاں کی حالت جلد تر تدارک چاہتی ہے۔ الخ

ملخصاً''۔ ؎ (دبدبۂ سکندری رام پور مجریہ ۱۹ر فروری ۱۹۳۲ء ص ۸)

لاریب تاجدار اہل سنت شہزادہ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم سقی اللہ ثراہ کے یہ عظیم کارنامے قیامت تک تاریخ کے سنہرے حروف میں لکھے جاتے رہیں گے اور قابل داد و تحسین ہیں آپ کے وہ رفقاء بھی جنھوں نے پوری لگن کے ساتھ آپ کے اہم دینی مہم اور جہاد فی سبیل اللہ میں آپ کا ساتھ دیا۔ خصوصاً حضرت صدر الافاضل، حضرت شیر بیشۂ اہل سنت، مولانا ابوالبرکات سید احمد الوری، علامہ سید محمد دیدار علی محدث آگرہ، محدث اعظم مولانا رحم الٰہی منگلوری، مولانا شفاء اللہ مظفر پوری وغیرہم ۔ مفتی اعظم کے انمٹ کارنامے کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا مفتی محمد سلطان رضا نوری چند حوالہ جات کی روشنی میں تحریر فرماتے ہیں۔

''شہزادہ ارجمند حضور مفتی اعظم ہند قبلہ نے اپنے دست اقدس میں قینچی لے کر ان کی چوٹیاں کاٹی۔ ان کے اسلام کی تجدید فرمائی اور ان کے نام بدل کر اسلامی نام رکھے۔ یہ وہ لوگ تھے جن کو شردھانند نے اسلام سے پھیر کر مرتد کر ڈالا تھا۔ ان کی تجدید ایمان ہوئی تو اصحاب وفد نے ان بچھڑے ہوئے بھائیوں کو گلے سے لگایا۔ یہی نہیں بلکہ دبدبۂ سکندری کی خبر کے بموجب ساڑھے چار لاکھ راجپوت مسلمان صرف آگرہ، میرٹھ، دہلی کے اضلاع میں ہندو دھرم دوبارہ قبول کرنے کے پھیر میں تھے اور بہت سے ہو بھی گئے تھے، حضور مفتی اعظم نے ان کو دامن اسلام میں پھر سے واپس کیا اور جن کے ایمان متزلزل تھے ان کو استقامت عطا کی۔

غرضیکہ حضور مفتی اعظم ہند وہ مرد مجاہد ہیں جنھوں نے خداوند قدوس کی عطا کردہ طاقت کو بھرپور بروئے کار لا کر ملحدین کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ شردھانند اور دیگر ہندو دھرم کے پنڈتوں کو للکارا۔ دشمنان اسلام کے مقابلہ میں آکر ''هَلْ مِنْ مُبَارِزٍ'' کا نعرہ بلند کیا اور پھر ''وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِي دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجاً'' کا ایک بار پھر سے کرشمہ دکھائی دیا کہ مفتی اعظم

؎ یہ طویل مضمون کا خط ہے، خوف طوالت سے یہاں اتنے ہی پر اکتفا کیا گیا ہے۔ اس طرح کے بے شمار خطوط، بدبۂ سکندری میں چھپے تھے اور بہت سارے ریکارڈ جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی کی فائلوں میں اب بھی محفوظ ہیں۔

نے نولاکھ (۹,۰۰,۰۰۰) ملحدین ومرتدین کوکلمہ پڑھا کر دامن اسلام سے وابستہ کیا"۔ ۵۶

واضح رہے کہ اسلام اور مسلمان کی صیانت وحفاظت کے لیے مفتی اعظم ہند صرف دو دن چار دن نہیں بلکہ مہینوں مہینہ لگا تار تگ ودَو میں رہے اور کمال یہ کہ اپنی تحریک کا جال اتنا زبردست طریقے سے بچھا دیا تھا کہ ہر جگہ مذکورہ پنڈت کا تعاقب کرتے دور کی مسافت پیدل چلتے اور معلوم ہوتا کہ فلاں جگہ وہ گیا ہے وہاں اپنے رضا کاروں کو لے کر پہنچ جاتے اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ اس خبیث یا اس کے کارکنان کے پہنچنے سے پہلے ہی پہنچ کر شہر اور دیہات کے مسلمانوں کو شدھی فتنہ سے ہوشیار اور چوکنا کر دیتے اور اسلام کی صداقت اور حقانیت کا چراغ اس طرح روشن کر دیتے کہ اب کسی کے بجھائے نہ بجھے۔ اس طرح آپ نے اس فتنہ کا ہمیشہ کے لے دینا سے خاتمہ کر دیا۔

آج شیوسینا، وشو ہندو پریشد اور بی جے پی والے مسلمانوں کو سخت اضطراب میں ڈالے ہوئے ہیں کبھی بابری مسجد کو شہید کرتے، اور کبھی مسلم پرسنل لا پر حملہ کرتے اور کبھی قتل وخون کا بازار گرم کر کے زبردستی مسلمان کو ہندو بنانے کی کوشش میں ہیں۔ آج پھر اسلام کی روح بے چین ہے اس مجاہد اعظم کے لیے۔ یتیم ہونے والے بچے آواز دے رہے ہیں اسلام کے اس بطل جلیل کو، بیوہ ہونے والی بیویاں فریاد کناں ہیں اس مفتی اعظم کے لیے جس نے اپنے مجاہدانہ عمل سے، حسن تدبر سے، بے مثال حکمت عملی سے اور اپنی استقامت وکرامت سے اسلام اور مسلمان کی آبرو اور جان ومال بچالیا۔

## ہیبت حق سے لیڈر کے جسم پر کپکپی اور اسلام کی حفاظت

تاجدار اہل سنت مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی حکمت عملی، خداداد صلاحیت، کبھی اپنی استقامت اور کبھی اپنی کرامت سے جو کارہائے نمایاں اور لاجواب دینی خدمات انجام دی ہیں اس کا اندازہ اس واقعہ سے بھی کیجیے:۔

---

۵۶ مجدد ابن مجدد ص: ۵۱، مطبوعہ ادارہ تحقیقات مفتی اعظم، قادری مسجد گلی منیہاران بریلی۔ بقلم حضرت مفتی محمد سلطان رضا نوری۔

اطلاع ملی کہ آگرہ سے بیس میل کے فاصلے پر فلاں گاؤں میں اس فتنہ پرور (شردھانند) کا پاؤں جم گیا ہے اور وہاں کے مسلمان لالچ اور کچھ خوف کی وجہ سے مرتد ہونے کے لیے آمادہ ہو رہے ہیں۔ اطلاع ملتے ہی حضرت شیر بیشۂ اہل سنت مولینا حشمت علی خان رحمۃ اللہ علیہ اور ایک اور رفیق کو لے کر (مفتی اعظم) آگرہ سے چلے، جہاں تک ریل تھی ریل سے گئے۔ اسٹیشن سے پانچ میل دور وہ گاؤں تھا اور کوئی سواری نہیں تھی، یہ لوگ تیزی سے پیدل وہاں پہنچے۔ جا کر دیکھا کہ ایک مجمع اکٹھا ہے، آگ جل رہی ہے، گانا دھوم سے ہو رہا ہے، متعدد حلوائی کڑائیوں میں پوریاں چھان رہے ہیں اور کئی نائی استرہ قینچی لیے بیٹھے ہیں، ایک تخت پر وہ فتنہ پرداز بیٹھا ہے، معلوم ہوا کہ یہ مجمع ان مسلمانوں کا ہے جو مرتد ہونے پر راضی ہیں اور انہیں ہندو بنانے کے لیے یہ جشن ہو رہا ہے۔ یہ لوگ کسی خطرہ کی پرواہ کیے بغیر مجمع کو چیرتے پھاڑتے اس فتنہ پرور کے پاس پہنچے۔ اس سے کہا کہ آؤ مناظرہ کر لو۔ اس نے صاف انکار کر دیا اور کہا یہ لوگ ہندو ہونے پر راضی ہیں، اب مناظرے کی ضرورت نہیں، اس پر حضرت شیر بیشۂ اہل سنت نے مجمع کے سامنے اسلام کی حقانیت اور بت پرستی کی تردید میں تقریر کی مگر مجمع پر کوئی اثر نہ ہوا، حضرت مفتی اعظم کی غیرت ملی جوش میں آگئی۔ شیر بیشۂ سنت سے فرمایا کہ مجمع والوں سے کہیے کہ یہ پنڈت مناظرے پر آمادہ نہیں، تم لوگ ہماری بات نہیں مانتے، تو تم سب اس پنڈت سے کہو کہ میرے ساتھ اس اپنی جلائی ہوئی آگ میں کود و، جو آگ سے زندہ بچ کر نکل آئے تم لوگ اس کا دین قبول کر لو۔ حضرت شیر بیشۂ سنت نے پوری گھن گھرج کے ساتھ حضرت مفتی اعظم کے اس ارشاد کو ان دیہاتیوں تک پہنچا دیا، اس کے بعد ایک جوش و سرمستی کے ساتھ حضرت مفتی اعظم بڑھ کر اس لیڈر کے تخت پر چڑھ گئے، اس کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا، چل ہم دونوں اس آگ میں کود یں۔ ہیبت حق سے وہ تھر تھر کانپنے لگا اور مبہوت ودم بخود رہ گیا۔ حضرت مفتی اعظم نے جوش میں آ کر گھسیٹنا شروع کیا مگر وہ بہت موٹا تھا، ٹس سے مس نہ ہوا، کچھ دیر تک یہی ہوتا رہا، گانے والے گانا بھول گئے، حلوائیوں نے پوریاں چھاننی چھوڑ دیں، سارا مجمع

ساکت وجامد دیکھتا رہا، تھوڑی دیر کے بعد اس مجمع میں جو مکھیا وغیرہ قسم کے تھے تخت کے قریب آئے اور کہا مولوی جی! اسے چھوڑ دو اب ہماری سمجھ میں آگیا کہ تمہارا مذہب حق ہے اور اس کا دھرم باطل، ورنہ یہ آگ میں جانے سے نہ ڈرتا۔ اس کے بعد حضرت مفتی اعظم کے ہاتھوں پر سب نے توبہ کی، کلمہ پڑھا اور سچے پکے مسلمان ہو گئے۔ حضرت شیر بیشۂ اہل سنت نے وہیں اپنے انداز میں خطبہ پڑھا، نعت پڑھی اور تقریر فرمائی۔"

(انوار مفتی اعظم ص ۲۸۱ مقالہ حضرت شارح بخاری)

اس واقعہ سے جو جو باتیں اجاگر ہو کر سامنے آتی ہیں انھیں خواہ مفتی اعظم کی جرأت ایمانی و استقامت کا نتیجہ کہیے یا براہ راست آپ کی کرامت، دونوں طرح سے آپ کی بزرگی، فضل وکمال اور شان ولایت ظاہر ہوتی ہے۔ کیونکہ ایسے بڑے مجمع میں جہاں کوئی اپنا نہ ہو چیرتے ہوئے گھس جانا، آگ میں کودنے کا چیلنج کر دینا اور دلوں میں ایمان کا چراغ پھر سے روشن کر دینا کوئی آسان نہیں اور کسی عامی شخص کی جرأت کی بات نہیں ہو سکتی۔

## حکومت نجدی اور آپ کا اعلائے کلمۂ حق

ظالم حاکم کے سامنے کلمۃ الحق بلند کرنا بہت بڑا جہاد اور دلیل استقامت ہے۔ جس کی صراحت خود حدیث شریف میں ہے "اَفْضَلُ الْجِهَادِ مَنْ قَالَ كَلِمَةَ الْحَقِّ عِنْدَ السُّلْطَانِ الْجَائِرِ" سب سے افضل جہاد یہ ہے کہ آدمی ظالم وجابر بادشاہ کے سامنے حق بات کہہ گذرے، شاہ ابن سعود شیخ نجدی کے ظلم وستم اور جبر و بربریت سے دنیا بخوبی واقف ہے، کبھی وہ حرمین طیبین کے بیکس افراد پر جبر واستبداد کا ہاتھ صاف کرتا رہا۔ وہاں جبری تسلط حاصل کرنے کے بعد خون کی ہولی کھیلتا رہا کبھی ان کے ایمان پر شبخون مارا اور کبھی حجاج کرام پر ناجائز ٹیکس لگا کر شریعت مطہرہ کی حرمت کو پامال اور مسلمانوں کو پریشان کیا، سفاک حکومت کی سفاکی کے پیش نظر علمائے حرمین طیبین زادہما اللہ شرفا رخصت پر عمل کرتے ہوئے خاموش تھے اور شیخ نجدی اپنے فضلہ خوار کو لے کر خوب ننگا ناچ رہا تھا مگر مفتی اعظم قدس سرہ کو جبر وتشدد کا یہ رویہ کسی طرح برداشت نہ ہوا اور جب ۱۳۶۴ھ ۱۹۴۵ء میں

حج کے لیے مکہ مقدسہ پہنچے تو ظالم شیخ نجدی کے قلمرو میں بیٹھ کر بلا خوف وخطر اس کے خلاف بھیانک اور زبردست فتویٰ کتابی شکل میں لکھا اور صرف چند گھنٹوں میں اس ٹیکس کے حرام و گناہ ہونے پر دلائل کا انبار لگا دیا، مفتی اعظم کی ژرف نگاہی، خوبیٔ استدلال اور کتاب کے اچھوتا پن کو علمائے حرمین نے دیکھا تو پکار اٹھے "یہ کتاب نہیں اللہ کی طرف سے الہام ہے"۔

اس سلسلہ کے دو اقتباس کو اپنی نظر سے گذارتے چلیے۔

''حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کی فضیلت اور جلالت علمی کا یہ عالم کہ جب پہلی بار حاضریٔ حرمین طیبین ہوئی تو وہاں کے اجلہ علمائے کرام نے آپ کے سامنے نہ صرف زانوئے ادب تہہ کیے بلکہ علم حدیث کے اجازت نامے بھی باصرار لکھوائے اور جس کا سلسلہ بعد واپسی مدت تک جاری رہا۔ اسی قیام حرمین کے زمانے میں آپ سے علمائے حرمین نے دریافت کیا کہ ''موجود حکومت عربیہ حجاج سے جو ٹیکس لیتی ہے یہ شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟ اس کے جواب میں حضور مفتی اعظم قدس سرہ نے چند گھنٹوں کی قلیل مدت میں سیر حاصل رسالہ تحریر فرمایا جس میں پرزور دلائل و براہین سے ثابت کیا کہ یہ ٹیکس لینا شرعاً ناجائز و حرام ہے''۔ (خلفائے حضور مفتی اعظم ہند ۹۹ مقدمہ سید شاہد علی)

''جب حضرت مفتی اعظم ہند حرمین طیبین حاضر ہوئے تو اس ناخدا شناس خونخوار درندے (ابن سعود) کی قلمرو میں بیٹھ کر مکہ معظمہ میں اس نجدی ٹیکس کے حرام و گناہ ہونے پر انتہائی مدلل و مفصل عربی زبان میں فتوی لکھا جس کا نام ''اَلْقَنَابِلُ الذَّرِّيَّةُ عَلىٰ اَوْثَانِ النَّجْدِيَّةِ''[1] ہے جسے مطالعہ کر کے علمائے حرمین طیبین نے متفقہ طور پر فرمایا، ''اِنْ هٰذَا اِلَّا اِلْهَام'' اور متفقہ طور پر حضور مفتی اعظم ہند کو امام وقت شیخ الہند والحرم تسلیم فرمایا۔ اور بطور تبرک قرآن واحادیث وفقہ کے سلاسل کی اجازتیں لیں اور اپنے آپ کو مفتی اعظم کے زمرۂ تلامذہ میں داخل کرنے پر فخر فرمایا۔ اسی وجہ سے میں کہتا ہوں، اور شیخ، شیخ الہند ہیں اور

---

[1] کئی قلم کاروں نے اس کتاب کا نام طرد الشیطان لکھا ہے، جس کا دوسرا نام عمدۃ البیان ہے، لیکن حضرت شارح بخاری علیہ الرحمۃ کی روایت راجح اور قوی معلوم ہوئی، اس لیے ان کی یہ عبارت نقل کی گئی۔ ممکن ہے کہ ٹیکس کے سلسلہ میں مفتی اعظم کی دو کتابیں ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ہمارے شیخ، شیخ العرب والعجم ہیں۔ (انوار مفتی اعظم ص ۲۵۶ مضمون حضرت شارح بخاری)

مخفی نہ رہے کہ مفتی اعظم کو ''اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ ''الآیۃ اور ''لَمْ یَخْشَ اِلَّا اللّٰہ'' کی سراپا تفسیر کہا جا سکتا ہے کہ ایسے دہشت انگیز اور پر آشوب ماحول میں بھی بڑی جرأت اور بے خوفی کا مظاہرہ کیا جب کہ حکومت نجدی نے اس سلسلہ میں بہت سختی کر رکھی تھی، اس ٹیکس کی جو مخالفت کرتا اسے سخت ترین سزا دی جاتی، ایک تنگ و تاریک غار میں رکھ دیا جاتا جس سے خروج ناممکن ہوتا یہاں تک کہ آدمی بھوک و پیاس سے وہیں دم توڑ دیتا۔

سعودیہ اولاد یہودیہ کے خلاف مفتی اعظم کا ایک ہی چیلنج نہیں بلکہ اس سے پہلے بھی آپ نے اس کے حرمین طیبین پر جبری تسلط کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی ہے اور اسے ظلم واستبداد سے باز رکھنے کے لیے ''جماعت رضائے مصطفیٰ'' کی رہنمائی میں ایک وفد کی ترتیب دی اور اپنی جانی و مالی قربانی پیش کر کے استقامت کا بہترین نمونہ پیش کیا۔ وہ بھی ایسے دور میں جبکہ ہندوستان خود ہی آریہ فتنہ ارتداد اور وہابیہ شورش میں گھرا ہوا تھا۔

دبدبۂ سکندری کے حوالے سے مزین کرتے ہوئے ''مجدد ابن مجدد'' میں مولانا سلطان نوری رقمطراز ہیں۔

''ہندوستان سے ایک وفد اس غرض سے ترتیب دیا گیا کہ وہ حجاج کرام کو نجدیوں کے مظالم سے باز رکھے۔ اس وفد کی تیاری میں مجدد مأۃ حاضرۃ حضور مفتی اعظم نے نمایاں حصہ لیا۔ اس سلسلہ کی ایک خبر ملاحظہ ہو۔

## ''فتنۂ نجد اور جماعت رضائے مصطفیٰ''

عین اس وقت جبکہ ہندوستان خود میدان جہاد بنا ہوا ہے اور آریہ و وہابیہ ہند کی شورشوں نے مجاہدین اسلام کو عدیم الفرصت کر رکھا ہے۔ مسلمانان ہند کی واحد نمائندہ اور خالص مذہبی جماعت یعنی جماعت رضائے مصطفیٰ نے ترتیب وفد کے لیے تیاری ظاہر کی اور بطل سنت اور شیر اسلام حضرت مولانا مصطفیٰ رضا صاحب مدظلہ العالی نے اس کام (ابن سعود نجدی کے پاس وفد بھیجنے) کے لیے اپنے جیب خاص سے پانچ سو روپے کی

گرانقدر رقم جماعت کو عطا فرمائی"۔(اخبار دبدبہ سکندری)۔

"یہی نہیں کہ حضور مفتی اعظم قدس سرہ نے صرف پیسوں سے ہی مدد کی ہو بلکہ ان نجدیوں کے خلاف فتویٰ بھی صادر فرمایا اور تحریک چلائی۔"

(دبدبہ سکندری حوالہ مذکورہ ص ۵۶)

غالباً شیخ نجدی کے حرمین طیبین پر مظالم اور صحابہ وتابعین کے مزارات مقدسہ کی توہین اور ان کے منہدم کرنے کے سبب ہی مفتی اعظم نے اپنے رب کی بارگاہ میں التجا کی تھی۔

تیرے حبیب کا پیارا چمن کیا برباد
الٰہی نکلے یہ نجدی بلا مدینے سے

حکومت سعودیہ اور اس کے فضلہ خوار شیخ ابن باز کے خلاف ایک اور تفصیلی فتویٰ بھی راقم کی نظر سے گذرا ہے جسے مفتی اعظم نے غالباً زندگی کے اخیر حصے (۱۹۸۱) میں مرقوم فرمایا ہے۔ یہ فتویٰ کئی صفحات پر مشتمل اور علم وادب کا گہر نایاب ہے۔ ابن باز نے جشن عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بدعت، احکام خداوندی کے خلاف اور تقلید یہود ونصاری گردانتے ہوئے ایک فتویٰ صادر کیا تھا۔ اہل سنت کے خلاف ہونے کی وجہ سے اسے ہندوستان میں بھی خوب اچھالا گیا۔ آزاد ہند کلکتہ کے "اجالا" ایڈیشن ۲۲ر نومبر ۱۹۸۱ء میں بھی شائع ہوا۔ مفتی اعظم کو جب معلوم ہوا تو آپ کو یہ گوارہ نہ ہوا اور بستر مرگ پر ہوتے ہوئے زبردست مفصل فتویٰ جواباً لکھا اور ابن باز کو للکارا جس کا تعلق دیکھنے سے ہے، وہ فتویٰ رفاقت کے مفتی اعظم نمبر ۸۱ء میں منظر عقیل آزاد نگر جمشید پور کے حوالے سے مندرج ہے۔

مفتی اعظم کے للکارنے سے یہ اثر ہوا کہ ہندوستان کے دیگر مسلمانوں کے اندر بھی دینی ملی بیداری آئی چنانچہ ۲۲ر دسمبر ۱۹۸۱ء کو مفتی اعظم ہند کے چہلم شریف کے موقع سے ابن باز اور سعودیہ کے خلاف تنظیم رضائے مصطفیٰ ہبلی نے بھی سخت احتجاج کیا اور مذمت کے قرارداد پاس کیے اور اس طرح ابن باز کا فتنہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا۔ ۵۷

---

۵۷ تفصیل ماہنامہ اعلیٰ حضرت فروری ۸۲ء کے شمارے میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

ان شواہد سے مفتی اعظم کے مجاہدانہ کردار اور استقامت علی الدین کا ثبوت منقح ہو کر سامنے آتا ہے جس کا فیصلہ قارئین خود کرلیں۔

## مسلم پرسنل لا اور مفتی اعظم

مسلمان کو ہمیشہ یہ دل میں بسائے رکھنا چاہیے اور حکومت وقت کو بھی باور کراتے رہنا چاہیے کہ مسلم پرسنل لا (مسلمان کا خاص ونجی اسلامی وشرعی قانون) مسلمانوں کا آسمانی ،قرآنی اسلامی شرعی قانون ہے۔ یہ کوئی دنیاوی قانون نہیں کہ اس میں ترمیم کی جائے۔ اس قرآنی دستور میں کسی قسم کی تحریف وتبدیل نہیں کی جاسکتی۔ اس کے اندر ترمیم کرنا تو در کنار ترمیم کا عزم وارادہ کرنا یا اس کا اظہار کرنا بھی ہمارے مذہب میں کفر ہے۔ ارشاد خداندی ہے "لَاتَبْدِیْلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ" (اللہ کے کلام کو کوئی بدلنے والا نہیں) پھر ارشاد ہوا ہے "وَمَنْ لَّمْ یَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ"۔ اور جو اللہ کا حکم نہ مانیں وہ کھلے کافر ہیں۔

کئی سال قبل اندرا گاندھی کے وقت میں کچھ نام نہاد مسلمانوں نے مفاد پرستی کے تحت مسلم پرسنل لا میں ترمیم کے لیے آواز اٹھا کر اس پر ضربیں لگانے کی ناکام کوشش کی۔ تبدیلی کا بل پیش ہوا اور حکومت نے بھی حامی بھرتے ہوئے اعلان کردیا کہ اگر مسلمان چاہیں گے تو مسلم پرسنل لا میں ان کے منشا کے مطابق تبدیلی کرنے کا قانون بنایا جاسکتا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ یہ نام نہاد مسلمان اور حکومت کے فضلہ خوار ممبئی وغیرہ مختلف جگہوں پر مسلم پرسنل لا پر ترمیم کرنے والے منصوبہ کو پرزور بنانے کے لیے واویلا بھی مچانے لگے۔ اس وقت سب سے پہلا شخص جس نے مسلم پرسنل لا کی حفاظت وحمایت کے لیے اقدام کیا وہ اہل سنت کے مجاہد دوراں، مفتی اعظم کے جانثار خاص اور اعلیٰ حضرت کے شاگرد وخلیفہ حضرت مفتی برہان ملت جبلپوری قدس سرہ تھے۔ انہوں نے فوری طور پر احتجاج کرتے ہوئے بیان جاری کیا اور حکومت کو بھی متنبہ کیا کہ مسلم پرسنل لا میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی کو مسلمان برداشت نہیں کرے گا۔ کیونکہ مسلمانوں کے اسلامی قانون میں کسی طرح کی ترمیم روا نہیں ......اس

احتجاج کے بعد دوسرے مسلمانوں میں بھی بیداری آئی اور انہوں نے ممبئی میں بڑے پیانے پر احتجاجی جلسہ رکھا اور مجاہد وقت حضرت مفتی برہان ملت کو خاص طور سے مدعو کیا۔ سوء اتفاق کہ اس میں کچھ گھس پیٹھے بھی شریک ہو گئے، اس لیے مفتی موصوف نے اس میں شریک ہونے سے انکار فرما دیا۔ ادھر ممبئی والوں نے برابر آپ سے رابطہ بحال رکھا اور بلانے پر مصر رہے مگر آپ ہر حال میں انکار ہی میں جواب دیتے رہے۔ اس موقع سے مسلم پرسنل لا کی حفاظت اور شریعت کی صیانت میں مفتی اعظم نے کیا رول ادا کیا ہے اور کس طرح کی دینی سیاست اور فاروقی تدبر سے کام لیا؟ اس کا اندازہ ذیل کے شواہد سے کیا جا سکتا ہے۔

''مفتی اعظم نے مفتی برہان ملت کے پاس زوردار انداز میں یہ پیغام بھیجا کہ'' برہان میاں سے جا کر کہہ دو کہ ہرگز ہرگز اس جلسے میں شرکت سے انکار نہ کریں اور چونکہ اس سلسلے میں سب سے پہلے انہیں کا احتجاج اور اقدام ہے اور احتجاج بھی ایک باقوت احتجاج ہے اس لیے انہیں اپنا کام جاری رکھنا اور اسے آگے بڑھانا ہے''۔ ۵۸

آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت برہان ملت نے اس جلسہ میں شرکت کا ارادہ فرما لیا اور شریک بھی ہوئے۔ مسلمانوں کی ایمانی اور دلی جذبہ کا اندازہ کیجئے کہ تقریبا دو لاکھ کا مجمع تھا۔ میدان میں تل رکھنے کی جگہ نہیں تھی۔ اس جلسہ کے دونوں دن کے اجلاس میں حضرت برہان ملت نے بڑے پُرزور اور موثر انداز میں تقریر فرمائی۔ فاتح یورپ وایشیا علامہ ارشد القادری صاحب کو بھی ساتھ لیا اور تقریر کروائی۔ حضرت شاہ برہانِ ملت قدس سرہ کی تقریروں کا یہ اثر ہوا کہ اپنے تو اپنے غیروں نے بھی خوب سراہا اور کہا کہ اگر آپ نہیں آئے ہوتے تو جلسہ کامیاب نہیں ہوتا۔ دوسرے دن اخبارات نے جلی حرفوں میں آپ کی تقریر شائع کی جو بہت دھماکہ خیز ثابت ہوئی اور حکومت نے مسلم پرسنل لا میں ترمیم کرنے کا ارادہ ترک کر دیا اور ان نام کے مسلمانوں کا منہ کالا ہوا جو ترمیم کی حمایت کر رہے تھے۔

یہاں مجھے یہ کہنا ہے کہ اگر مفتی اعظم نے شریعت کے تحفظ کا خیال نہ فرمایا ہوتا

۵۸ استقامت مفتی اعظم نمبر ص: ۲۰۔ مضمون حضرت برہان ملت علامہ مولانا عبدالباقی برہان الحق جبل پوری قدس سرہ۔

اور حضرت برہان ملت قدس سرہ کو بتاکید بمبئی کے جلسہ میں نہ بھیجا ہوتا تو وہ جلسۂ احتجاج کسی طرح کامیاب نہ ہوتا اور مسلم پرسنل لا میں ترمیم والا گروپ کامیاب ہوکر شریعت کا کھلواڑ کر ڈالتا۔ یہ حضرت مفتی اعظم آل الرحمٰن اور حضرت برہان ملت کا ملت اسلامیہ پر وہ احسان عظیم ہے جس سے تاقیام قیامت سبکدوش نہیں ہوا جاسکتا۔

غالبًا سیدنا اعلیٰ حضرت کی نگاہِ ولایت نے بہت پہلے ہی ان دونوں حضرات کو بھانپ لیا تھا کہ یہ دونوں ضرور دشمنان دین (شرق) پر بجلیاں گرائیں گے تب ہی تو کہا۔

آل الرحمٰن ، برہان الحق

شرق پہ برق گراتے یہ ہیں

الٰہی نگہدار برہانِ حق　　بود دائما از وے اعلانِ حق

نیز اسی موقع سے مفتی اعظم نے براہ راست حکومت کو یہ باور کرایا کہ مسلمانوں کو مسلم پرسنل لا میں کسی طرح کی تحریف وترمیم قابل قبول نہیں اور جولوگ اس میں ترمیم چاہتے ہیں وہ مسلمان ہی نہیں تو حکومت کو ایسوں کی بات کی طرف کان دھرنے کی بھی ضرورت نہیں، الحاج نواب رحمت نبی خان صاحب لکھتے ہیں:

''ترمیم مسلم پرسنل لا کا ذکر آیا تو (مفتی اعظم) نے فرمایا'' ہم نے حکومت کو آگاہ اور خبردار کردیا ہے کہ یہ کہنا درست نہیں کہ مسلمانوں کی طرف سے ترمیم قانون شریعت اسلامیہ کا مطالبہ کیا جارہا ہے۔ کیونکہ جو شریعت میں تبدیلی وغیرہ کرانا چاہتا ہے وہ مسلمان ہی نہیں ہے''۔ ۵۹ے

## امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے نظائر

امر بالمعروف یعنی (اچھے کام کا حکم دینا) اور نہی عن المنکر یعنی (برائی سے روکنا) اللہ ورسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت پسند ہے۔ بسا اوقات فرض بھی ہوجاتا ہے اور اس کا تارک سخت گناہ گار ہوجاتا ہے۔ ابن ماجہ کی حدیث میں ہے حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ

۵۹ے پندرہویں صدی ہجری اور منصب تجدید، ص: ۳۳۔ بقلم جناب نواب رحمت نبی صاحب۔

تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا کہ جب لوگ گناہوں کا ارتکاب کرنے لگیں اور ان میں امر بالمعروف کی استطاعت رکھنے والے موجود ہوں اس کے باوجود گناہ سے نہ روکیں اور بھلائی کا حکم نہ دیں تو اللہ تعالیٰ ان کے مرنے سے پہلے ان پر عذاب نازل فرمادیتا ہے......اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ:

مَنْ رَأىٰ مِنْكُمْ مُنْكَراً فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ فَاِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَاِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذَالِكَ اَضْعَفُ الاِيْمَانِ" (تم میں سے جو کوئی برائی دیکھے تو چاہیے کہ اپنی طاقت سے بدل (روک) دے اور اس کی قدرت نہیں تو زبان سے منع کرے اور اگر اس کی بھی طاقت نہیں تو دل میں برا جانے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور پہلو ہے) اور سب سے قابل توجہ امر یہ ہے کہ امت محمدیہ کو اشرف الامم اور خیر امت کے تاج کرامت سے اس لیے مشرف کیا گیا ہے کہ اس کا منصب ہی ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ" (تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں، بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو) اب آیئے یہ دیکھیں کہ مفتی اعظم اپنے فرض منصبی پر کہاں تک استقامت برتتے ہیں۔

## سینہ کی ہڈی کھولنا مکروہ ہے

تاجدار اہل سنت مفتی اعظم اپنے سفر جمشید پور کے دوران ایک مرتبہ آم بگان مسجد میں نماز عصر کے لیے پہنچے، جماعت ہو چکی تھی۔ایک صاحب سامنے آئے' ان سے حضرت کا کوئی تعارف نہ تھا مگر دیکھا کہ جناب قمیص پہنے ہوئے ہیں، کالر لٹک رہا ہے، گلے کا حصہ کھلا ہوا ہے اور سینہ کی ہڈی چمک رہی ہے، نماز پڑھنا شروع کرنا چاہتے تھے۔حضرت نے قمیص کے کالر اور سینے کی ہڈی کھلی رکھنے پر سخت تہدید فرمائی۔ یہ تنبیہ بہت سے لوگوں کے ساتھ پیش آئی۔جمشید پور کے اسی سفر میں ایک مجمع عام کو اس مسئلہ کی طرف متوجہ کیا اور فرمایا کہ قمیص کے کالر کی بلا عام ہے۔مزید فرمایا: کہ سینہ کی ہڈی کھلی رہی تو نماز مکروہ تحریمی ہوتی

ہے۔ (حسب روایت جناب قاری فضل حق صاحب مصباحی مہتمم مدرسہ غوثیہ جمشید پور)

## عورت کا چہرہ بھی عورت ہے

آج پیر وفقیر اور عالموں و عاملوں کے پاس عورتوں کا ہجوم ایک عام سی بات ہے...... جہاں دیکھئے، مونھ کھولے چلتی پھرتی اور بیٹھتی باتیں کرتی نظر آئیں گی...... حیا اٹھ گئی ہے، انا للہ و انا الیہ راجعون...... مگر شہزادۂ امام احمد رضا کی تقویٰ شعاری ملاحظہ کریں۔

"زنان خانے میں عورتیں زیارت کے لیے حاضر ہیں...... انتظار ہو رہا ہے...... جب آپ تشرف لائے تو چند عورتوں کے نقاب الٹے اور منہ کھلے تھے...... آپ نے فوراً اپنی آنکھیں بند کر لیں اور فرمایا، "نقاب ڈالو...... نقاب ڈالو"...... سب نے نقابیں ڈال لیں...... اللہ اللہ شریعت کی پاسداری ہو تو ایسی ہو۔!

آج مسجد و معبد، خانقاہوں اور درسگاہوں میں ہر جگہ غیر محرم کی جلوہ گری ہے۔ تعویذات لینے، قبروں کی زیارت کرنے غول کی غول چلی آتی ہیں، سب دیکھتے ہیں، کوئی نہیں کہتا کہ نقاب ڈالو، احساس تک جاتا رہا۔ محرمات 'معمولات بن کر رہ گئے ہیں...... انا للہ و انا الیہ راجعون !"سلام ہو اس آنکھ کی عصمت پر جس نے غیر محرم کو نہ دیکھا اور اپنی نگاہوں کو محفوظ رکھا۔"[۶۰]

## سونے کی انگوٹھی مرد کو حرام ہے

مرد کو سونے کی انگوٹھی پہننا حرام ہے اور سخت گناہ کا باعث ہے۔ اسی طرح مرد و عورت کے لیے لوہا، تانبا، پیتل، کی انگوٹھی اور ان چیزوں سے بنی ہوئی کان کی بالی وغیرہ ممنوع و گناہ ہے۔ مگر شریعت سے بے راہ وری کا عالم ہی کچھ اور ہے۔ مردوں کو دیکھئے تو کبھی کوئی سونے کی انگوٹھی پہنے ہوئے ہے، کوئی پیتل کی، کوئی ایک کے بجائے دو دو انگوٹھیاں، جب کہ مرد کو صرف ایک چاندی کی انگشتری جو ساڑھے چار ماشہ سے کم ہو جائز ہے۔ اس کے علاوہ ہر ایک باطل و گناہ ہے۔ حد تو یہ ہے کہ کچھ مردوں کے ہاتھوں میں اسٹیل یا تانبے کا کڑا پہنے

۶۰ بقلم ماہر رضویات پروفیسر مسعود احمد پاکستان، مضمون 'شہزادۂ امام احمد رضا'۔

دیکھا جاتا ہے۔ جیسے پنجابی وہندو پہنتے ہیں جب کہ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ قیامت کے دن ان سب کو آگ بنا کر پہنایا جائے گا۔ عورتوں میں بلا یہ عام کہ بازاری بالیاں اور طرح طرح کی زینت کی چیزیں خرید کر پہنتی ہیں۔ حالانکہ عورتوں کو بھی سونے چاندی کے علاوہ کسی طرح کی دھات جائز نہیں۔ افسوس اور ماتم اس بات کا بھی ہے کہ کوئی روک ٹوک کرنے والا نظر نہیں آتا۔ کسی کو اپنے بھائی بہنوں کو گناہوں سے بچانے کے رغبت نہیں ہوتی۔ مگر مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کی جونہی اس طرح کی خرافات پر نظر پڑ جاتی فوراً منع کرتے بلکہ اسی وقت اتر وادیتے۔ اس کا ایک نمونہ اس اقتباس میں ملاحظہ کیجیے۔

''ان کے لیے سب سے زیادہ تکلیف دہ وہ منظر ہوتا تھا جب وہ کسی مسلمان کو اسلامی شریعت کی خلاف ورزی کرتے ہوئے پاتے تھے ......امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض ادا کرتے وقت وہ چھوٹے بڑے، امیر وغریب اور حاکم ومحکوم کے درمیان کوئی امتیاز نہیں کرتے تھے۔

ان کے دربار کا عام معمول تھا کہ کوئی بڑے سے بڑا رئیس ہو یا اونچے سے اونچا منصب کا افسر ان کی خدمت میں حاضر ہوتے وقت اگر ان کی انگلی میں سونے کی انگوٹھی ہوتی تو وہ فوراً اتر وادیتے اور نہایت شفقت اور محبت کے ساتھ انہیں تلقین فرماتے کہ از روئے شریعت محمدی مردوں کے لیے سونے کا استعمال حرام ہے۔ پھر دل کا کشور فتح کر لینے والے لہجہ میں ارشاد فرماتے کوئی گناہ لمحے دو لمحے یا گھنٹے دو گھنٹے کا ہوتا ہے لیکن سونے کی انگوٹھی کا گناہ ایسا گناہ ہے کہ جب تک پہنے رہو مسلسل گناہ ہی گناہ ہے۔'' [61]

## داہنے ہاتھ سے کھانے کی ترغیب اور لفظ انسان کا برمحل استعمال

ایک مرتبہ حضرت شاہ گنج یوپی اسٹیشن پر ریل کے انتظار میں بیٹھے تھے۔ قریب ہی ہوٹل میں ایک شخص بیٹھا بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا۔ اتفاق سے حضرت کی نظر پڑ گئی۔ آپ فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کر ہوٹل کی طرف چل پڑے۔ چونکہ ہمراہی لوگ کچھ نہ سمجھ سکے، اس

---

[61] بقلم رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری صاحب قبلہ علیہ الرحمہ۔ رفاقت ص: ۳۰۔

لیے سخت متحیر ہوئے کہ حضرت کچھ بتائے بغیر کہاں جانے لگے پھر لوگوں نے دیکھا کہ آپ ہوٹل میں ایک شخص سے فرمار ہے ہیں کہ تمہیں تہذیب نہیں آئی کہ بائیں ہاتھ سے کھاتے ہو۔''اس نے کہا کہ ''میں ہندو ہوں'' حضرت نے ڈانٹ کر فرمایا ''ارے انسان تو ہو'' اتنا سنتے ہی وہ فوراً داہنے ہاتھ سے کھانے لگا۔

یہاں لفظ انسان کا برمحل استعمال کتنا معنی خیز ہے۔صحیح مسلم میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص نہ بائیں ہاتھ سے کھانا کھائے نہ پانی پیے کہ بائیں ہاتھ سے کھانا پینا شیطان کا طریقہ ہے۔ابن ماجہ نے ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ داہنے ہاتھ سے کھائے، اور داہنے ہاتھ سے پیئے اور داہنے ہاتھ سے لے اور دے کیونکہ شیطان بائیں سے کھاتا ہے، بائیں سے پیتا ہے، بائیں ہاتھ سے لیتا اور دیتا ہے۔[۶۲]

## کسی کافر کو سردار جی کہنا منع ہے

ایک مرتبہ حضرت رام پور سے بریلی شریف کار سے تشریف لے جارہے تھے کہ کسی نے دوران گفتگو کسی پنجابی کو سردار جی کہہ دیا تو حضرت نے سخت ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا، ''سردار تو بس ایک ہی ہیں (مدینے کے سردار) سکھ کہو، پنجابی کہو''۔

(بروایت جناب غلام یزدانی صاحب رامپوری ثم ناگپوری)

## نام حبیب احمد اور شکل یہ؟

بریلی شریف میں حضرت ایک جگہ دعوت میں تشریف لے گئے، جیسے حضرت بیٹھے ایک صاحب کوٹ پتلون پہنے ہوئے سامنے آئے جن کی داڑھی صاف تھی۔مصافحہ کے لیے آگے بڑھے۔حضرت نے مصافحہ فرمایا۔اس کے ساتھ ہی معلوم کیا نام کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا حضور! حبیب احمد۔حضرت نے برجستہ فرمایا ''نام حبیب احمد اور شکل یہ......

۶۲ بقلم مولانا نصر اللہ صاحب بھیروی اعظمی۔مضمون مفتی اعظم اور امر بالمعروف۔

لاحول ولا قوہ الا باللہ العلی العظیم (مطلب یہ کہ نام تو اسلامی ہے، حضور کے نام پر نام ہے لیکن داڑھی کٹا کر چہرہ غیر اسلامی اور کوٹ پتلون پہن کر وضع قطع غیر اسلامی کرلیا ہے)

(حسب روایت مولانا حسن علی میلسی)

## غیر اسلامی حکومت کو سرکار کہنا سخت منع ہے

کوٹہ کے ایک صاحب بڑے گھن گھرج کے ساتھ تقریر کررہے تھے۔ دوران تقریر انڈیا گورنمنٹ کی تعریف میں کہنے لگے "ہماری سرکار"...... حضرت مفتی اعظم قبلہ اسٹیج پر موجود تھے فوراً ٹوکتے ہوئے فرمایا، "گورنمنٹ کہو، سرکار تو بس ایک ہی ہے، مدینہ کی سرکار"

(حسب روایت حضرت مولانا عبدالمبین نعمانی صاحب چریاکوٹ)

## غیر معتکف کو مسجد میں کھانا پینا منع ہے

بریلی شریف کی ایک مسجد میں جلسہ کا پروگرام تھا۔ ختم وعظ کے بعد صاحب مجلس نے حاضرین کی چائے سے تواضع کی حضرت نے چائے کی پیالی ہاتھ میں لے کر ارشاد فرمایا ہم نے مسجد میں داخل ہوتے ہی اعتکاف کی نیت کرلی تھی جس نے نہ کی ہو اب کرلے کہ مسجد میں غیر معتکف کو کھانا پینا سخت منع ہے۔ (حضرت بحرالعلوم مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ)

## اللہ کے لیے عمل کا لفظ استعمال کرنا نہیں چاہیے

اللہ تعالی کے لیے عمل یا استعمال کا لفظ نہیں بولا جائے گا کیونکہ عمل کے اندر کسب ہوتا ہے اور وہ اس سے پاک۔ اس کے کسی کام کے لیے فعل کا لفظ استعمال کیا جائے گا۔ حضرت بحرالعلوم فرماتے ہیں۔ "ضلع گیا کے جلسہ میں ایک بار آپ (مفتی اعظم) کے ساتھ شرکت کا اتفاق ہوا، رات میں تقریر کے دوران میں نے کہا کہ "اللہ تعالی نے قرآن کریم میں لفظ نور استعمال فرمایا۔" تقریر ختم ہوئی اور ان کے فیض صحبت سے محفل بڑی پر کیف اور پرنور رہی۔ دوسرے دن ساتھ ہی گھوسی کے لیے روانگی ہوئی، راستے میں بڑے خوشگوار ماحول میں باتیں ہوتی رہیں، اسی دوران آپ نے فرمایا "رات آپ نے تقریر میں اللہ تعالی کے

لیے عمل کا لفظ استعمال فرمایا''، اگر کہیں یہ لفظ قرآن وحدیث میں ذات باری تعالیٰ کے آیا ہو، تب تو اس کا بولنا صحیح ہوگا ورنہ نہیں، اس امر کی تحقیق کر لیجئے گا اور میں اس سلسلہ میں غور کرتا رہتا ہوں مجھے تو کوئی ایسا محل استعمال نہ ملا''۔

## مسلمان کو بدنصیب نہیں کہنا چاہیے

وہی بحر العلوم موصوف فرماتے ہیں :۔دوسری بار مغربی یوپی کے ہی کسی علاقہ میں تقریر کرتے ہوئے میں نے کہا، بدنصیب مسلمان! آج کل بارہ بجے رات تک سینما دیکھتے ہیں اور دن میں دس بجے تک سوتے رہتے ہیں۔'' یک بیک میری طرف گھوم کر گویا ہوئے، نہایت بلند آواز میں، بیحد بیزاری کے ساتھ گویا مجھ پر پھٹ پڑیں گے۔''مولینا میں اس کو مان نہیں سکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت بدنصیب ہو آپ اس کو بدنصیب نہ کہیں کچھ اور کہہ لیجئے ......حق یہ ہے کہ جس امت کے نگہبان رسول عربی ہوں وہ بدنصیب کیسے ہوسکتی ہے۔

چہ غم دیوار امت را کہ دارد چوں تو پشتیاں
چہ باک از موج بحر آں را کہ دارد چوں تو کشتیاں

امت کی دیوار کو کیا غم جو تیرے جیسا سہارا رکھتی ہے......اور موج سمندر کا اس کو کیا خوف جو تیرے جیسا کھیون ہار رکھتی ہے۔''

## گھر میں تصاویر لگانا گھر کو صنم خانہ بنانا ہے۔

واضح کیا جاچکا ہے کہ تصویر کھینچنا اور کھینچوانا اور اسے گھر میں رکھنا حرام و ناجائز ہے اور باعث استحقاق نار و موجب غضب قہار ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس گھر میں کتا یا تصویر ہو اس گھر میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ ۶۳

مگر افسوس کہ تصویر کشی کرنے، کرانے اور اسے گھر کی زینت بنانے کی بلا اتنی عام ہوگئی ہے کہ گناہوں پر دلیر انسان غالبًا اسے گناہ ہی نہیں سمجھتا۔ گھروں کو اس طرح جاندار

۶۳ مشکوۃ ص ۳۸۵ بحوالہ بخاری ومسلم

کے فوٹو سے سجاتے ہیں گویا صنم خانہ ہیں، مگر مفتی اعظم کی استقامت علی الدین ملاحظہ کیجیے کہ جس طرح وہ خود اس گناہ سے بچتے دوسرے مسلمان بھائیوں کو بھی اسلامی معاشرے میں ڈھلا دیکھنا چاہتے تھے۔ اور یہ انداز بھی بڑا پرلطف ہے کہ تبلیغ وارشاد میں کوئی لمبی چوڑی تقریر بھی نہیں کرتے، ان کا ایک جملہ ہدایت پانے کے لیے کافی ہوتا، ان کی ایک خاموشی ہزار تقریروں پر بھاری نظر آتی ہے...... ڈاکٹر محمد اسد سے روایت کرتے ہوئے مولینا محمد عباس اشرفی بیان کرتے ہیں:

"۱۹۶۵ء میں ناچیز احمد آباد میں مدرس تھا، اس وقت کی بات ہے کہ ایک سفر میں حضور مفتی اعظم ہند احمد آباد کے اپنے ایک عقیدت مند کے یہاں دعوت طعام میں تشریف لے گئے، صاحب خانہ کے دروازہ پر پہنچ کر آپ کے قدم رک گئے، صاحب خانہ حیرت میں پڑ گئے کہ آخر بات کیا ہے، اور آپ کے قریب پہنچ کر گھر کے اندر تشریف لے چلنے کی انہوں نے درخواست کی، حضور مفتی اعظم نے فرمایا، "تمہارا گھر صنم خانہ بنا ہوا ہے" ...... یہ سنتے ہی وہ تیزی کے ساتھ گھر کے اندر گئے اور دیوار وغیرہ پر لگی ہوئی ساری تصاویر ہٹا دیں تب کہیں جا کر حضور مفتی اعظم ان کے گھر کے اندر داخل ہوئے۔" [۶۴]

غور تو کیجیے کہ ادائے سنت اور نہی عن المنکر کا کتنا انوکھا انداز ہے۔ بخاری و مسلم کے حوالے سے مشکوۃ باب التصاویر میں ہے۔ "حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا ارشاد فرماتی ہیں۔ میں نے ایک چھوٹا سا تکیہ خریدا جس میں تصویریں بنی ہوئی تھیں (حضور جانِ جاناں کہیں سے تشریف لائے) جب ان تصویروں پر ان کی نظر پڑی تو دروازے پر رک گئے گھر میں داخل نہ ہوئے۔ میں نے آپ کے چہرۂ انور پر ناگواری محسوس کی اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں توبہ کرتی ہوں، فرمایا جائے، مجھ سے کیا گناہ سرزد ہو گیا ہے؟ (کہ آپ کا قدم ناز رک گیا) رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "یہ تکیہ کیسا ہے؟" میں نے عرض کی، اسے میں نے خریدا ہے تا کہ آپ اس پر ٹیک لگا

[۶۴] بقلم مولانا یٰسین اختر مصباحی۔ مقالہ مفتی اعظم کا تقویٰ اور خشیت ربانی مشمولہ تجلیات مفتی اعظم ہند ص ۶۵

کر بیٹھیں اوراس کو تکیہ کے کام میں لائیں۔ارشاد نبوی ہوا،"یقیناً قیامت کے دن یہ تصویر بنانیوالے عذاب میں گرفتار کیے جائیں گے اوران سے کہا جائے گا کہ اس میں جان ڈالو جس کو تم نے بنایا، پھر فرمایا: بلاشبہ جس گھر میں تصویر ہوتی ہے اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے"۔

## خش خشی ڈاڑھی اور اصلاح کا احسن طریقہ

اسلام کے آغوش میں پلنے والا ہر فرد بشر کو جاننا چاہیے کہ کم از کم ایک مشت ڈاڑھی رکھنا شعار اسلام، سنت انبیا اور عند الشرع واجب ہے اوراس سے کم رکھنے والا فاسق معلن اور سخت مرتکب گناہ ہے۔اب اگر کوئی اپنی ہٹ دھرمی یا کم علمی کے سبب خشخشی (ایک مشت سے کم) رکھتا ہے یا سرے سے منڈواہی دیتا ہے تو اہل علم کی ذمہ داری ہے کہ دعوت وارشاد کے ذریعہ اس کی اصلاح کریں اور یہ بھی کہ اصلاح میں موقع کے لحاظ سے حسن تدبیر کے ساتھ موثر اوراحسن طریقہ اختیار کریں۔ارشاد ہے"اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ"۔اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اوراچھی نصیحت کے ذریعہ بلا...... اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ"تو برائی کواحسن اور بہتر خصلت کے ذریعہ ٹال۔آیئے حسن تدبیر اور حکمت وموعظت کا مرصع اور اصلاح کا موثر اوراحسن طریقہ تاجدار اہل سنت مفتی اعظم کی زندگی میں تلاش کریں۔

غالباً جب ۱۹۷۴ء میں آپ کی جمشید پور تشریف آوری ہوئی تھی تو ایک بوڑھے صاحب (جن کا نام شرف الدین تھا) خدمت اقدس میں حاضر ہوئے......درد سینہ اور دیگر مہلک امراض سے پریشان تھے۔حضرت سے تعویذ کی درخواست کی......حضرت نے تعویذ لکھ کر عنایت فرمایا اور فرمایا،"کوئی وزنی چیز نہ اٹھایئے گا اور آپ کیا کوئی وزنی چیز اٹھائیں گے جب ذرا سی ڈاڑھی کا بوجھ نہیں اٹھا سکتے"۔

آپ کے اس میٹھے جملے نے اتنا اثر کیا کہ وہ بے چارے پہلے ڈاڑھی چھانٹتے تھے آپ کے ارشاد کے بعد پوری داڑھی چھوڑ لی۔

(یہ واقعہ محب محترم مولانا نوراللہ صاحب مصباحی نے راقم سے ۱۳ رشعبان ۱۴۱۶ھ کو بتایا)

## نیم آستین کے جمپر پہننے پر تنبیہ

مفتی اعظم کا یہ طرۂ امتیاز تھا کہ ہر کس وناکس کو اپنے فیوض وبرکات سے نوازتے، کسی کا دل نہ توڑتے اور جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ضرورت پڑتی تو موقع کے لحاظ سے ضرور پند ونصیحت فرماتے۔ الحاج نواب رحمت نبی خان صاحب رقمطراز ہیں:

ایک خاتون نے (بریلی ہی کی) اپنی علیل دختر کی علالت کے سلسلہ میں اپنے مکان پر مدعو کیا اور حضرت دامت برکاتہم العالیہ کی مدارات کے لیے مجھے بھی بلایا تھا۔ حضرت براہ شفقت تشریف لے گئے چونکہ خاتون مذکورہ کو کسی آسیب کے خلل کا اندیشہ تھا لہٰذا لڑکی کے استعمالی کرتے کو معائنہ کے لیے طلب فرمایا۔ کرتا آیا تو وہ جدید طرز نیم آستین جمپر تھا جس مقصد کے لیے طلب فرمایا وہ تو بخوبی انجام دیا لیکن ساتھ ہی خفگی (ناراضگی) کا اظہار بھی کیا اور ارشاد فرمایا: آج کل عجیب قسم کے لباس عورتیں استعمال کرنے لگیں ہیں کہ جن کو پہن کر باپ کے سامنے بھی نہیں جانا چاہیے"۔ (ملفوظات مفتی اعظم ص:۴۶)

اس واقعہ سے آج کل کی عورتوں اور ان کے مردوں کو جو اپنی بیویوں اور بیٹیوں کو اس طرح کے لباس بلکہ اس سے بھی زیادہ نیم عریاں بلاوز وغیرہ پہناتے نہیں شرماتے، عبرت ونصیحت حاصل کرنی چاہیے۔

امر بالمعروف سے متعلق حضرت خوش اخلاقی کا بھی بھرپور مظاہرہ فرماتے اور مہمان ہوتو مہمانوں جیسا رویہ اور طریقہ اصلاح اختیار کرتے۔ ایک موقع پر جب آپ کی نواسی کی شادی تھی اور بارات آئی تھی تو دولہا کی طرف کے چند نوجوان برہنہ سر نظر آئے۔ حضرت کو یہ کسی طرح گوارہ نہ ہوا۔ باراتیوں میں سے ایک عمر رسیدہ صاحب جو حضرت کے شناسا اور حاضر خدمت تھے، ان سے فرمایا: "آپ انہیں سمجھادیں کہ کم از کم کھانے وقت تو سر ڈھک لیا کریں، میں انہیں کہوں گا تو برا مانیں گے"۔



سید مظفر علی اختر علی ، درگاہ محلہ ، دھرن گاؤں

## ازالۂ منکرات میں اپنوں کی بھی رعایت نہیں

ذیل میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہی سے متعلق ایک واقعہ درج کیا جاتا ہے جس سے آپ یہ رائے قائم کیے بغیر نہیں رہ سکتے کہ جس دربار عالی وقار کا یہ عالم ہو کہ برائی سے روکنے اور رسول کے فرمودات کے خلاف سے باز رکھنے میں اپنوں کی بھی رعایت نہیں کرتے تو ان گستاخان رسول کو کب بخشتے جن کا اوڑھنا، بچھونا نبی اطہر کی توہین کرنا تھا۔

دہلی میں ایک سیرت کانفرنس ہوئی تھی جس میں مولانا اسرار الحق صاحب ایم پی پیش پیش تھے۔اس کانفرنس کے بارے میں مفتی اعظم کو معلوم ہوا کہ اس میں دھڑلے سے تصویر کشی ہوئی ہے...... جب آپ اجمیر شریف پہنچے تو ایک صاحب کے یہاں دعوت میں تشریف لے گئے حضرت برہان ملت جبلپوری بھی پہنچے۔وہاں مولانا اسرار الحق صاحب اور دیگر چند آدمی موجود تھے۔راوی کا بیان ہے کہ سب کے سامنے مولانا اسرار الحق وغیرہ کو تنبیہاً فرمایا: کہ آپ لوگوں نے دہلی میں سیرت کانفرنس منعقد کی اور اس میں عام طور پر تصویر کشی ہوئی یہ قطعاً غیر شرعی کام ہوا جو قابل معافی نہیں ہے۔وہ حضرات عذر پیش کرنے لگے کہ عدم واقفیت میں ایسا ہوا یا لوگ نہیں مانے، وغیرہ وغیرہ۔مگر مفتی اعظم کے نزدیک ان میں سے کوئی عذر مسموع نہیں ہوا۔انہوں نے فرمایا کہ منکر بہر حال منکر ہے اس میں عذر وغیرہ بالکل غلط ہے۔اپنی تقصیر کا اعتراف کیجیے اور ایسا اعتراف کہ آئندہ کبھی ایسا نہ ہو۔" ۶۵؎

۶۵؎ یہ روایت مجھے عون احمد پھلواری کے حوالے سے ملی ہے۔یہ صاحب اگر چہ بعد میں مسلک اہل سنت سے نہ رہے بلکہ صلح کل تکفیر کا فرین سے سکوت اور بد مذہبوں کی ہمنوائی کرنے والے ہوئے مگر تاریخی حقائق کی حیثیت سے یہ روایت خاص اہمیت کی حامل ہے۔انھوں نے اپنے ایک مضمون میں اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔بد مذہب چونکہ بہت تقیہ باز اور گھس پیٹھیے ہوتے ہیں اس لیے وہ کبھی ہماری مجلس میں آنے کی کوشش کرتے ہیں بلکہ ہمارے بزرگوں سے عقیدت مندی کا اظہار بھی ان لفظوں میں کرتے ہیں جو اپنوں سے بھی شاید و باید۔لیکن وہ شخصیت اور اجاگر ہو کر سامنے آتی ہے جس کی صداقت وحقانیت اور خوبی کی گواہی دشمن بھی دیں۔اسی صاحب کا اقتباس سنیے۔" مفتی اعظم حضرت مولانا مصطفےٰ رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سانحۂ ارتحال کی خبر مجھے سفر لکھنؤ کے درمیان ملی۔اس سنگین حادثہ نے سخت حزن وملال طاری کر دیا۔کیونکہ ہندوستان میں افتا اور افادہ کی یہ عظیم شخصیت تھی جس سے قوم محروم ہوگئی۔اہل علم وفضل کے حلقے سے عالم راسخ کا اٹھ جانا ایوان علم کی بربادی اور منارۂ علمی کی تباہی

## آپ کی طرف لوگوں کی کھنچے جانے کی وجہ

۱۴ر شعبان ۱۶ اھ مطابق ۵ جنوری ۹۶ء راقم اور مولانا شرف الدین صاحب فیضی دیو گھروی مدرسہ تنویر الاسلام ٹیلکو کے جلسہ دستار بندی والے پروگرام میں جناب حافظ مبارک حسین اور مولینا ضیاء اللہ صاحبان کی دعوت پر جا رہے تھے۔ ساتھ میں محب مکرم حضرت مولینا عبدالغفار صاحب تیغی مرحوم سابق نائب صدر مدرس مدرسہ فیض العلوم بھی تھے۔ میں نے فیضی موصوف سے پوچھا، جناب والا! مفتی اعظم سے مرید ہونے پر کس چیز نے آپ کو ابھارا۔ مولینا نے جواب دیا کہ مجھے مفتی اعظم کی حق گوئی اور امر بالعروف میں جرأت و بیبا کی نے ان سے بیعت ہونے پر مجبور کیا۔ سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے مزید فرمایا۔ میں ان دنوں مدرسہ فیض العلوم ہی میں زیر تعلیم تھا۔ حضور مفتی اعظم ۷۳ءیا۷۴ء میں وہیں تشریف لائے۔ میں نے دیکھا کہ سلیمان خان صاحب ٹھیکیدار مرحوم حضرت سے ملنے آئے۔ اس وقت وہ ڈاڑھی نہیں رکھتے تھے، حضرت کی نظر جیسے ہی ان کے چہرہ پر پڑی دیکھتے ہی فرمایا، ''بوڑھا ہو گیا مگر اب بھی جوان بننے کی خواہش رکھتا ہے۔ پھر آپ نے انہیں ڈاڑھی رکھنے کی سخت تاکید کی''۔

اس واقعہ سے میرے دل پر بہت گہرا اثر ہوا اور میں نے سمجھا کہ واقعی یہ صحیح عالم، صالح پیر و کامل ولی ہیں اس لیے مرید ہو گیا۔

راقم السطور کہتا ہے کہ جناب سلیمان خان مرحوم سے میری ملاقات رہی ہے ان کے جنازے میں بھی شریک رہا۔ مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی اس تاکید اور کلمات شیریں کا یہ اثر ہوا کہ اس کے بعد سے ہمیشہ کے لیے ڈاڑھی رکھ لی یہاں تک کہ اخیر تک ڈاڑھی رکھے رہے۔

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۳) کی دلیل ہے۔ یقبض العلم بقبض العلماء۔

یہ فقید المثال شخصیت صحیح معنی میں مینارۂ علم تھی۔ علم وافتا کی بیش از بیش خدمات اس ذات کے ذریعہ انجام پائیں۔ شرعی اور دینی امور میں کوتاہی ہر حال میں ان کے لیے ناقابل برداشت تھی اور دینی مداہنت پر لوگوں کو تنبیہ نہ کرنا جرم عظیم''...... ملخصا۔

قارئین! اخیر کے پیراگراف کو بار بار پڑھیں تو یہ سمجھنے میں دیر نہ لگے گی کہ ایک صلح کل ایک طرف

معلوم ہوا کہ کچھ لوگوں نے ڈاڑھی منڈوا دینے کے لیے بھی کہا لیکن کسی حال میں نہ کٹایا۔

یہ جناب مدرسہ فیض العلوم اور جماعت اہل سنت کے بڑے ہمدرد تھے۔ اللہ تعالی اپنے حبیب کے صدقے اس نیکی کو بھی وسیلۂ مغفرت فرمادے اور جوار رحمت میں جگہ دے۔ ان کا انتقال غالباً ۸۹ء میں جمشید پور میں ہوا۔

حدیث شریف میں ہے: لَایَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ اُمَّتِی ظَاهِرِیْنَ عَلَی الْحَقِّ لَا یَخَافُوْنَ فِیْهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ. (میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق پر برقرار رہے گا اور اس سلسلہ میں کسی کی لعنت وملامت کا خوف نہ رکھے گا)

گذشتہ شواہد کی روشنی میں حضور مفتی اعظم اس حدیث کے پورے پورے مصداق ہیں اور یہ ساری باتیں جماعت اہلسنت کے حق اور دوسرے گروہ کے باطل ہونے پر دلائل منیرہ ہیں

## مفتی اعظم محبت وعشق کے جھروکے سے

اتباع رسول اور استقامت علی الشریعت میں اللہ ورسول جل وعلاو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت وعشق کا بڑا دخل ہے۔ بلکہ یہی اتباع واطاعت اور استقامت کی جان وروح ہے۔ مشہور حدیث ہے "لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَ وَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ" "تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ خود قرآن مقدس میں ارشاد ہوا "وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ" (مومنین اللہ تعالیٰ ہی سے زیادہ محبت رکھتے ہیں) ظاہر ہے کہ محبوب کی محبت وافر طریقہ پر ہو تو محبوب کے ہر فرمان کو بجا لانے کے لیے تیار رہے گا اور اپنے محبوب کی ادا کے سانچے میں اپنے کو ڈھالتا نظر آئے گا۔ اس کا کوئی قدم محبوب کے فرمان یا سنت سے ہٹ کر نہ پڑے گا۔ مفتی اعظم بلاشبہ عظیم محب

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۴) آپ کی حقانیت کا اعتراف کرتا نظر آتا ہے تو دوسری طرف یہ بھی کہ کسی بھی بدنصیب بدمذہب سے آپ مداہنت اور دین میں سستی کو روا نہیں رکھتے تھے۔ مجھے تعجب ہے ایسے گمراہوں اور صلح کلیوں پر کہ جن کے نزدیک بدمذہبوں سے مداہنت نہ کرنا کسی کے لیے حقانیت کی دلیل ہے تو پھر کیسے خود صلح کل ہو کر مداہنت کے شکار ہو جاتے ہیں۔

صادق اور عاشق رسول تھے اس لیے ان کا ہر قدم اتباع رسول اور اطاعت نبی میں اٹھا۔ دعوے کی وضاحت کے لیے چند اقتباسات ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں۔ مولینا مختار رضوی اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں۔

''محبت اگر صادق ہوتی ہے تو محبّ کا کوئی قدم محبوب کے حکم کے خلاف نہیں اٹھتا محبوب جو حکم دیتا ہے محبّ اس کو بجالانے کے لیے جان تک کی بازی لگا دیتا ہے اور محبوب جس چیز سے روکتا ہے ذہن میں اس کا خیال لانے کو بھی جذبۂ محبت کی توہین سمجھتا ہے ۔زندگی کی کسی راہ میں کوئی قدم اٹھانے سے پہلے وہ محبوب کے چشم وابرو کو دیکھتا ہے کہ کہیں میرے اس اقدام سے محبوب کے چہرے پر ناراضگی کا تأثر تو نہیں ابھر رہا ہے۔

جب اس رخ سے ہم حضور مفتی اعظم ہند کو دیکھتے ہیں تو عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ بانوے برس کی طویل زندگی میں ہمیں کوئی ایک لمحہ بھی ایسا نہیں ملتا جس پر انگلی اٹھا کر یہ کہا جاسکے کہ انہوں نے یہ لمحہ احکام مصطفیٰ کے خلاف گذارا ہے۔آخری ایام میں ضعف ونقاہت کا یہ عالم تھا کہ چند قدم چلنے کے لیے بھی سہارے کی ضرورت ہوتی تھی مگر یہ اطاعت مصطفیٰ کے جذبہ کا ہی اثر تھا کہ اس قدر ضعیفی اور کمزوری کے باجود پنجوقتہ نماز مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا فرمایا کرتے تھے۔اور اسے اطاعت محبوب کے جذبہ کی کرشمہ سازی کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ عام حالات میں چلنے کے لیے سہارے کی احتیاج کے باوجود نماز میں کسی سہارے کی ضرورت در پیش نہ ہوتی تھی اور سارے فرائض و واجبات اور سنن و مستحبات بغیر کسی سہارے کے کھڑے ہوکر ادا فرماتے تھے۔

عشق صادق اور محبت کامل کا یہ تقاضا ہوتا ہیکہ محبّ کی زندگی محبوب کی زندگی کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہو۔وہ اپنی حیات کے ہر گوشہ میں محبوب کے سنن واطوار کو اس طرح بسالے کہ اس کے معمولات ومشاغل عادات وخصائل اور اقوال وافعال کے آئینے میں محبوب کی زندگی کے خط وخال نمایاں ہوں۔اس رخ سے جب ہم مفتی اعظم کی زندگی کا مطالعہ کرتے ہے تو ہمیں نظر آتا ہے کہ انہوں نے اتباع رسول کی وہ عظیم مثال قائم کی ہے

کہ دنیا نے اتباع محبوب کا سلیقہ سیکھا۔آپ ان کی کتاب زندگی کے جس ورق کو الٹ کر دیکھیں سنن مصطفیٰ کے نقش ونگار سے مزین نظر آئے گا۔خلوت ہو یا جلوت،محفل عام ہو یا خاص،آرام وراحت کا وقت ہو یا مشغولیت ومصروفیت کا موقع،مسند افتا ہو یا سجادگی رشد و ہدایت،وعظ وخطابت کا اسٹیج ہو یا شعر وسخن کی نشست،مشاغل دنیوی کا ہجوم ہو یا عبادت وذکر کی یکسوئی،مفتی اعظم جس جگہ نظر آئیں گے مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اداؤں میں ڈھلے ہوئے نظر آئیں گے ملخصاً۔"۶۶ے

حضرت مولینا سید محمد اجمل میاں اشرفی کچھوچھوی آپ کے نتیجۂ عشق ومحبت کے بارے میں رقمطراز ہیں۔

"خرابی صحت وتوانائی کے باوجود فرائض کی تکمیل میں اتنے مستعد کہ جوانی بھی تحیر و استعجاب کے عالم میں عش عش کر اٹھے۔عشق حبیب خدا سے آشنا قلب وذہن،لذت نعت گوئی سے زبان کی عظمتوں کو چار چاند لگا تا رہا اور دنیائے حمد ونعت میں عشق ومحبت کے ایسے گل بوٹے کھلائے جن کی مہک سے مشام عالم معطر ہو گیا۔خدمت خلق بچھونا،خدمت دین اوڑھنا اور عشق مصطفیٰ غذا،بس اسی کو اپنا سب کچھ سمجھا اور اسی میں زندگی گزار دی۔

عشق مصطفیٰ مجسم ہو کر مصطفیٰ رضا ہو جائے اس میں حیرت ہی کیا ہے،وہ تو اس درسگاہ عشق ومحبت کے تربیت یافتہ تھے جہاں کا ذرہ ذرہ نشۂ عشق مصطفیٰ سے سرشار ومخمور ہے۔ جب ذروں کا یہ حال ہے تو اس آفتاب حب رسول کا عالم کیا ہوگا جس کو آج پورا عالم اسلام "امام احمد رضا" کے نام سے جانتا اور پہچانتا ہے۔۶۷ے

اب آیئے عشق کی چند جھلکیاں ملاحظہ کیجیے:

## آپ کا عشق ووارفتگی نعت کی محفل میں

مفتی اعظم کے عشق اور محبت رسول کا یہ عالم ہوتا کہ بالکل باادب اور مہذب ہو کر

۶۶ے استقامت کان پور مفتی اعظم نمبر،مضمون مولانا مختار احمد رضوی بہیڑی
ے حجاز جدید مفتی اعظم ص:۶۹۔مضمون حضرت سید مولانا اجمل میاں اشرفی۔
۶۷ے حوالہ مذکورہ،ص:۵۸۔مضمون مولانا سید اظہار اشرف اشرفی کچھوچھہ مقدسہ۔

جب تک نعت پڑھی جاتی دوزانوں یا ایک پاؤں اٹھا کر یکسوئی کے ساتھ بیٹھے رہتے اور وارفتگیٔ شوق اس قدر بڑھ جاتا کہ اشکوں کے موتی روکے نہیں رکتے۔ آیئے آپ کے عشق کی حقیقت بیانی عاشقوں کی زبانی سنیئے حضرت فیض العارفین شاہ صوفی منور حسین بدایونی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

’’بیٹا میں نے ۲۵ مرتبہ حضور اعلیٰ حضرت بریلوی کی بریلی جا کر زیارت کی اور بڑی کثرت سے بریلی شریف جا کر حضرت حجۃ الاسلام بریلوی اور حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ سے ملاقات کا شرف حاصل کرتا تھا۔ کبھی کبھی شب میں محلہ سوداگران رک جاتا تھا اور بعد نماز عشا حضور مفتی اعظم ہند قبلہ کی موجودگی میں نعت گوئی کا جو دور چلتا وہ دیدنی سے تعلق رکھتا تھا۔ حضور مفتی اعظم ہند نعت سن کر اس قدر تصور محبوب میں مستغرق ہو جاتے تھے کہ آپ کو خود اپنا ہوش نہیں رہتا تھا اور اشکوں کے موتی روئے انور پر اس قدر نچھاور ہوتے نظر آتے تھے کہ ہم لوگ یعنی سامعین پر ایک سکتہ طاری ہو جاتا تھا کبھی کبھی حضرت قبلہ خود بھی تحت لفظ میں اعلیٰ حضرت کے اور اپنے اشعار سنایا کرتے تھے۔ جب کبھی حضور مفتی اعظم ہند قبلہ اعلیٰ حضرت قبلہ کا یہ شعر سناتے تھے تو اس وقت عالم کچھ نہ پوچھو۔ وہ شعر یہ ہے۔

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا
ارے سر کا موقع ہے او جانے والے۔ ۶۸؎

جانشین مفتی اعظم حضرت علامہ ازہری میاں قبلہ زیدت مکارمہم خامہ فرسا ہیں۔‘‘

سیدی مفتی اعظم حضرت علامہ مولانا مصطفیٰ رضا قدس سرہ رضائے مصطفیٰ تھے اور جو عظمت انہیں حاصل ہوئی وہ محبت رسول علیہ الصلاۃ والتسلیم کی بنا پر اور بلاشبہ عشق مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء ہی جان ایمان ہے۔ حضرت مفتی اعظم کی سرکار علیہ السلام کے عشق میں فنائیت کا شاہد ان کی زندگی کا لمحہ لمحہ ہے محبت رسول میں ان کی فنائیت کا صحیح اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ آخر عمر میں باوجود شدید علالت کے نعت کی محفل میں گھنٹوں باادب بیٹھے رہتے تھے اور نعت پاک کے ہر مصرع پر رونا اور والہانہ کیفیت کا طاری ہونا اس بات کا غماز ہے کہ

۶۸؎ استقامت ص: ۳۴۴، مضمون مولانا مفتی مظفر احمد بدایونی۔

وہ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کی محبت میں گم ہو چکے تھے۔''۶۹

## حرم کی زمین اور عشق کی جلوہ ریزی

ہجری کے اعتبار سے آپ نے ۸۰ سال کی عمر میں پیدل حج فرمایا اور اس وقت بڑی شیفتگی کا عالم تھا۔ آپ نے کبھی اپنی زبان مبارک سے یہ فرمایا تھا:

آبلے پاؤں میں پڑ جائیں جو چلتے چلتے
راہ طیبہ میں چلوں سر سے قدم کی صورت

آیئے دیکھیں اس گفتار کے غازی نے زندگی کے تمام شعبہ جات کے ساتھ ساتھ محبت و عشق کے باب میں اپنے کردار کے غازی ہونے کا ثبوت بھی کس طرح دیا ہے:۔

''اللہ اللہ! محبت کی ایسی لگن کہ ۸۷ سال کی عمر میں جب تیسری بار حج بیت اللہ شریف اور زیارت حرمین شریفین (زادہما اللہ شرفا) کے لیے حاضر ہوئے تو ایک روز غار ثور کی زیارت کے لیے چلے۔ شوق کا یہ عالم کہ پہاڑ پر چڑھے تو چڑھتے ہی چلے گئے۔ جوان و تند انسان جو فاصلہ تین گھنٹے میں طے کرتا ہے آپ نے ڈھائی گھنٹے میں طے کر لیا اور دیکھنے والوں کو حیرت میں ڈال دیا اور جب گھر واپس تشریف لائے تو چند سیڑھیاں چڑھنا دوبھر ہوگیا۔ بے شک عشق و محبت کے طفیل ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے۔ ع

عشق سراپا یقین اور یقین فتح باب''۔۷۰

اور ضعف و نقاہت کے باوجود جس نشاط و مستعدی اور شیفتگی اور وارفتگی کے ساتھ مناسک حج ادا کیے وہ ہم سب کے لیے قابل رشک اور لائق عمل ہے۔ مولینا خالد علی بریلی اور مولینا عبدالہادی افریقی بریلی سے مکمل طور پر شریک سفر رہے۔ یہ حضرات ارض حجاز کے رقت انگیز اور ایمان افروز واقعات بیان کرتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کوئی عاشق وارفتۂ جگر ہے جو مکہ کے مقامات مقدسہ، اس کی شاہراہوں اور مدینہ منورہ کے اماکن مبارکہ،

۶۹ حجاز جدید مفتی اعظم نمبر ص: ۳۵۔ ستمبر و اکتوبر ۱۹۹۰ء

۷۰ از رشحات قلم محسن رضویات پروفیسر مسعود صاحب پاکستان۔ مضمون شہزادۂ امام احمد رضا۔

اس کی روح پرور گلیوں اور اس کے درو دیوار پر سب کچھ قربان کرنے کی آرزو میں تڑپ رہا ہے اور دیوانہ وار ہر طرف اس کی بے تاب نگاہیں اٹھ رہی ہیں۔'' اے

سفر حج میں جب آپ غار ثور کی زیارت کے بعد غار حرا کے پاس پہنچے تو اپنا عمامہ مبارکہ، جبہ، صدری، کرتا سب اتار کر زمین پر رکھ دیا۔ اس وقت سوزش عشق سے آپ کا قلب تپاں اور آنکھوں سے اشک رواں تھا، غار کے اندر تشریف لے گئے اور اس کی پاک مٹی بدن پر ملنے لگے اور اس کے ذرّات سے اپنی پیشانی کو اس طرح چمکایا کہ کہکشاں کا جمال، آفتاب کی شعاعیں اور ماہتاب کی درخشانی بھی اس کی تابانیوں پر قربان ہونے لگیں۔ اور جب مواجہۂ اقدس میں صلوٰۃ وسلام پیش کرنے کی سعادت نصیب ہوئی تو حرم شریف کے خادم سے جھاڑو لے کر درود شریف پڑھتے ہوئے اس مبارک سرزمین کو بہارا۔ اس وقت آپ کا جذبۂ عشق اور کیف وسرور بیان سے باہر ہے۔ ایک مدت سے خوابیدہ آرزو آج بیدار ہو چکی تھی، دل میں مسرت کی کلیاں کھل اٹھیں اور مرادیں بر آئیں جنہیں آپ نے اپنی نعت پاک میں نظم فرمایا ہے: ۲ے

خدا خیر سے لائے وہ دن بھی نوری
مدینہ کی گلیاں بہارا کروں میں

سفر حج کے موقع پر ۱۳۹۱ھ میں آپ کو معلوم ہوا کہ خانوادۂ غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے ایک بزرگ حضرت سید عبد المعبود الجیلانی البغدادی جن کی عمر اس وقت ۱۴۹ سال تھی وہ مکہ مکرمہ میں قیام پذیر ہیں آپ بصد شوق ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، کمرہ میں پہنچے، سید صاحب استقبال کے لیے اٹھنے لگے تو آپ نے بڑھ کر ان کا قدم چوم لیا اور آپ نے پھر احتراماً عام لوگوں کی صف میں بیٹھنا چاہا مگر انہوں نے آپ کو اپنی مسند سے قریب اپنے بغل میں بیٹھا لیا۔ سید صاحب نے دوران گفتگو ارشاد فرمایا کہ بفضلہٖ تعالی میں نے ۸۰ حج کیے ہیں اعلی حضرت شیخ احمد رضا خاں قادری سے بریلی میں میری ملاقات بھی ہوئی'' ۳ے

---

اے تین برگزیدہ شخصیتیں ص: ۱۱۔ ۲ے مولانا یٰسین اختر مصباحی حجاز جدید دہلی ص: ۹۲، ۹۳۔
۳ے حجاز جدید ص: ۹۲ شمارہ ستمبر و اکتوبر ۱۹۹۰ء

خود لب کشا ہوئے تو یوں کہتے ہیں:

جان ایمان ہے محبت تیری جان جاناں
جس کے دل میں یہ نہیں وہ خاک مسلماں ہوگا
☆☆☆
فقیر آپ کے در کے ہیں ہم کہاں جائیں
تمہارے کوچے میں دھونی رمانے آئے ہیں

# (۲)

# مفتی اعظم ہند اپنی کرامات کے آئینے میں

تو شمع ولایت ہے ہر دل تیرا پروانہ
تو ماہ کرامت ہے اے جلوۂ جانانہ

آپ کی استقامت اور اتباع شریعت کا مختصر خاکہ پیش کرنے کے بعد آپ کی کرامات کے چند نمونے ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔

سب سے پہلے کرامت کی حقیقت سے آشنا ہو جانا چاہیے تاکہ حصول بصیرت میں کسی قسم کی رکاوٹ نہ ہو۔

کرامت: اللہ کے ولی اور مقرب بارگاہ سے خرق عادت (یعنی سنت الٰہیہ کے خلاف) فعل کے معرض وجود میں آنے کو کہتے ہیں۔

کرامات کا صدور ہر ولی کے لیے ضروری نہیں ہے اور نہ ولی کو پرکھنے کے لیے یہ معیار۔ کیونکہ خرق عادت فعل کبھی بددین وگمراہ شخص سے بھی سرزد ہو سکتا ہے جسے عام آدمی کرامت تصور کر لیتا ہے۔ حالانکہ وہ استدراج ہوتا ہے۔ علما اور صوفیہ نے بیان فرمایا ہے کہ ولی کی اصل پہچان اتباع سنت ہے، کیونکہ اس کے لیے سب سے بڑی کرامت اتباع شریعت اور استقامت فی الدین ہے۔ اس کرامت کے بعد خرق عادت کا صدور بھی اس

سے ہوتب تو واقعی وہ کرامت ہے ورنہ امہال واستدراج۔

تاریخ الاولیاء میں ہے کہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ کی خدمت میں ایک شخص مہمان بن کر حاضر ہوا اور چودہ دنوں تک شب وروز آپ کی خدمت میں لگا رہا۔ پندرہویں دن اس نے اپنے وطن لوٹنے کی اجازت طلب کی۔ حضرت نے فرمایا ''تمہیں اجازت ہے مگر واپس جانے سے پہلے یہ بتاؤ تم کیوں آئے تھے؟ اس نے ندامت میں غلطاں ہوکر جواب دیا، بس یونہی فیوض وبرکات حاصل کرنے کی غرض سے آیا تھا۔ آپ نے فرمایا سچ سچ بتاؤ، جو بات دل میں ہے اسے صاف صاف ظاہر کردینے میں مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ تم حقیقت کے اظہار میں شرمندگی مت کرو...... وہ بیچارا سوچنے لگا دل کی بات پر آگاہ ہوجانا کسی ولی اللہ ہی کا کام ہوسکتا ہے اور ڈرتے ہوئے صرف اتنا ہی کہہ سکا ''حضور میں نے آپ کی ولایت کی بہت شہرت سنی تھی خیال آیا کہ دیکھیں کیسے ولی ہیں، اگر کرامت دیکھیں گے تو ان کے دست حق پر مرید ہوجائیں گے۔ آپ کی خدمت میں اتنے دن رہا، ہر جگہ آپ کی معیت میں رہا، رات کی تاریکی میں بھی اور دن کے اجالے میں بھی، مگر کسی موقع پر کوئی کرامت دیکھنے کو نہ ملی اس لیے اپنی نیت بیعت کو دل کے نہاں خانے میں چھپائے لیے جارہا ہوں۔ حضرت نے فرمایا...... ''یہ بتاؤ اس مدت میں سنت رسول سے ہٹ کر کوئی کام کرتے بھی دیکھا ہے'' اس نے عرض کیا، نہیں۔ سنت رسول تو رگ رگ میں پیوست ہے کبھی سنت کو چھوڑتے نہ پایا...... جنید بغدادی قدس سرہ نے فرمایا ''میرے مہمان! سمندر کی سطح پر چلنا اگر کمال ہوتا تو مچھلیوں کو زیادہ کمال والا ہونا چاہیے کہ وہ اس پر تیرتی رہتی ہیں، اگر ہوا میں اڑنا کمال ہوتا تو پرندہ کو بہت بڑا کمال والا ہونا چاہیے۔ سنو! انسان کا پانی پر چلنا اور ہوا میں اڑنا کرامت نہیں۔ کرامت تو یہ ہے کہ آدمی اپنا حال احکام اسلام کے تابع بنالے، اور اپنی زندگی کو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیروکار بنالے اصل کرامت یہی ہے۔ اگر یہ ہے تو سب کرامت کرامت ہے ورنہ سب فریب وفضول ہے۔ اتنا سننا تھا کہ وہ شخص ایک مرتبہ تڑپا' آپ کے قدموں سے لپٹ گیا، ہمیشہ کے لیے آپ کی

غلامی کا طوق گردن میں پہن لیا اور مرید ہو کر آپ کے جانثاروں کی فہرست میں نام لکھوالیا۔

اس واقعہ سے اظہر من الشمس ہو گیا کہ اصل کرامت استقامت و پیروی شریعت ہے۔ اگر یہ ہے تو خرق عادت والی کرامت معتبر ہو گی، ورنہ نہیں۔

اسی لیے گذشتہ اوراق میں میں نے عرض کیا تھا کہ استقامت کرامت پر فوقیت رکھتی ہے اور اسی لیے اولیا کو حکم ہے کہ کرامتوں کے پیچھے نہ جائیں۔

مقبول بارگاہ رسول حضرت سید میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ سبع سنابل شریف میں طریقت کے لحاظ سے پیر بننے کے لیے شرائط منضبط کرتے ہوئے رقمطراز ہیں ''دسویں شرط یہ ہے کہ کشف و کرامتوں کا متوالا نہ ہو بلکہ استقامت کا شیدائی ہو اس لیے کہ خلافِ عادت امور اور کشف تو بے دینوں سے بھی ظاہر ہو جاتا ہے اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ ''اَلاِسْتِقَامَةُ فَوْقَ الْکَرَامَةِ'' حق پر ثابت قدم رہنا کرامت سے بڑھ کر ہے۔''

ان سطور کی روشنی میں اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ وہ خرق عادت فعل جو ایک اللہ کے ولی اور مقرب بارگاہ سے صدور میں آئے یعنی ایسے شخص سے رونما ہو جو اللہ و رسول جل وعلا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شیدائی و متبع شریعت و پیکر استقامت ہو وہ یقیناً قابل قبول ولائق ستائش اور قدرتِ خداوندی کا ظہور ہے کہ خدائے ذوالجلال ہی کی قوت کی جلوہ سامانیاں ہوتی ہیں اور لاریب وہ کرامت ہی ہے نہ کہ استدراج۔ جیسے مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ارشاد فرمایا ''بخدا میں نے جسمانی قوت سے در خیبر نہیں اکھاڑا بلکہ یہ قوت ربانیہ کی جلوہ سامانیاں تھیں۔[۴۲]

اور جیسے ہمارے آقا محبوب سبحانی، غوث صمدانی، قطب ربانی، سیدنا الشیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ السامی کی ذات گرامی کہ آپ سراپا قدرت نما اور مظہر قدرت خداوندی ہیں کہ جتنی کرامتیں آپ سے وجود میں آئیں کسی اور سے نہیں، جن کے شواہد کے لیے بہجۃ الاسرار اور قلائد الجواہر کافی ہیں۔

---

[۴۲] جامع کرامات اولیا، ص: ۱۰۵ مصنفہ علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی، مترجم محمد ذاکر شاہ چشتی۔

## کرامت کا ظہور ولی کی صداقت پر دال ہے

صدور کرامت اگر چہ ولایت کے پرکھنے کی دلیل نہیں لیکن یہ ثابت و مسلم ہے کہ متبع شریعت اور صلاح حال والے سے اس کا ظہور اس امر پر دال ہے کہ وہ اپنے احوال میں بامراد و صادق ہے کیونکہ کرامت تو ولایت کی خوشبو ہے...... امام قشیری نے رسالہ قشیریہ میں لکھا ہے:

''کرامت کا ظہور اس بات کی صداقت کی بین دلیل ہے کہ جس ولی سے کرامت ظاہر ہوتی ہے وہ اپنے احوال میں صادق ہے، جو صادق نہیں ہوتا اس سے ایسی کرامت کا ظہور نہیں ہوتا۔ اور امام ابو بکر بن فورک رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ معجزات صدق کی دلیل ہیں، ہاں اگر یہ دلیل پیش کرنے والا نبوت کا داعی (دعوی کرنے والا) ہو تو معجزہ اس کے قول وارشاد کے سچا ہونے کی دلیل ہے اور اگر یہ داعی ولایت کی طرف اشارہ کرے تو یہ معجزہ وخارق عادت بات اس کے حال کی صداقت کی دلیل ہے۔ پھر ہم اسے کرامت کہیں گے معجزہ نہیں کہیں گے۔''۵؎

حضرت شرف الدین احمد یحیٰ منیری مخدوم بہاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس مقام ولایت پر اچھی اور نفیس بحث کی ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں:

''تمہیں معلوم ہو کہ اہل سنت و جماعت کے فقہائے امت اور اہل معرفت کا اجماع ہے کہ کرامت کا صدور اولیاء اللہ سے جائز ہے اگر چہ وہ حد معجزات تک کیوں نہ پہنچ جائے۔''۶؎

''سنو! خداوند تعالی نے ولیوں کو اپنی دوستی اور ولایت کے لیے منتخب کر لیا ہے اور یہی ولی اللہ تعالی کے ملک کے والی ہیں اور مقبول بندے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے افعال کا اظہار اس عالم میں انہیں کے ذریعہ اور واسطے سے کرتا ہے اور انہیں طرح طرح کی کرامتوں کے ساتھ مخصوص کر لیتا ہے اور طبعی بلا وآفات سے انہیں پاک کر کے نفس کی اتباع سے آزاد کر دیتا ہے

---

۵؎ جامع کرامات اولیاء مصنفہ علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی بیروت مترجم ذاکر شاہ چشتی ص: ۱۲۳
۶؎ مکتوبات صدی مترجم: ۱۰۴۔ ناشر مکتبہ شرف بیت الشرف خانقاہ معظم بہار شریف نالندہ۔

اب سنو! خداوند تعالیٰ نے بارگاہ نبوت کے دلائل کو آج بھی باقی رکھا ہے اور ان دلائل کے اظہار کے لیے اولیاء ہی کی ذاتِ بابرکات کو سبب ٹھہرایا ہے اور ان کو اس عالم کا حکمراں بنایا ہے۔ آسمان سے بارش انہیں کے قدم کی برکت سے ہوتی ہے۔ انہیں کے احوال پاکیزہ کا فیض ہے کہ نباتات زمین سے اگتے ہیں، کفار پر فتح ونصرت مسلمانوں کو انہیں کی بدولت ہوتی ہے"۔ ۷۷

بہر صورت عند الشرع کرامت کو ایک اہمیت حاصل ہے کہ عارف کے لیے محبت کے درجۂ کمال پر پہنچنے کی علامت ہے۔ چنانچہ خواجہ معین الدین حسن سنجری اجمیری قدس سرہ فرماتے ہیں: "اور محبت میں عارف کا درجۂ کمال یہ ہے کہ اگر کوئی اس کے مقابلہ پر دعوی کر کے آئے تو وہ اپنی قوت کرامت سے اسے گرفتار کر لے۔" (اخبار الاخیار مترجم صفحہ ۵۷)

واضح رہے کہ علما نے کرامت کی چند شکلیں بتائی ہیں۔ ولی کے مستجاب الدعوات ہونے کے سبب دعا کا قبول ہونا، بغیر کسی سبب ظاہر کے اللہ کی طرف سے کھانے پینے کا سامان فراہم ہو جانا، اور خداداد طاقت حاصل ہو جانا، مختصر سے وقت میں دور کا سفر طے کر لینا، دشمن کے ہتھکنڈوں سے نجات پانا یا اپنے عقیدت کیشوں کو عطا کرنا، مخلوقات خدا کی فریادرسی کرنا، صورت متشکل کر کے قضائے حاجات کا کام کرنا اور کشف کی طاقت کا ملنا وغیرہ۔ ہم انشاء اللہ ان تمام اشکال سے تصریحاً یا کنایۃً ضرور بحث کریں گے۔

اس تمہید کے بعد آیئے مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کی کرامات کو پڑھ کر اپنے قلب وجگر کو سرور اور آنکھوں کو ٹھنڈک بہم پہنچایئے، پھر آپ خود اس نتیجے پر پہنچے بغیر نہیں رہ سکتے کہ تاجدار اہل سنت ولایت وکرامت کے وہ آفتاب وماہتاب ہیں جس سے دنیا جگمگا اٹھی اور جس کی خوشبو نے کام ودہن کو معطر کیا اور بیشمار دلوں کو مسخر کیا۔

## مفتی اعظم کے چہرے کی وجاہت بجائے خود کرامت

ولی کی تعریف عرفاء نے یہ بھی کی ہے کہ "جس کے دیکھنے سے خدا یاد آ جائے" ۷۸ تاجدار

---

۷۷ حوالہ مذکورہ۔ ص ۹۰۔۹۱۔ ملتقطاً۔ ۷۸ یہ تعریف حدیث میں بھی وارد ہے۔

اہل سنت حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کو وفور علم وحسن عمل کے ساتھ ساتھ چہرے کی وجاہت اور دلکشی ورعنائی قدرت کی طرف سے ایسی ملی تھی جس کی زیارت کے بعد خدایاد آجاتا تھا۔قلوب کھنچے جاتے تھے،اصحابِ دل دیکھنے کو ٹوٹے پڑتے،زبان پکار اٹھتی 'یہ کسی جھوٹے کا چہرے نہیں ہوسکتا'۔یہ وہ خوبیاں ہیں جو بجائے خود کرامت اور خاصان خدا کا خاصہ ہے اور جو روحانیت وبزرگی کے حصول کے بعد ہی جلوہ ریز ہوتی ہیں......قدرت کی نقاشی اور جلوہائے یار کا معاملہ یہ ہے کہ حقیقت شناس کی زبان بول پڑتی ہے۔

''میں یہاں کسی جوان العمر شخصیت کی دلکشی کا ذکر بھی نہیں کررہا ہوں۔میں تو ایک ایسی شخصیت کا ذکر کررہا ہوں جس میں یہ دل آویزی ، یہ جمال اور یہ دل کشی اس کی روحانیت وبزرگی نے پیدا کی تھی...... جب دیکھا تو یہ ان کی شخصیت کی دلکشی ہی تھی جس نے مجھے اپنی طرف کھینچ لیا۔زندگی میں انہیں سیکڑوں بار دیکھا اور مختلف حالتوں میں دیکھا مگر جب دیکھا جمال، وقار، حسن اور دلکشی کا مرقع دیکھا اور جس حال میں دیکھا ان کی ہر ادا دل کو بھاتی رہی...... مالا گلاب کی ہو یا گیندے کی مجھے کبھی نہیں بھائی، اگرچہ خود بھی پہنا اور لوگوں کو بھی پہنے ہوئے دیکھا۔مگر حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کے گلے میں سرخ گلاب کی مالا ایسا زیب دیتی تھی کہ بار بار جی چاہا کہ ایک مالا خرید کر میں بھی گلے میں ڈال دوں، پھولوں کے ہجوم میں آپ کا چہرہ خود ایک پھول نظر آتا تھا۔قامت کی دلکشی ، ناک نقشہ اور چہرہ مہرہ کی دلربائی ، رنگ وروغن کے حسن ، اعضا کی موزونیت ، عادات و اطوار کی لطافت اور شخصیت کی دلآویزی کے بارے میں اگر کسی جوان العمر انسان کا ذکر کیا جائے تو بات قرین قیاس ہے۔لیکن یہاں ایک ایسے شخص کا ذکر ہے جو عمر کی اسی (۸۰) منزلیں طے کرچکا ہے، سارے بال سفید ہوگئے تھے، قامت کا وہ تناؤ جو جوان کے ساتھ مخصوص ہے ختم ہوچکا تھا اور جسم کی کھال کہیں کہیں سکڑی معلوم ہوتی تھی، ان سب کے باوجود حال یہ تھا کہ جس راستے سے گذر جائیں دیکھنے والوں کی بھیڑ لگ جائے، جس محفل میں بیٹھ جائیں لوگ ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے رہ جائیں، جس سے مصافحہ کرلیں وہ اسے اپنی سعادت تصور کرے۔

ایک دفعہ کلکتہ سے واپسی میں ہوڑہ اسٹیشن پر حضرت کا ساتھ ہو گیا۔ کچھ لوگ پہنچانے کے لیے بھی آئے تھے۔ گاڑی میں ابھی دیر تھی اور بنچیں ساری بھر گئی تھیں، اس لیے زمین پر ہی حضرت کے لیے فرش بچھا دیا گیا۔ پھر کیا تھا، سینکڑوں مسلموں اور غیر مسلموں نے آپ کو گھیر لیا، نہ کبھی کی دید نہ شنید، نہ تعارف، مگر ہر انجان جاننے کی کوشش کر رہا ہے کہ کون بزرگ ہیں؟ کہاں کے رہنے والے ہیں؟؟ کہاں آئے ہیں اور کہاں جائیں گے؟۔

میں کہوں گا عرس کی تقریب میں تو اس قبول عام کی وجہ عقیدت مندوں اور مریدوں کی معرفت تھی، ہوڑہ اسٹیشن پر انجانوں میں اس قبول عام کا سبب آپ کی پر کشش شخصیت کے علاوہ اور کونسی چیز تھی، سراپا پر نظر پڑ گئی اور جم کر رہ گئی، قدم رک گئے اور دل بے اختیار کھلنے لگے۔" ۸ے کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

صداقت ہو تو دل سینے سے کھنچنے لگتے ہیں واعظ
حقیقت خود کو منوا لیتی ہے مانی نہیں جاتی

## صورت دیکھ کر ایک غیر مسلم کا اسلام قبول کرنا

ایک مرتبہ آپ ناگپور جلسہ میں شرکت کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ کا شہرہ سن کر دور دور سے لوگ آپ کی زیارت کو آئے۔ بعض غیر مسلم بھی پہنچے۔ جلسہ اپنے وقت پر شروع ہوا اور حضور مفتی اعظم ہند جلسہ گاہ میں آ کر بیٹھ گئے۔ معلوم نہیں ایک غیر مسلم کو مفتی اعظم کے اندر کون سی چیز نظر آئی، آپ کے جمال جہاں آرا چہرۂ پرانوار پر نظر پڑی اور پڑی کی پڑی رہ گئی۔ دل کی دنیا بدل گئی۔ اب تو ایک خدا رسیدہ کی صورت دیکھ کر اسلام کی طرف اس کا دل کھنچا جا رہا تھا۔ ولی کامل کے چہرہ کی دلکشی اور روحانیت کے پرتوِ جمیل میں ایسا کھویا کہ محو ہو کر رہ گیا۔ دل نے بے ساختگی میں کہا یہ چہرہ کسی جھوٹے کا نہیں ہو سکتا اور زبان نے قابو پایا تو صرف اتنا نکل سکا "بھائی یہ چہرہ بڑا خوبصورت لگتا ہے" اور جیسے ہی جلسہ ختم ہوا آپ کے قدموں پر گرا اور کلمہ پڑھ کر مشرف باسلام ہو گیا۔ حضرت نے خود اس خوش بخت کا نام غلام

۸ے از بحر العلوم مفتی عبد المنان صاحب اعظمی، مقالہ مفتی اعظم کا تقویٰ اور متشرع زندگی، ملخصاً۔

محی الدین رکھ دیا۔

تیری صورت دیکھ کر مجھ کو خدا یاد آ گیا
اس سے ظاہر ہے تیری شان ولایت السلام

☆

ہم نشین تو نے کہیں تو انہیں دیکھا ہو گا
چاندنی جیسا بدن، چاند سا چہرہ ہو گا

یہاں بڑے پتے کی بات کہہ گئے حضرت علامہ ارشدالقادری صاحب علیہ الرحمۃ۔

’’آج کے دور میں ان کا کوئی مماثل نظر سے نہیں گذرا۔ ان کی پرنور صورت حقانیت و صداقت کی ایک ایسی روشن کتاب تھی جسے پڑھ لینے کے بعد دلوں کے دروازے خود بخود کھل جاتے تھے۔

وہ علم وعرفان کا ایک ناپیدا کنار سمندر تھے جس کی خاموشی سے اس کی گہرائی کا پتہ چلتا تھا۔ وہ اسلام وسنت کا ایک مہکتا ہوا گلشن تھے۔ جدھر سے گذرے فضا معطر ہوگئی۔ وہ کفر و نفاق کی سیاہ راتوں کے لیے ارشاد وہدایت کا سپیدۂ سحر تھے۔ دلوں کے آفاق پر جب وہ طلوع ہوئے فکر واعتقاد کی تاریک وادیوں میں صبح قیامت کا اجالا پھیل گیا۔ جسے چھو دیا شفا مل گئی۔ دعا دی تو مقدر سنور گیا، جہاں قدم رکھا بہار آ گئی۔ جس جگہ بیٹھ گئے میلہ لگ گیا۔ ادھر نگاہ التفات اٹھی ادھر مشکلات کی گرہ کھلی، ادھر مسکرا کر دیکھا ادھر کامرانیوں کا سویرا ہوا۔‘‘

تم نے ہر ذرہ میں برپا کر دیے طوفان شوق
اک تبسم اس قدر جلوؤں کی طغیانی کے ساتھ؟

## آپ کے نائب غوث اعظم ہونے پر غوث اعظم کی شہادت

حضور مفتی اعظم قدس سرہ کو کاملین وقت ائمہ فحول اور علماء اصول نے جہاں اور خطابات والقاب دیے ہیں وہیں آپ کو غوث زمن اور شبیہہ غوث اعظم سے بھی یاد کیا ہے۔ راقم بہت دنوں تک اس تشویش میں رہا کہ بڑے بڑے اکابر نے جو آپ کو غوث زمن اور

شبیہ غوث اعظم کا خطاب دیا اور اس لقب سے خاص طور پر یاد کیے جاتے ہیں آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ تاریخ کی ورق گردانی کے بعد بفضلہ تعالیٰ اس تشویش کی عقدہ کشائی ہو گئی...... ایک طرف آپ کی اتباع شریعت کے بے شمار واقعات پر نظر گئی تو دوسری طرف آپ سے معرض وجود میں آنے والی صدہا کرامات وخوارق پر نگاہیں مرکوز ہو کر رہ گئیں۔ پھر دیکھا کہ ایک غوث وقت کے ذمے جو کام سپرد ہوتے ہیں وہ آپ اپنے وقت پر پورے طور پر انجام دیتے نظر آتے ہیں حتیٰ کہ دلوں پر آپ کی حکمرانی ہے۔ ان تمام سے قطع نظر خود حضرت سیدنا وماوانا وملجانا غوث اعظم محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ السامی نے آپ کو اپنا نائب فرمایا ہے۔ اس لیے ذہن ودماغ اور قلب وجگر کو یہ فیصلہ کرتے دیر نہ لگی کہ تاجدار اہل سنت مفتی اعظم غوث زمن بھی ہیں اور نائب غوث اعظم بھی بلکہ سراپا شبیہ غوث اعظم ......اس کا ثبوت الحاج حافظ نواب رحمت نبی خاں بریلی (ساکن کملا نہرو پارک مارگ سول لائن بریلی) کی زبانی سنیے:

مجھے مدتوں سے ایک شیخ کامل کی تلاش تھی متعدد خانقاہوں اور مقامات مقدسہ کی زیارت کو گیا لیکن کہیں دل جم نہ سکا۔ خواہش تھی کہ مرشد طریقت بھی قادری سلسلہ کا ہونا چاہیے۔ اس لیے تلاش شیخ میں بیقرار ہو کر بغداد معلیٰ پہنچا تاکہ وہاں کے سجادہ نشین سے بیعت ہو جاؤں مگر عقیدت کیش مسافر کو جس طرح کے رہنما اور راہبر کی ضرورت تھی وہ یہاں بھی میسر نہ آسکا اور دل مطمئن نہ ہوا اور جب اضطراب دل حد سے سوا ہوا تو محبوب سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالی عنہ نے خواب میرے مچلتے ارمانوں کو قرار بخشا اور ہونے والے مرشد کامل کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ "جاؤ ان سے بیعت ہو جاؤ یہ میرے نائب ہیں" چنانچہ ۱۹/ذوالحجہ ۱۳۸۵ھ کو میں نے حضرت مفتی اعظم کی بارگاہ میں حاضری دی اور بیعت وارادت کا شرف حاصل کیا۔

اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد مولینا یٰسین اختر صاحب لکھتے ہیں۔

"یہ سچا واقعہ جناب نواب رحمت نبی خان نے رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ میں جبکہ خانقاہ

رضویہ بریلی سے ان کے دولت کدہ پر حاضر ہوا تو بتایا اوراسے نواب موصوف نے اپنی کتاب میں تحریر فرمادیا ہے"۔ ۹ے

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا ہر مدگی کے واسطے دارورسن کہاں؟

اندر دیار ہند کے بودے جز تو و لیے صاحب عزمے

نائب غوث اعظم توئی بس، اکمل وافضل، اشرف واکرم

## آپ کے شبیہ غوث اعظم ہونے پر شہادت

تاجدار اہل سنت سیدنا مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کے چہرۂ انور اور رخ زیبا کو دیکھنے والے اور خواب میں سیدنا غوث اعظم کے جمال جہاں آرا سے مشرف ہونے والے خوش بختوں نے بیان کیا ہے کہ مفتی اعظم شبیہ غوث اعظم ہیں اورآپ کے سراپا پرتو وعکسِ جمیل۔چنانچہ:

''الٰہ آباد کے حاجی تقی ،کراچی سے پینسٹھ سال کی عمر میں فریضۂ حج ادا کرنے گئے تو وہاں کی پرنور فضاؤں میں انہیں اپنے شیخ مکرم (مفتی اعظم ) کا چہرۂ پرنور قدم قدم پر یاد آیا۔ مناسک حج ادا کرتے ہوئے شیخ مکرم کی ہدایتیں ذہن پرابھرتی چلی جارہی تھیں۔مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو روضۂ رسول کریم پر صلاۃ وسلام پیش کرنے کے بعد سب سے پہلے درخواست یہی کی'' آپ کی محبت کو جس نے میرا ایمان کامل بنادیا ہے ان کی زیارت کو آنکھیں ترس رہی ہیں'' اگران کی زیارت ہوجائے تو ان سے آپ کے جلوؤں کی بھی بھیک مانگ لوں۔اس دعا کے بعد تمام دعائیں اشکوں میں ڈھل گئیں۔

مسجد نبوی سے عصر کی نماز پڑھ کر حاجی تقی نکلے تو دیکھا مفتی اعظم سامنے سے چلے آرہے ہیں۔دوڑ کر ان کی دست بوسی کی ،معانقے سے سرفراز ہوئے تو آپ نے فرمایا ''مسجد میں چلو، یہ وقت باہر جانے کا نہیں ہے'' مسجد میں ایک جگہ قبلہ رو بیٹھ کر حاجی تقی سے کہا'' آنکھیں بند کرلو تا کہ دیدۂ باطن کھل جائے'' حاجی تقی نے حکم کی تعمیل کی تو دیکھا کہ بغداد شریف میں غوث اعظم کے مزارِ اقدس کے سامنے موجود ہیں۔ابھی مزار غوث اعظم کو

---

۹ے تین برگزیدہ شخصیتیں ص:۱۳۰

عقیدت ومحبت سے دیکھ ہی رہے تھے کہ غوث اعظم مزار سے باہر تشریف لائے۔ حاجی تقی نے بڑھ کر قدم بوسی کرنی چاہی تو سرکار بغداد نے ان کا ہاتھ تھام لیا اور کہا، ''مصطفیٰ رضا کے لاڈلے، آ! میں تجھے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لے چلوں'' دوسرے لمحے میں ہم ایک عالی شان دربار میں تھے۔ ہر طرف انوار وتجلیات کی بارش ہو رہی تھی۔ صف بہ صف صحابہ کبار بیٹھے تھے اور شہ نشین پر آفتاب ہدایت اپنی جمالی تجلیات کے ساتھ رونق افروز تھے۔ حاجی تقی نے کچھ دیر تک سرکار کے جمال جہاں آرا سے کسب نور کیا اور پھر شدت جذبات میں یارسول اللہ کا ایک بلند بانگ نعرہ لگایا اور اس نعرہ کے ساتھ جگمگاتا ہوا منظر آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ اپنے اطراف میں بیٹھے ہوئے لوگوں کا احتجاج سنا۔ کوئی کہہ رہا تھا کہ ''جذبات پر قابو رکھ'' کوئی کہہ رہا تھا کہ دوسرں کے معمولات میں کیوں رخنہ ڈالتے ہو۔ کسی نے کہا یہ کلمہ شرک ہے (معاذ اللہ) اور حاجی تقی دعا کرنے لگے ''میرا نور بصیرت عام کر دے''۔

حاجی تقی کو شیخ مکرم کا خیال آیا تو آنکھیں کھول کر پہلو میں دیکھا۔ جہاں بیٹھ کر آپ نے حاجی تقی کو آنکھیں بند کرنے کا حکم دیا تھا مگر شیخ مکرم کو وہاں نہ پا کر ہر بات ان کی سمجھ میں آگئی۔ سرکار مدینہ کا کرم ہو چکا تھا، جو تمنا کی تھی وہ پوری کر دی گئی تھی۔ مگر حاجی تقی یہ بات بر بنائے مشاہدہ بڑے وثوق سے کہتے تھے کہ جس نے غوث اعظم کو نہ دیکھا ہو شہزادۂ اعلیٰ حضرت کو دیکھ لے۔ ان دونوں میں ایسی کامل مشابہت ہے کہ جیسے کسی صورت کی اپنی عکسِ آئینہ سے ہوتی ہے۔'' ۸۰ے

ان کی عظمت کا پوچھنا ہی کیا

صورۂ غوث، سیرت میں رضا

دیکھ کر شکل مفتی اعظم　　غوث اعظم کی یاد آتی ہے

اس واقعہ سے مفتی اعظم شبیہ محی الدین جیلانی، سیدنا مصطفیٰ رضا خان بریلوی کی سرکار غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا میں رسائی اور قدر ومنزلت کا اندازہ بھی کیا جا سکتا

۸۰ے جناب وقار صدیقی، مقالہ ''ماہ رضا''

ہے خصوصاً اس جملہ سے ''مصطفیٰ رضا کے لاڈلے آ! میں تجھے الخ

مفتی اعظم کے شبیہ غوث اعظم ہونے پر الحاج مولانا قاری امانت رسول صاحب پیلی بھیتی کا ذیل کا تبصرہ خاص طور سے قابل اخذ ودلچسپی ہے۔

''دنیا والوں نے اپنی نگاہوں سے دیکھ لیا کہ جو کچھ بھی قطب عالم روشن ضمیر فرزند غوث اعظم دستگیر سید شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی نے حضور مفتی اعظم کی پیدائش و بیعت کے وقت پیش گوئی فرمائی تھی وہ حرف بحرف بالکل صحیح ثابت ہوئی۔ سیدنا نوری میاں صاحب مارہروی نے حضرت مفتی اعظم ہند سرکار کا اسم شریف محی الدین جیلانی رکھا، میں نے اکثر مشائخ سے یہ سنا کہ انہوں نے خواب میں دیکھ کر کہا...... سیدی نوری میاں نے تو حضرت کی پیدائش پر یہ نام پاک رکھا تھا، ان کی نگاہ ولایت تو اسی وقت دیکھ رہی تھی کہ یہ بچہ نائب غوث اعظم تو ہوگا ہی لیکن ہم شبیہ غوث اعظم بھی ہوگا اسی لیے تو محی الدین جیلانی نام مبارک رکھا۔ [۸۱]

محی الدین جیلانی کہا نوری میاں نے یوں
تھے غوث پاک کے ہم شکل وصورت مفتی اعظم

## آپ سے مرید ہونا غوث اعظم کے ہاتھ میں ہاتھ دینا ہے

مشائخ رضویہ قادریہ کی عادت کریمہ ہے کہ مرید کراتے وقت گناہوں سے توبہ و استغفار کرانے اور آئندہ عمل صالح کی بجا آوری کا وعدہ لینے کے بعد مرید سے یہ اقرار کراتے ہیں کہ میں نے غوث اعظم پیران پیر دستگیر سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی کے ہاتھ میں ہاتھ دیا۔ حضور مفتی اعظم کا بھی یہی معمول تھا جس کا صاف وصریح مطلب یہ ہے کہ آپ مرید کو غوث اعظم کے سپرد کر دیتے تھے اور آپ کے دست اقدس میں ہاتھ دینے والا غوث اعظم کے دست اطہر میں ہاتھ دیتا تھا جس کی تائید خود غوث اعظم نے فرمائی۔ راقم السطور سے ایک ذی قدر عالم نے یہ روایت کی کہ ایک مرتبہ حضور مفتی اعظم ایک شخص کو مرید کر رہے تھے۔ استغفار اور عہد و پیان لینے کے بعد فرمایا کہ کہو میں اپنا ہاتھ بڑے پیر سیدنا غوث

۸۱؎ جناب قاری امانت رسول صاحب مقالہ ''مفتی اعظم اور قطب مدینہ''۔

اعظم کے دست اقدس میں دیا۔ یہاں آکر وہ مرید رک گیا پھر حضرت نے وہی کلمات دہرائے۔ پھر اس نے خاموشی اختیار کی، تیسری مرتبہ پھر حضور مفتی اعظم نے ان کلمے کو کہنے کے لیے فرمایا تو مرید نے کہا کہ، حضور! میں نے تو آپ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا ہے اور آپ فرمارہے ہیں کہ غوث اعظم کے ہاتھ میں ہاتھ دیا۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے، یہ تو جھوٹ ہوگا۔ اتنا سننا تھا کہ حضور مفتی اعظم کو جلال آگیا اور اس کی طرف نگاہِ پُر جلال ڈالتے ہوئے فرمایا "بول، میں نے بڑے پیر غوث اعظم کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیا" اب تو یہ بے چارہ بالکل دہشت زدہ و سراسیمہ ہے، خوف و ہراس سے کانپ رہا ہے۔ اسی عالم میں بول پڑا "یقیناً میں نے بڑے پیر غوث اعظم کے دست اقدس میں اپنا ہاتھ دیا......"

میں نہیں کہہ سکتا کہ کس وجہ سے وہ مرید جو اصرار کے باوجود اس کلمہ کو زبان سے نکالنے کے لیے روادار نہ تھا اب اقرار کرنے پر مجبور ہوگیا لیکن اتنا ضرور ہے کہ پوچھنے والے نے پوچھا کہ کس بنا پر تم نے وہ جملہ ادا کردیا؟ تو یہی جواب دیا کہ چوتھی مرتبہ میں میں نے غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے سامنے جلوہ گر دیکھا اور اس طرح دیکھا کہ اگر وہ میں نہ کہتا تو حضور غوث اعظم مجھے ہلاکت کو پہنچادیتے اس طرح جلالی کیفیت میں نظر آرہے تھے۔

لے کر ہمارا ہاتھ دیا ان کے ہاتھ میں
کتنے قریں ہیں حضرت غوث الوریٰ کے آپ

اہل علم کو معلوم ہے کہ ہمارے سرکار غوثیت مآب سیدنا عبد القادر قدس سرہ سے جتنی کرامتیں ضیابار ہوئیں اس قدر کسی اور سے شاید و باید ہی وجود پذیر ہوئیں۔ گذشتہ شواہد سے یہ ثابت ہوچکا کہ تاجدار اہل سنت سیدنا مفتی اعظم سرکار غوث الوریٰ کے نائب، شبیہ و ہم شکل اور مظہر کامل ہیں۔ اس لیے آپ نے اپنے نائب و شبیہ کو وہ وہ کرامتیں عطا کیں جنھیں دیکھ کر عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں اور ایک صاحب بصیرت انسان کہنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ "غوث اعظم کی نسبت کامل ہی کا یہ اعجاز و کرشمہ ہے کہ حضرت مفتی اعظم ہند سے بے شمار کرامات کا ظہور ہوا مگر آپ کی حیات طیبہ خود بھی ایک کرامت۔ "

## دلوں کے خطرات اور مفتی اعظم کا کشف

مفتی اعظم ان صاحب کشف اولیاء میں سے ہیں جو دلوں کے خطرات کی بھی خبر رکھتے تھے۔ کیا مجال کہ کوئی شخص آپ کے سامنے ہو کر کچھ خیال کرے اور آپ کو اطلاع نہ ہو۔ محب محترم مولینا قاری فضل حق صاحب مصباحی نے آج سے چند ماہ قبل راقم سے بتایا کہ میری شروع سے عادت ہے کہ کسی بزرگ کو تسلیم کرنے میں جلدی نہیں کرتا۔ حضور مفتی اعظم ہند کے بارے میں بھی میرا یہ وہم تھا کہ شاید وہ بڑے باپ کے بیٹے ہیں اس لیے لوگ ان کی اتنی قدر وعزت کرتے ہیں لیکن اس وقت ان کی ولایت و بزرگی کا سکہ میرے دل میں بیٹھ گیا جب ان کی خدمت کرنے کا موقع نصیب ہوا۔

اشرفیہ مبارکپور میں میرا طالب علمی کا زمانہ تھا، حضور مفتی اعظم ہند کچھوچھہ مقدسہ تشریف لے گئے میں بھی پہنچا۔ ازدہام کثیر تھا تل رکھنے کی جگہ نہیں تھی۔ بھیڑ چھٹنے کے بعد اس کمرے میں داخل ہوا جس میں آپ آرام فرما تھے۔ چند طالب علم اور بھی تھے جو آپ کی خدمت میں مشغول تھے میں بھی خدمت کرنے لگا۔ کچھ دیر کے بعد میرے دل میں یہ خطرہ گذرا کہ ان لوگوں کے سبب میں بھی شرما حضوری میں خوب پھنسا، نیند ستارہی ہے اجازت ملتی تو جا کر سو جاتا۔ کہتے ہیں یہ خیال آنا تھا کہ حضور مفتی اعظم نے فرمایا: ''مولوی صاحب! بس کیجیے، جا کر سو جایئے، آپ کو نیند آرہی ہے۔ اتنا سننا تھا کہ میں سہم گیا کہ بیکار دل میں یہ وہم لایا، کاش میں ایسا نہ سوچتا اور حال یہ ہوا کہ ''کاٹو تو خون نہیں''۔ ناچار پھر خدمت کرنے لگا۔ حضرت نے دوبارہ وہی جملہ فرمایا......

اس کے بعد تو میرے دل میں حضرت کی محبت وعقیدت اور راسخ ہوتی گئی حتی کہ ایک مرتبہ ایک جلسہ کی دعوت دیکر، یہاں جمشید پور بذریعہ کار لایا اور دست حق پرست پر بیعت ہو گیا۔ دل نے فیصلہ کیا کہ اصحاب عقل وخرد کا یہ ہنگامۂ شوق اور عقیدت ومحبت کا طوفان یونہی نہیں ہے بلکہ جس کی طرف قلوب انسانی جھکتے جارہے ہیں وہ اپنے اندر بہت کمال رکھتا ہے اور کشف کا تاجدار ہے۔

دل کو تھاما ان کا دامن تھام کے
میرے دونوں ہاتھ نکلے کام کے

## کشف وکرامت کی دوسری مثال

کشف کا صرف یہی ایک واقعہ نہیں بلکہ آپ کی زندگی اور تاریخ پڑھنے والے مکاشفات وکرامات کے صدیوں امثال قلوب واذہان میں بسائے ہوئے ہیں۔ یہاں ان کا احصاء واحاطہ مقصود نہیں بلکہ اصل راویوں کے حوالے سے صرف جھلکیاں دکھادینا ہے۔

مفتی بے بدل قاضی عبدالرحیم صاحب مفتی دارالعلوم منظر الاسلام بریلی آپ کی ولایت وروشن ضمیری کے سلسلہ میں آپ بیتی واقعہ بیان فرماتے ہیں۔

''ناگپور کے ایک سفر میں خدمت کفش برداری کا شرف حاصل ہوا۔ پروگرام کی کثرت اور خدمت دین میں انہماک کے سبب بہت کم وقت ملتا تھا اس سبب سے میں اپنے معمولات کو روزانہ پورا نہ کر پاتا تھا اور معمولات میں ناغہ ہوجاتا تھا جس کے سبب طبیعت کو تکدر رہتا۔ غالباً تلیگاؤں سے آروی کے لیے بذریعہ کار روانگی ہوئی، جمعہ کی نماز آروی میں پڑھنے کا پروگرام ہوا۔ حضرت قبلہ (مفتی اعظم) کے پاس ہی بیٹھا ہوا اپنے دل میں خیال کررہا تھا کہ حضرت قبلہ کے ہمراہ یہ اچھا سفر ہوا کہ تمام معمولات چھوٹ گئے اور ناغہ ہوگیا۔ فوراً حضرت قبلہ میری جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا: پان دیجیے میں نے پان ڈبیا سے نکال کر پیش کیا۔ فرمایا: اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے مجھے تو ایک ہی وظیفہ بتایا تھا اور فرمایا تھا، ''جب کچھ نہ پڑھ سکو تو اس کو پڑھ لیا کرو، میں تو یہی کرتا ہوں'' میں فوراً سمجھ گیا کہ حضرت قبلہ کو میرے قلب پر اطلاع ہوگئی اور اسی خیال کا جواب ارشاد فرمار ہے ہیں ...... اس دن سے میں اور زیادہ باادب ومحتاط رہنے لگا۔ اس واقعہ کے بعد مجھے کلی طور پر اطمینان خاطر ہوگیا کیونکہ میں دعا کو روزانہ پڑھ لیا کرتا تھا''[۸۲]

---

ے غالباً وہ وظیفہ یہ ہے۔ فسبحان الله حين تمسون وحين تصبحون وله الحمد في السماوات والارض وعشياً وحين تظهرون يخرج الحي من الميت ويخرج الميت من الحي ويحي الارض بعد موتها وكذالك تخرجون ۔ ۸۲؎ استقامت مفتی اعظم نمبر مضمون مفتی عبدالرحیم صاحب۔

اس واقعہ نے آشکار کر دیا کہ تاجدار اہل سنت مفتی اعظم دل کے اسرار وکوائف پر آگاہی رکھتے تھے۔ اسی لیے اصحاب معرفت وطریقت نے لکھا ہے کہ ولی کی صفت تکوینی میں سے یہ ہے کہ آدمی نے اپنے دل کے راز کو ابھی ظاہر بھی نہ کیا کہ ولی اس سے آگاہ ہو جائے اور بتا دے۔ ساتھ ہی ولی کی نظر لوح وقلم پر ہوتی ہے۔ ایک مستند کتاب میں لکھا ہے کہ:

''جنید بغدادی رضی اللہ تعالی عنہ سے کسی نے سوال کیا عارف کون ہے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ جو آپ کے اسرار بتائے درآں حالیکہ آپ خاموش ہوں اور جو قلم کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اس ولی کی علامت یہ ہوتی ہے کہ جو بھید آپ دل میں کہتے ہیں اس کے صدور کے محل اور سبب وجود کو وہ پاتے جاتے ہیں۔''[۸۳]

## کشف کی تیسری مثال

بقیۃ السلف جانشین تاجدار اہل سنت علامہ اختر رضا ازہری میاں قبلہ دامت برکاتہم العالیہ ارشاد فرماتے ہیں:

''آخری عمر میں حضرت کا کشف بہت بڑھ گیا تھا اور میں نے سفر میں بھی اکثر حضرت کے کشف کا مشاہدہ کیا ہے۔ اپنے ہی ساتھ گذرا ہوا ایک کشف کا واقعہ بیان کر رہا ہوں:

''دارلعلوم امجدیہ ناگپور کے سنگ بنیاد کے موقع پر چندہ ہو رہا تھا، میں نے اپنا روپیہ اپنے بکس میں رکھ دیا تھا اب سوچا، اس وقت روپے ہوتے تو میں بھی اس میں کچھ حصہ لیتا۔ ابھی یہ خیال دل میں آیا ہی تھا کہ حضرت نے اپنی جیب سے دو سو روپے نکال کر دیا اور فرمایا: یہ اختر میاں کی طرف سے ہے، میں فوراً سمجھ گیا کہ حضرت کو بذریعہ کشف میرا خیال معلوم ہو گیا۔''[۸۴]

## گردن جھکائی اور شخص غائب کا حال بتا دیا

حضرت کے کشف اور مراقبہ کا عالم دیکھئے کہ غالباً ۱۳۹۷ھ کے عرس رضوی کا موقع تھا۔ ایک صاحب بہیڑی سے مفتی اعظم قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ

[۸۳] جامع کرامات اولیا۔ [۸۴] علامہ اختر رضا خاں ازہری حجاز جدید مفتی اعظم نمبر مضمون علم وفن کے دریائے ذخار

نے ان سے ارشاد فرمایا کہ فلاں صاحب نہیں آئے؟ ان صاحب نے جواب دیا کہ حضور اس سال وہ کسی الجھن میں مبتلا ہیں، حاضر نہیں ہوسکیں گے، معذرت عرض کی ہے۔ حضور مفتی اعظم ہند نے گردن جھکا کر سکوت اختیار کرلیا۔ چند منٹ بعد حضرت نے فرمایا، وہ حضرت بریلی کے بس اڈے (اسٹیشن) پر آگئے ہیں اور تھوڑی دیر بعد لوگوں نے دیکھا کہ واقعی وہ حاضر ہوئے اور دست بوسی کی۔ (حسب روایت مولینا سید محمد امین میاں مارہروی)

## غیر مسلم کے یہاں کی مٹھائی اور کشف

مسئلہ شرعی یہ ہے کہ کافر کے یہاں کی بنی ہوئی چیز کھانا جائز ہے مگر تقویٰ یہ ہے کہ اسے نہ کھایا جائے۔ مفتی اعظم ہند اس احتیاط و تقویٰ پر زندگی بھر کاربند رہے حتی کہ اگر کوئی اس طرح کا سامان پیش کرتا اور سمجھتا کہ لاعلمی میں حضرت تناول فرمالیں گے تو مفتی اعظم کی نگاہ کشف فوراً معلوم کرلیتی کہ یہ سامان کہاں کا ہے۔ اس طرح کے واقعات کئی جگہ رونما ہوئے۔ صرف ایک مثال یہاں ہدیۂ ناظرین ہے۔

ڈاکٹر محمد اسلم (علیگ) پیلی بھیتی بیان کرتے ہیں:

''مولینا محمد عباس اشرفی خطیب مسجد قریشیاں پیلی بھیت کا بیان ہے کہ ۱۹۶۸ء میں حضور مفتی اعظم جامع مسجد کھٹیما ضلع نینی تال تشریف لائے اور آپ کا قیام ناچیز کے حجرے میں ہوا ہم لوگوں نے بہترین مٹھائی نمکین اور چائے کا اہتمام کیا۔ حضور مفتی اعظم ہند نے صرف چائے نوش فرمائی جو ہم لوگوں کی بنائی ہوئی تھی اور مٹھائی اور نمکین کے بارے میں فرمایا یہ میرے کھانے کی نہیں۔ ہم لوگ فوراً سمجھ گئے کہ اس انکار کی وجہ یہ ہے کہ مٹھائی اور نمکین غیر مسلم کے یہاں سے آئی ہوئی تھی۔'' ۸۵

## مفتی اعظم کی نگاہ کشف اور جرأت ایمانی

۱۹۷۲ء کی بات ہے۔ حیدرآباد دکن کی مشہور خانقاہ یحییٰ مسکن قاضی ٹولہ میں حضور مفتی اعظم ہند تشریف فرما تھے۔ حیدرآبادی علماء و مشائخ بھی زینت محفل تھے۔ خانقاہ کے سجادہ

۸۵ تجلیات مفتی اعظم ص: ۶۵

نشین حضرت مولینا سید محمد قادری مرحوم ومغفور جن کا ابھی دو سال پہلے انتقال ہوا، ان کے کمرے میں یہ بھی حضرات رونق افروز تھے اور مختلف دینی اور علمی موضوعات پر آپس میں تبادلۂ خیال ہو رہا تھا۔

اب آگے جو واقعہ ذکر کیا جا رہا ہے تو اسے آپ توجہ وانہماک کے ساتھ سماعت فرمائیں۔ جس سے حضور مفتی اعظم کی جرأتِ حق گوئی بھی ثابت ہوتی ہے اور ترک نفسیات واحتساب نفس کا جذبہ بھی آشکار ہو کر سامنے آجاتا ہے جو تقوی کی اعلیٰ قسم ہے۔

محفل میں بیٹھے بیٹھے اچانک حضور مفتی اعظم کی نگاہ سامنے کی دیوار کی طرف اٹھی اور آپ نے ''اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ .لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ. لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' پڑھتے ہوئے سر نیچے جھکا لیا۔ چند ہی لمحات کے بعد پھر آپ نے نگاہ اٹھائی اور توبہ، توبہ، استغفر اللہ۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھتے ہوئے دوبارہ سر نیچے جھکالیا۔ حاضرین دم بخود تھے کہ آخر بار بار ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ سارے علماء ومشائخ بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کی نگاہ سے وہ کونسی چیز اوجھل ہے۔ جس کا حضور مفتی اعظم ہند مشاہدہ فرما رہے ہیں اور توبہ واستغفار فرما رہے ہیں۔

اسی عالم میں حضور مفتی اعظم کی آواز گونجتی ہے۔ کس نے اس کو لگایا ہے۔ اتارو پھینکو۔

اب جو دیکھا گیا تو اوپر طغریٰ آویزاں ہے، جس پر یہ شعر لکھا ہوا ہے۔

اچھے تو بخشے جائیں گنہگار منہ تکیں　　　اے رحمت خدا تجھے ایسا نہ چاہیے

آپ نے ارشاد فرمایا: ''رحمت خدا کے ساتھ ایسے نازیبا کلمات کا استعمال جائز نہیں۔ اس لیے صاحب خانہ (مولینا سید محمد قادری) اس سے توبہ کریں۔

حیدر آبادی تہذیب غالباً اس طرز عمل کو روا نہ رکھتی تھی، اس لیے وہاں کے علماو مشائخ اس جرأت حق گوئی کا ناخوشگوار اثر لے رہے تھے۔ چار و ناچار صاحب خانہ نے طغریٰ کو نیچے اتارا۔ پھر اپنی اس غلطی پر اظہار ندامت وپشیمانی کرتے ہوئے بارگاہ خداوندی میں توبہ بھی کی۔

اس پورے واقعہ کے دوران حیرت انگیز پہلو اس وقت سامنے آیا جب خود مفتی اعظم نے التماسا کہا ''آپ لوگ گواہ رہیں کہ میں بھی توبہ کرتا ہوں''۔حاضرین کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آخر اس وقت حضور مفتی اعظم سے کونسی غلطی سرزد ہوگئی جس سے وہ اپنے توبہ کا اظہار فرمارہے ہیں

اس وسوسہ کا ازالہ فرماتے ہوئے آپ نے فرمایا۔تحریر کا ادب چاہیے اور اس شعر میں چونکہ رحمت خدا کا لفظ بھی شامل ہے۔جس کا ادب ہر لحاظ سے ضروری ہے اور اس کے لیے میری زبان سے اتارو پھینکو کا جملہ نکل گیا ہے جو خلاف ادب ہے۔اس لیے آپ حضرات کو گواہ بنا کر میں بھی توبہ کرتا ہوں۔پھر فرمایا: لاالہ الا اللہ۔محمد رسول اللہ۔[۸۶]

ع ۔ نیچی نظریں کل کی خبریں

## صورت متشکل ہوکر کئی جگہ موجود

اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو اس مرتبہ پر فائز کرتا ہے کہ عالم مثال میں ان کی روحیں مجسم ہوکر مختلف شکلیں اختیار کرلیں، یا بیک وقت کئی جگہ موجود ہوں۔حضرت سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالی عنہ کی یہ کرامت مشہور انام وجاری برلسان ہے کہ آپ بیک وقت ستر مریدوں کے یہاں حاضر ہوئے اور افطار فرمایا، پھر دریافت کرنے پر فرمایا اس میں تعجب کیا ہے۔اس درخت کی طرف دیکھو مریدوں نے جب ادھر نظر اٹھائی تو دیکھا کہ ہر پتہ پر غوث اعظم ہیں۔رضی اللہ تعالی عنہ وارضاہ عنا۔

تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم چونکہ نائب غوث اعظم ہیں اس لیے قدرت نے اس قدرت نما غوث کے صدقے آپ کو بھی اس صفت کا مظہر بنایا جس کے ثبوت کے لیے ذیل کے واقعات شاہد عدل ہیں۔

شارح بخاری حضرت مفتی شریف الحق علیہ الرحمہ کی فیض رساں نوک قلم سے سنئے:

''ایک سال بریلی شریف کے ایک حاجی صاحب حج سے واپس آئے تو لوگوں سے

---

۸۶ بروایت مولانا مفتی مجیب اشرف اعظمی ثم ناگپوری صاحب۔تجلیات مفتی اعظم ص:۶۶۔۶۷۔

دریافت کیا کہ حضرت مفتی اعظم ہند کب حج کے لیے تشریف لے گئے تھے؟ اور واپس ہوئے یا نہیں؟ لوگوں نے انہیں بتایا کہ حضرت مفتی اعظم ہند امسال حج کے لیے نہیں گئے تھے۔ انہوں نے عید گاہ میں عید الاضحیٰ کی نماز پڑھائی ہے۔ ہم نے خود پڑھی ہے۔ سب حاضرین نے متفق اللفظ ہوکر یہی بتایا۔ انہوں نے حیرت سے کہا آپ لوگ کیسی باتیں کر رہے ہیں میں ان کو طواف کرتے دیکھا ہے۔ مسجد حرام میں، منیٰ میں، عرفات میں ان سے ملاقات کی ہے۔ مسجد نبوی مدینہ منورہ میں نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ مواجہۂ اقدس میں سلام عرض کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ یہ سن کر سارے حاضرین دم بخود رہ گئے۔ لیکن سب نے پھر یہی کہا کہ تمہیں دھوکہ ہوا ہوگا۔ حضرت امسال دولت کدہ ہی پر رہے، حج کے لیے نہیں گئے مگر پھر انہوں نے بتاکید کہا کہ دھوکہ کیسا میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ میں نے وہاں ان سے ملاقات کی ہے۔ ان کی دست بوسی کی ہے، بات چیت کی اور بلا کسی شبہہ کے مسجد نبوی اور موجہۂ اقدس میں دیکھا ہے......اس کا عام چرچا ہوا، سب نے اس حاجی صاحب کو یہی بتایا کہ جو تم کہتے ہو سچ ہے مگر حضرت امسال حج کے لیے نہیں گئے تھے......حاجی صاحب نے خود یہ واقعہ مجھ سے بیان کیا، اور بہت سے لوگوں سے بیان کیا، یہ حاجی صاحب جب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے انہیں بہت پیار سے دیکھا، جاں نواز انداز میں مسکرائے اور حسب عادت ان کے قدم اور آنکھوں کو بوسہ دیئے حاجی صاحب دم بخود بیٹھے ٹکٹکی باندھے حضرت کو دیکھتے رہے۔ کچھ دیر کے بعد حضرت ان سے مخاطب ہوئے اور حرمین طیبین کے حالات پوچھتے رہے اور ایک بار بڑے محبت آمیز لہجہ میں فرمایا۔ حاجی صاحب! ہر بات بیان کرنے کی نہیں ہوتی اس کا خیال رکھیے گا۔ اسی سے متاثر ہوکر یہ حاجی صاحب مرید ہوئے۔'' ؎

## صورت متشکل ہونے کی دوسری مثال

''پہلے عرس رضوی کی ساری تقریبات درگاہ رضوی کے چھت پر ادا ہوتی تھی جس سے

؎ اس واقعہ کو ادیب زمن وقار صدیقی نے بھی اپنے ایک مضمون میں اختصاراً درج کیا ہے۔

اترنے کے لیے صرف ایک زینہ تھا۔قل کے وقت بے پناہ اژدہام ہوتا تھا قل ختم ہونے کے کم ازکم ایک گھنٹے بعد حضرت مفتی اعظم اوپر سے اترا کرتے تھے۔مگر ایک سال قل کے پندرہ منٹ بعد ہم بہت سے لوگوں نے دیکھا کہ حضرت نیچے تشریف لے آئے، کاشانۂ مبارکہ میں تشریف لے گئے۔میں مسجد رضوی کے دروازہ پر کھڑا تھا کہ ایک صاحب نے پوچھا کہ حضرت اوپر سے تشریف لے آئے؟میں نے بتایا کہ جی ہاں! دولت خانے میں تشریف لے گئے ہیں۔وہ حضرت کے بیٹھک میں تشریف لے گئے مگر بیٹھک میں حضرت تشریف فرمانہ تھے۔انہوں نے کچھ دیر انتظار کیا مگر حضرت اندر سے تشریف نہیں لائے پھر میرے پاس آئے کہ حضرت کہاں ہیں؟میں نے ان سے کہا کہ اندر کسی ضرورت سے تشریف لے گئے ہوں گے۔ہم یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ یہ دیکھا گیا کہ حضرت درگاہ شریف کی چھت سے نیچے تشریف لائے۔انہوں نے مجھے گھور کے دیکھا۔انہوں نے مجھے جھوٹا سمجھا ہوگا، وہ تو حضرت کے ساتھ بیٹھک میں چلے گئے اور میں سوچتا رہ گیا کہ یہ کیا معاملہ ہے! بہت دیر تک میں سکتے میں کھڑا رہا۔پھر وہ لوگ جنہوں نے پہلی بار اترتے دیکھا تھا میرے پاس آئے اور کہنے لگے۔''ہم لوگوں کا دماغ پھٹ جائے گا، یہ معاملہ کیا ہے''میں نے انہیں سمجھانے کے لیے کہا''یہ سرکار غوث اعظم کا کرم ہے کہ اپنی کرامت اپنے نائب کو عطا فرمائی۔''۸۷؎

اب ہم یہاں وقار صدیقی کے مضمون''ماہ رضا''سے مفتی اعظم ہند کی کرامت پر چند وہ حقائق پیش کرتے ہیں کہ ان میں کا بعض بیک وقت کئی کرامتوں پر مشتمل ہے۔

## بند کوٹھری سے رہائی

''جے پور میں مولینا ضیاء الدین صاحب کے سجادہ نے آپ کی دعوت کی تو آپ نے قبول فرمایا۔سجادہ نشین دعوت دے کر چلے گئے تو آپ کے ایک غریب مرید عاشق علی نے آپ کی خدمت میں آکر پوچھا کہ حضور کا جے پور میں کب تک قیام ہے؟ آپ نے کہا کہ

۸۷؎ انوار مفتی اعظم ص:۳۰،۲۷۱ مضمون مفتی اعظم اپنے فضل وکمال کے آئینے میں از حضرت شارح بخاری

ہم کل اجمیر شریف روانہ ہو جائیں گے۔ عاشق علی نے مسرور ہوتے ہوئے کہا کہ حضور شام کا کھانا میرے غریب خانے پر تناول فرمالیں تو بڑا کرم ہوگا۔ آپ نے اس کی دعوت بھی قبول کرلی اور جب وہ خوشی خوشی واپس چلا گیا تو مریدوں نے کہا حضور! آج شام مولانا ضیاء الدین کے سجادہ نشین صاحب کی دعوت بھی قبول کر چکے ہیں۔ آپ نے مریدوں سے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ تم نے یہ بتا کر میری معلومات میں اضافہ کرنا چاہا ہے؟ آپ کے اس سوال سے سب نے شرم وندامت سے اپنی گردنیں جھکالیں۔ دوسرے دن ریلوے اسٹیشن پر جب لوگ آپ کو خدا حافظ کہنے آئے تو ان میں عاشق علی بھی تھا۔ اس کے چہرے پر مسرتوں کے رنگ قوسِ قزح کی طرح بکھرے ہوئے تھے۔ ہجوم کی وجہ سے اسے دست بوسی کا موقع نہیں مل رہا تھا مگر اس نے آپ تک پہنچنے کی کوشش جاری رکھی۔ کافی جدوجہد کے بعد جب وہ آپ کے قریب پہنچا تو اس نے بلند آواز سے کہا۔ حضور صبح آپ کے جاتے ہی میرا بیٹا واپس آگیا تھا۔ آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا ''اللہ بڑا کارساز ہے۔ عاشق علی نے آپ کی دست بوسی کی تو فرطِ مسرت سے اس کی آنکھیں برسنے لگیں۔ آپ جب ارادتمندوں کو اشکبار چھوڑ کر روانہ ہو گئے تو لوگوں نے عاشق علی کو گھیر لیا، پوچھا، کیا صبح سرکار تمہارے یہاں آئے تھے۔ عاشق علی نے کچھ دیر خاموش رہ کر کہا کہ کل رات عشا سے قبل سرکار میرے غریب خانے پر تشریف لے آئے تھے۔ میں نے سرکار کو تنہا دیکھ کر پوچھا کہ میرے بھائی کیوں نہیں آئے؟ وہ ایک دوسری جگہ مدعو ہیں، اس وقت وہیں ہیں، آپ کا یہ جواب سن کر میں نے کہا، حضور آپ آگئے تو سب آگئے۔ حضور نے عشا کے بعد کھانا تناول فرمایا۔ میرے بہت سے احباب بھی موجود تھے۔ آپ نے دیر تک ان سے گفتگو کی، بعض کو تعویذ دیئے۔ بعض کو دعائیں۔ جب احباب رخصت ہو گئے تو حضور نے فرمایا، تم نے اپنے مفقود الخبر کی واپسی کے لئے کوئی تعویذ طلب کیوں نہیں کیا؟ حضور مجھے یقین ہے کہ آپ اپنے غلاموں کے دکھوں سے آگاہ رہتے ہیں اور الحمد للہ کہ میرا یقین اور بھی پختہ ہو گیا ہے۔ حضور میری بات سن کر خاموش ہو گئے۔ گذشتہ رات حضور نے عبادت میں گذاری اور

نماز فجر کے بعد ناشتہ کیے بغیر تنہا جانے لگے تو میں نے عرض کیا کہ میں ابھی یکہ لے کر آتا ہوں مگر آپ السلام علیکم کہہ کر چلے گئے اور میری اس وقت یہ کیفیت تھی جیسے زمین نے میرے پیر پکڑ لئے ہوں۔ آپ کے ساتھ جانے کی خواہش کے باوجود میں اپنی جگہ سے ہل بھی نہ سکا اور نہ جانے کتنی دیر تک خالی الذہن کھڑا رہا اور پھر ذہنی صلاحیتیں اس وقت بیدار ہوئیں جب پندرہ سال سے بچھڑا ہوا بیٹا مجھ سے آکر لپٹ گیا۔ میرے گھر کی ویرانیاں مسکرانے لگیں۔ سب گھر والے جمع ہوگئے کچھ دیر تک بچھڑے آپس میں مل کر روتے رہے اور جب اچانک میسر آنے والے خوشی کے لمحے جذبات میں ہلچل مچا کر گذر گئے تو میں نے اپنے بیٹے واصف علی سے کہا اب تم بتاؤ۔ گھر سے کیوں چلے گئے تھے کہاں کہاں رہے اور واپسی کی کیا صورت ہوئی؟ واصف علی نے کچھ دیر اپنی یادداشت کو مرتب کیا اور کہا اجمیر شریف غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرس میں لوگ جے پور سے جا رہے تھے۔ میرے دل میں بھی حاضری کا شوق بیدار ہوا اور ٹکٹ لیے بغیر ہی ٹرین میں بیٹھ گیا۔ نہ ٹرین میں کوئی ٹکٹ پوچھنے آیا نہ پلیٹ فارم سے باہر نکلنے میں کوئی دشواری پیش آئی۔ زائرین کے ریلی کو ٹکٹ کلکٹر قابو میں نہ رکھ سکا تھا۔ اجمیر شریف میں پہنچ کر میں نے درگاہ شریف میں حاضری دی تھی۔ حاضری کے بعد بے پناہ ہجوم میں مجھے تنہائی کا احساس ستانے لگا۔ نہ پیسے میرے پاس تھے نہ رہنے کی کوئی جگہ نہ کوئی آشنا۔ میں نے ادھر ادھر گھوم کر کوئی آشنا چہرہ تلاش کرنا چاہا تو مجھے ناکامی ہوئی۔ میری آنکھوں میں آنسو آگئے۔ میں اس وقت اکبری مسجد میں تھا۔ یہاں سب ایک دوسرے سے بے نیاز تھے۔ مگر ایک بزرگ نے میری کمر پر ہاتھ رکھ کر کہا ''صاحبزادے اپنے والدین کی اجازت کے بغیر تمہیں یہاں نہیں آنا چاہئے تھا۔ تم بھی پریشان ہو اور وہ بھی۔ عرس میں تمہاری حاضری ہو چکی، اب تم گھر لوٹ جاؤ۔ تمہاری جیب میں اتنی رقم موجود ہے کہ اب تمہیں کوئی پریشانی نہ ہوگی۔ ہاں اگر تم نے میری بات پر عمل نہ کیا تو بہت پچھتاؤ گے۔

میں ان سے یہ کہنے والا ہی تھا کہ میری جیب خالی ہے مگر وہ اپنی بات مکمل کرتے ہی

ایک سمت بڑھ گئے اور بھیڑ میں نظروں سے اوجھل ہوگئے۔ میں نے بڑی بے یقینی سے اپنے پہلو کی جیب میں ہاتھ ڈالا تو وہ خالی نہ تھی جیب سے ہاتھ نکالا تو میری چٹکی میں دس دس کے پانچ نئے نوٹ تھے۔ اسی دوران ایک ادھیڑ عمر کا فقیر مجھ سے ملا، اس فقیر کا نام جاموٹ تھا۔ ہندوستان بھر میں وہ مجھے لیے گھومتا پھرا۔ کل رات میں جاموٹ کے ساتھ کلکتہ میں تھا، سرائے کی اس کوٹھری میں جس کا ایک دروازہ اندر سے بند تھا اچانک ایک بزرگ نمودار ہوئے اور جاموٹ سے کہا، ''بدبخت اس آدمی کو تو نے قید کر رکھا ہے، اس کے ماں باپ اس کے لیے بے قرار ہیں۔ اس (جاموٹ) نے مکاری سے کام لیتے ہوئے کہا، ''میں اس سے محبت کرتا ہوں اگر میں اسے آزاد کر کے اس کے ماں باپ کو خوش کردوں تو مجھے اس کی جدائی میں رونا پڑے گا۔ میں اپنی مسرتیں دوسروں میں تقسیم کرنے کا قائل نہیں ہوں'' ...... بزرگ نے جاموٹ کی یہ بات سن کر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ جب شعلہ بار نگاہوں کا تصادم ہوا۔ اس تصادم نگاہ کے نتیجے میں جاموٹ کی چیخ سنائی دی۔ ''ہائے میری آنکھیں'' بزرگ نے مجھ سے فرمایا آنکھیں بند کرلو اور جب میں کہوں آنکھیں کھول دو اسی وقت آنکھیں کھولنا۔ میں نے ان کے حکم کے مطابق آنکھیں بند کیں اور حکم کے تحت ہی جب آنکھیں کھلیں تو خود کو رام نواس باغ میں پایا، اب وہاں سے سیدھا گھر آیا'' ........

ارادتمندوں نے عاشق علی سے جب واصف علی کے احوال سنے تو جھوم اٹھے۔ ان کے سر فخر سے اونچے ہوگئے۔ کیونکہ وہ ایسے عظیم المرتبت مرشد کے زیر سایہ آچکے تھے جو غوث الاعظم دستگیر کے مظہر کامل تھے''۔

## سلطان الاذکار کا وظیفہ اور ہر عضو سے وردِ اللہ

بسا اوقات خاصان خدا ذکر و عبادت کرتے کرتے قرب خداوندی کے اس درجے پر پہنچ جاتے ہیں کہ ان کے جسم کا ہر عضو الگ الگ ہو کر اللہ اللہ کی ضربیں لگاتے ہیں۔ کئی بزرگوں کو یہ مرتبہ حاصل رہا ہے سرتاج اولیاء رئیس اڑیسہ مجاہد ملت حضرت حبیب الرحمٰن قدس سرہ دھام نگر اڑیسہ کے بارے میں بھی یہ سنا گیا۔ تاجدار اہل سنت مفتی اعظم علیہ الرحمۃ

والرضوان بھی اس درجے پر فائز تھے۔ یقیناً آپ قتیل عشق تھے جس کی جھلک واشگاف ہوتی رہی چنانچہ وقار صدیقی صاحب لکھتے ہیں:

ممبئی میں آپ کھتری محلہ میں اپنے ایک مرید ہارون بھائی کے یہاں قیام فرما تھے۔ آپ نے ہارون بھائی سے یہ بات تاکید سے کہہ دی تھی کہ جب اپنی خواب گاہ میں چلے جائیں تو اس کے بعد کوئی خواب گاہ میں نہ آئے۔ ایک دن مغرب کے بعد سے جوار اتمندوں نے آنا شروع کیا۔ آتے ہی رہے، عشا بھی مہمان خانے میں پڑھی اور پھر سلسلہ رشد وہدایت جاری ہو گیا۔ نصف شب سے زیادہ گذر گئی تو آپ نے لوگوں کو آرام کا مشورہ دیا اور خواب گاہ میں چلے گئے۔ ہارون بھائی کو مہمانوں کو رخصت کر کے یہ خیال آیا کہ حضرت نے کھانا نہیں کھایا ہے۔ بیساختہ آپ کی خواب گاہ کی طرف بڑھے مگر اس خیال سے قدم پکڑ لیا کہ حضرت نے خواب گاہ میں داخل ہونے سے منع کیا ہے۔ ہارون بھائی نہ آپ کا حکم نظر انداز کر سکتے تھے نہ یہ گوارہ کر سکتے تھے کہ آپ ان کے گھر میں بھوکے سوئیں۔ دیر تک ایک کشمکش کا عالم رہا۔ آخر شیخ کی محبت عالم اضطراب میں گرم دودھ لے کر حکم کی سرحدوں کو پھلانگ کر خواب گاہ میں داخل ہو گئی۔ ہارون بھائی نے دیکھا کہ آپ کے جسم کے تمام عضو کٹے ہوئے ہیں۔ سر الگ، ہاتھ الگ، ایک لمحے میں ہارون بھائی نے یہ یقین کر لیا کہ آپ کو کسی نے قتل کر دیا ہے اور دودھ کا پیالہ ہاتھ سے چھوٹ کر قالین پر گر پڑا اور ہارون بھائی چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے۔ جب ہارون بھائی کی آنکھ کھلی تو آپ ان کے سرہانے موجود ہیں اور گھر کے افراد بھی موجود ہیں۔ ہارون بھائی شدت تحیر سے گنگ رہ گئے۔ کچھ دیر پہلے جو منظر انہوں نے دیکھا تھا وہ فراموش نہیں ہوتا تھا۔ آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا، نافرمانی کبھی نہیں کرنی چاہیے جو دودھ تم لائے تھے وہ تو قالین نے پی لیا۔ اٹھو میرا دودھ لاؤ۔ آپ نے ہارون بھائی کی کیفیت کو محسوس کر لیا تھا اور ان کے ظرف سے بھی آشنا تھے۔ اس لیے فوری طور پر اپنی روحانی توجہ سے انہیں پرسکون کیا ورنہ ہارون بھائی کے دماغ کی رگیں پھٹ جاتیں۔ ہارون بھائی آپ کے حکم کی تعمیل میں دودھ لے کر آئے اور آپ کو پیش کیا۔ آپ نے دودھ کا پیالہ لے کر گھر والوں سے کہا جاؤ تم لوگ آرام

کرو۔ ہارون اب بالکل ٹھیک ہیں، سب چلے گئے تو آپ نے دودھ پی کر ہارون بھائی سے کہا:

''میں قتیل عشق ہوں روز جیتا ہوں اور روز مرتا ہوں۔

کشتگان خنجر تسلیم را....... ہر زمان از غیب جان دیگر است

تم نے میرا ایک راز پالیا ہے، مگر کسی نامحرم حال پر اس کا اظہار نہ کرنا۔ سلطان الاذکار اولیائے کاملین ہی برداشت کر سکتے ہیں۔ سلطان الاذکار کی ضرب اگر پہاڑ پر بھی پڑے تو وہ ریزہ ریزہ ہوجائے ہم بھی بکھرتے ہیں مگر اللہ کی آغوش کرم ہمیں سمیٹ لیتی ہیں۔

## قلب اطہر سے کلمہ کی صدا اور سادھو کا مسلمان ہونا

آپ کا قلب اطہر جاری تھا۔''لا الہ الا اللہ'' کا ورد کسی اہتمام کے بغیر شب وروز سینے کو منور کیے رہتا تھا۔ بعض خوش نصیبوں کو یہ سعادت بھی حاصل ہوئی کہ آپ کے سینے سے کان لگا کر اس صدائے سرمدی کو سن بھی سکے۔ ایک مرتبہ کلکتہ کے سفر میں ایک سادھو بھی آپ کے ڈبہ میں تھا۔ سادھو بار بار چونک کر ادھر ادھر دیکھنے لگا، ایسا لگتا تھا کہ جیسے وہ کسی آواز کا تعاقب ہمہ تن گوش بن کر کررہا ہے۔ تجسس بیکار نہ گیا۔ وہ اٹھ کر آپ کے قریب آیا اور کہا، یہ کیسی آواز ہے مہاراج جو میرے دل کی دھڑکنوں کو بے قابو کررہی ہے۔ آپ نے اپنے خادم بابو میاں کو اپنے پاس سے اٹھا کر سادھو سے بڑی شفقت سے کہا، آؤ میرے پاس بیٹھو میں تمہیں اس آواز کا بھید بتاتا ہوں۔ جو تم سن رہے ہو۔ سادھو آپ کے پاس بیٹھ گیا تو آپ نے کہا میں جس کی پوجا کرتا ہوں اس کا نام میری دل کی دھڑکنوں میں بس گیا ہے اور جب سے وہ نام میرے دل کی دھڑکنوں میں بسا ہے دل کی دھڑکنیں اتنی بلند بانگ ہوگئی ہیں کہ میں بھی سنتا ہوں اور سدھے ہوئے کان بھی ان دھڑکنوں کو سن لیتے ہیں۔ ہم جس فضا میں سانس لے رہے ہیں، آوازوں سے گونج رہی ہے۔ ہمارے ڈبے میں بہت سے لوگ تیز آوازوں میں باتیں کررہے ہیں۔ ریل کے پہیے اپنا راگ چھیڑے ہوئے ہیں۔ انجن اپنا گیت الگ گارہا ہے، پٹریاں چیخ رہی ہیں، ہوا سنسنا رہی ہے۔ یہ آوازیں ہی آوازیں ہیں اور تم ان کو سن بھی رہے ہو مگر ان آوازں سے تمہارا دل کوئی اثر قبول نہیں کررہا

ہے۔مگر میرے دل کی وہ دھڑکنیں جو میرے پاس بیٹھے ہوئے لوگ بھی نہیں سن رہے ہیں، تم ان کو دور سے سن کر بیقرار ہو گئے اور میرے پاس کھنچے چلے آئے۔اس کی بنیادی وجہ صرف یہ ہے کہ اثر انداز ہونے والی شی آواز نہیں ہے بلکہ آواز کی آغوش میں جو نام مہک رہا ہے اس نے تمہیں بیکل بنا دیا ہے۔جس طرح پیاسا پانی کو دیکھ کر پانی کی طرف دوڑتا ہے تمہاری جنم جنم کی پیاسی آتما بھی میرے پاس تمہیں لے آئی ہے۔تم نے اپنی پیاسی آتما کو اب تک امرت سمجھ کر زہر پلایا ہے اور تم جانتے ہو کہ زہر پیاس نہیں بجھاتا ہے۔اگر تم نے زہر اپنے شریر کو دیا ہوتا تو مر گئے ہوتے مگر آتما زہر سے مرتی نہیں، ہلکان ہوتی ہے۔اگر تم اپنی آتما کی پیاس بجھانا چاہتے ہو تو اسی نام کا جاپ کرو جو میرے دل کی دھڑکنوں میں بسا ہوا ہے۔

سادھو نے گردن جھکا کر اپنا کان آپ کے سینے سے قریب کیا اور توجہ سے سننے لگا۔ تھوڑی دیر میں ہی اس نے کہا کہ ''لا الہ الا اللہ'' اور پھر آہستہ آہستہ ''لا الہ الا اللہ'' کا ورد کرنے لگا۔آپ نے جب توحید کے لیے اس کا دل کشادہ پایا تو کلمہ طیبہ پڑھا کر اسے داخل اسلام کر لیا۔

سادھو بھگوان داس بڑا گیانی تھا، تپسیا سے اپنے باطن کو سنوار کر استدراج کی منزل تک آ گیا تھا جب اس نے کلمہ طیبہ پڑھ لیا تو آپ کی توجہ سے ایک آن میں ولی کامل بن گیا۔اس کا نام عبداللہ تجویز فرما کر کہا مجھے معلوم ہے کہ تم کہاں جا رہے ہو اور یہ بھی الحمدللہ جانتا ہوں کہ تم اب میرے ساتھ رہنے کا فیصلہ کر چکے ہو مگر تم وہیں جاؤ جہاں کا قصد لے کر اپنے استھان سے چلے تھے اور اپنا کام کر کے واپس نینی تال چلے جانا، تمہاری دینی اور روحانی تربیت کا ہم پورا پورا خیال رکھیں گے۔

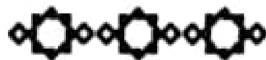
عبداللہ کلکتہ تک آپ کے ہم سفر رہے۔اور پھر اس ملاقات کے بعد صرف روحانی ملاقاتیں رہیں۔عبداللہ پانچ سال کی تربیت کے بعد حج کے لیے گئے اور یاد حبیب میں چار سال قیام کر کے وہیں داعی اجل کو لبیک کہا......عبداللہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے احوال سے آپ نے صرف دو مریدوں کو آگاہ کیا تھا جو خود بھی آپ کے فیضان نظر سے صاحب

روحانیت تھے اور افریقہ سے عبداللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اخراجات پورے کراتے تھے۔

## لاعلاج بیماری اور ایک ہفتہ میں شفا

رانچی میں آپ کے ایک مرید مولوی محمد صالح کی بیوی کو جب ڈاکٹروں اور طبیبوں نے لاعلاج قرار دیدیا تو ان کا ذہن مایوسیوں کے اندھیروں میں بھٹکنے لگا۔ رات دیر تک بے قراری میں کروٹیں بدلتے رہے پچھلی رات آنکھ لگی تو پیر ومرشد کو خواب میں دیکھا وہ فرما رہے تھے مولوی صالح! ہمیں تم نے تو بھلا دیا مگر ہم تمہیں کیسے فراموش کر سکتے ہیں۔ ہمارے تمہارے تعلقات کی سرحدیں تو عالم آخرت سے ملتی ہیں ......ڈاکٹروں اور طبیبوں نے اگر تمہاری اہلیہ کو لاعلاج قرار دے دیا ہے تو اس کا یہ مطلب تو ہر گز نہیں کہ تمہاری بیوی اچھی نہیں ہوسکتی۔ اللہ تعالیٰ بڑا صاحب قدرت ہے۔ اب تم اپنی بیوی کا علاج نہ کرنا۔ ایک ہفتہ میں جب وہ بالکل تندرست ہوجائے تو اسے لے کر ان ڈاکٹروں اور طبیبوں کے پاس ضرور جانا جو لاعلاج قرار دے چکے تھے۔

مولوی محمد صالح صبح بیدار ہو گئے تو انہیں خواب اچھی طرح یاد تھا اور وہ خواب کے صحت پر شک بھی نہیں کر سکتے تھے کیوں کہ یہ ایک بشارت تھی جو معتبر حوالے سے انہیں ملی تھی۔ بشارت کے مطابق صرف ایک ہفتہ میں بیگم مولوی صالح نے غسل صحت کیا۔ اب انہیں دیکھ کر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ تین سال تک بیمار رہی ہیں۔ شیخ مکرم کے حکم کے مطابق جب مولوی صالح نے ڈاکٹروں اور طبیبوں سے بیوی کا معائنہ کرایا تو وہ حیران رہ گئے۔ انہیں اپنا شعور طبابت ناقص نظر آنے لگا۔ سب نے پوچھا کہ کیا دوا دی، کس سے علاج کروایا؟ مگر جواب میں یہ سن کر کہ کسی طبیب کو دکھایا، نہ کوئی دوا دی بلکہ صرف اپنے شیخ مکرم کے حکم کی تعمیل کی، تو انہیں ماننا پڑا کہ دعا دوا پر ہر طرح تفوق رکھتی ہے، دوا کا تعلق بالواسطہ مسبب سے ہے اور دعا کا تعلق براہ راست مسبب سے ہے۔



## ایک ٹھوکر میں مفلوج شفایاب

آپ کی متعدد کرامتیں میڈیکل سائنس کے لیے چیلنج ثابت ہوئی ہیں۔ مادیت نے کئی بار روحانیت کی بارگاہ عظمت میں سجدۂ اعتراف کیا ہے...... ۱۹۷۷ء میں ایک دن آپ مسجد رضا میں اراتمندوں کی جھرمٹ میں فروکش تھے کہ ایک عورت اپنے ایسے مفلوج بیٹے کو لیے حاضر خدمت ہوئی جو نہ اپنے پیروں پر کھڑا ہوسکتا تھا، نہ بات کرنے کے قابل تھا، اور مزید برآں ذہنی اعتبار سے بھی ناکارہ تھا۔ بچے کی ماں نے رو رو کر حضرت سے التماس دعا کی تو آپ نے لڑکے سے کہا: ''اٹھ'' مگر اس پر اس حکم کا کوئی اثر نہ ہوا۔ آپ نے پھر کئی بار لڑکے سے کہا ''اٹھ'' مگر اس نے اپنی جگہ سے جنبش نہ کی۔ چنانچہ آپ نے جلال میں آکر لڑکے کو ایک طمانچہ مارا۔ حاضرین یہ منظر دیکھ کر ششدر رہ گئے مگر دوسرے ہی لمحہ طمانچے کے نتیجہ میں جب بچہ کھڑا ہو کر ماں! ماں! کہتے ہوئے ماں کی طرف لپکا تو ہر طرف مسرت کی لہر دوڑ گئی۔

## گئی بصارت ایک دم میں واپس

ابر کرم جب برستا ہے تو سب پر برستا ہے۔ آپ سے تمام مذاہب کے لوگ فیض حاصل کرتے تھے۔ تھریا موضع بریلی سے گاؤں والے ایک لڑکی کو آپ کی خدمت میں لائے جس کی ایک آنکھ پھول کر بھیانک انداز میں حلقۂ چشم سے باہر نکل آئی تھی، اور یہ آنکھ بصارت سے بھی محروم ہوچکی تھی۔ لڑکی کے باپ نے روتے ہوئے آپ سے التجا کی، ''حضور! میں تباہ ہوگیا، دیکھئے تو سہی، اس حالت میں اسے کون قبول کرے گا، خدا کے لیے اسے اچھا کردیجیے، مجھ سے اس کی یہ حالت نہیں دیکھی جاتی''۔

آپ نے لڑکی کی آنکھ کو بغور دیکھتے ہوئے زیر لب کچھ پڑھا اور آنکھ پر دم کیا اور سب نے یہ حیرت انگیز منظر دیکھا کہ پھولی ہوئی آنکھ آہستہ آہستہ حلقۂ چشم میں سمٹ گئی، گاؤں والے تو اسی بات پر خوش تھے کہ لڑکی کو بدصورتی سے نجات مل گئی تھی، مگر آپ نے

انہیں یہ مژدہ بھی سنایا، ''اسے لے جاؤ اس کی آنکھ میں بینائی بھی آ جائے گی، آپ نے جو مژدہ سنایا تھا چند دن ہی میں ایک حقیقت بن گیا'' ۔۸۸ے

## آپ کے فیض کرم سے بصارت اور بصیرت ملی

مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے تصرفات سے نہ صرف آنکھوں کو بصارت عطا کرتے بلکہ قلوب انسانی کو بصیرت افروز اور روشن وتاباں فرما دیتے تھے۔ شاعر اسلام محبّ مکرم قاری اسرائیل اثر فیضی صاحب دھنبادی کے بارے میں آپ کی یہ کرامت مشہور ہے کہ بچپن سے ان کی آنکھوں میں روشنی نہ تھی لیکن جب حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ سے مرید ہوئے تو آپ کے فیض کرم سے آنکھوں میں روشنی مل گئی، اب وہ بآسانی بغیر کسی کے سہارے چلتے پھرتے ہیں، ہر جگہ پروگرام میں جاتے اور لکھ پڑھ لیتے ہیں۔ ان کا خود بیان ہے کہ حضرت سے مرید ہونے کے بعد نہ صرف آنکھ کی روشنی ملی بلکہ فیوض و برکات کا ایسا ظہور ہوا کہ دل کی روشنی بھی ملی اور میں خود بھی اندھیرے سے روشنی میں آ گیا اور مجھے مقبولیت عام حاصل ہوگئی۔

بفضلہٖ تعالیٰ فیضی موصوف کو بارگاہِ نوری سے منسلک ہونے کے سبب واقعی وہ مقبولیت عوام وخواص ملی ہے کہ بڑھاپے کی منزل کو پہنچ رہے ہیں مگر آپ کے کلام اور آواز کی طرف لوگوں کا کھینچاؤ ویسا ہی ہے جو عالمِ جوانی میں تھا، خود فیض العلوم جمشید پور کے اسٹیج پر بارہویں شریف اور شب برأت کے سالانہ جلسہ کے موقع سے پچیسیوں بار آ چکے ہیں، مگر پھر بھی ہر سال اہل ذوق کی پہلی آواز یہی ہوتی ہے کہ قاری اثر فیضی صاحب کو بلایا جائے، قاری ممدوح کو بصیرت اور دل کی روشنی ایسی ملی کہ آج کل کے شعراء میں گنتی کے پابندِ صلوٰۃ ملتے ہیں، لیکن فقیر راقم الحروف نے انہیں بہت ہی پابند صوم وصلوٰۃ پایا ہے۔ شیخ طریقت کی نگاہ کرم سے اندھیرے سے اجالے میں آنا اس کو کہتے ہیں ...... دلوں کو دھو کر استقامت کی دولت سے ہمکنار کرنا اس کو کہتے ہیں۔

---

۸۸ے جناب وقار احمد صدیقی۔ استقامت مفتی اعظم نمبر مضمون ''ماہِ رضا''۔

حضرت سید محمد قتیل داناپوری قدس سرہ کا یہ تاثر خاص طور سے قابل لحاظ ہے۔

حضرت مفتی اعظم قدس سرہ صرف مولوی و مفتی ہی نہ تھے بلکہ ایک خدمت اور بھی آپ کے سپرد تھی، یعنی دلوں کو دھوکر پاک وصاف کرنا، جس کا ظہور حضرت کی آخری عمر میں کثرت سے ہوا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے شریعت کے ساتھ طریقت میں بھی بڑا حصہ دیا تھا اور اسی کا غلبہ رہا بلکہ آپ اسی کے لیے متخلق تھے۔[۸۹]

سنور جائے نصیب اس طرح مرشد کے وسیلے سے
یہاں بھی خوش ہو اور جنت کا بھی حقدار ہو جائے

## کار کا حادثہ، اطلاع علی الغیب اور قبول دعا

حضرت سید العلما سید آل مصطفیٰ مارہروی قدس سرہ کے وصال کے بعد چالیسواں کا پروگرام ممبئی میں بھی وہاں کے مسلمانوں نے رکھا۔ اس وقت تاجدار اہل سنت سیدی مفتی اعظم قدس سرہ اجمیر مقدس میں تھے، وفد میں خطیب مشرق حضرت علامہ مشاق احمد نظامی مرحوم اور مفتی محمد رجب علی صاحب وغیرہما بھی تھے، احباب کے اصرار پر مفتی اعظم وہاں سے وایا جے پور ممبئی کے لیے بذریعہ ہوائی جہاز روانہ ہوئے، اور مشتاق احمد نظامی و مفتی رجب علی کے بارے میں یہ طے ہوا کہ بذریعہ کار ممبئی پہنچیں...... حضور مفتی اعظم کو ممبئی پہنچے ہوئے کئی روز گذر گئے مگر وہ دونوں صاحبان نہیں پہنچے تو لوگوں کی تشویش بڑھ گئی، وجہ یہ ہوئی کہ کار حادثہ کی شکار ہو گئی...... اس وقت جو اجابت دعا کی خاص کرامت ظہور میں آئی وہ ایک ولی کامل ہی کا حصہ ہو سکتا ہے۔ چونکہ ممبئی کے اس سفر میں مفتی اعظم کے ساتھ خطیب مہاراشٹر مولانا منصور علی صاحب شریک تھے لہٰذا انہیں کی زبانی سنیے۔

''ہم تمام تو ممبئی آ گئے مگر کار کے ذریعہ علامہ نظامی اور دیگر حضرات جو ممبئی آنے والے تھے ان کی آمد میں تاخیر ہو رہی تھی۔ جس کی وجہ سے تمام لوگ پریشان تھے اور میں دن بھر میں جب جب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتا، دست بوسی کے بعد (حضرت مفتی

[۸۹] حضرت سید محمد قائم چشتی قتیل داناپوری۔ مضمون ''مفتی اعظم کے وصال پر ایک تاثر''۔

اعظم ) یہی دریافت فرماتے ، مولینا مشتاق احمد صاحب آئے ؟ میں عرض کرتا ابھی تشریف نہیں لائے ، شاید ہم لوگوں کو آئے ہوئے چوتھا دن تھا، میں حضرت کی خدمت میں حاضر تھا اور بہت سے احباب موجود تھے ، اچانک مفتی اعظم نے تعویذات کا سلسلہ بند کر دیا اور فرمایا کہ ہم سب مل کر دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مولینا مشتاق احمد صاحب اوران کے ساتھیوں کو خیرو عافیت کے ساتھ ممبئ پہنچائے اور پھر حضرت نے دعاؤں کے لیے ہاتھ بلند فرمائے ۔ کافی دیر تک مخصوص دعائیں فرماتے رہے ، دعا کے بعد ارشاد فرمایا ” خدا چاہے تو سب لوگ خیرت کے ساتھ جلد آجائیں گے ، لیکن حاضرین محفل اس بات پر حیران تھے کہ حضرت حاجت مندوں کو تعویذات دے رہے تھے ۔ یہ اچانک ( دعا کا حکم فرمانا ، خود بھی دعا کرنا ) لیکن سوال کرنے کی ہمت کس میں تھی ، تیسرے روز صبح علامہ نظامی صاحب اور دوسرے حضرات بخیریت ممبئ آئے ، اور میں نے ان حضرات سے عرض کیا کہ پہلے تمام لوگ سرکار مفتی اعظم سے ملاقات کریں ۔ حضرت بے حد پریشان اور متفکر ہیں ۔ تمام افراد حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے ...... حضرت نے تاخیر کی وجہ دریافت فرمائی ، تو علامہ نظامی صاحب قبلہ نے راستے کے ایک حادثہ کی تفصیلات عرض کی ، کس طرح ایک پہاڑی راستے سے اترتے وقت کار کا ایک چاک نکل گیا اور کار بے قابو ہو کر ڈھلان کی جانب چلی ، مگر اچانک ایک درخت سے ٹکرائی اور ایسا معلوم ہوا جیسے کسی نے ہاتھ لگا کر روک دیا ...... واقعہ سماعت فرمانے کے بعد پھر حضرت نے دعا فرمائی اور تھوڑی دیر کے بعد اپنی جیب خاص سے گیارہ روپے عنایت فرمائے اور کہا کہ میں نے سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کی نذر مانی تھی ، آپ تمام حضرات کے بخیر و عافیت ممبئ آنے کے لیے ، لہٰذا شیرینی منگا کر اس پر فاتحہ دی جائے ۔ عبدالخالق بھائی حشمتی جن کے مکان پر اس سفر میں حضرت کا قیام تھا ، انہوں نے حضرت کی اجازت لے کر اپنی جانب سے مزید رقم ملا کر نیاز کا اہتمام کیا ۔ فاتحہ کے بعد حضرت علامہ نظامی صاحب اور دیگر احباب سے اس حادثہ کی تاریخ اور وقت معلوم کیا تو حادثہ کا وہی وقت تھا جو ممبئ میں حضور مفتی اعظم ہند کی دعا کا دن اور وقت تھا ۔

یہ ہیں تاجدار اہل سنت سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان جو ممبئی میں تشریف فرما ہیں اور ممبئی آنے والوں کی راستے میں مدد فرما رہے ہیں۔۹۰

سچ ہے:

لوح محفوظ است پیش اولیاء آنچہ محفوظ است محفوظ از خطا

اس واقعہ سے جہاں مفتی اعظم کے علم غیب پر اطلاع کا پتہ چلتا ہے کہ میلوں دور حادثے کا علم ہو جاتا ہے، وہیں آپ کے استجابتِ دعا اور بارگاہِ غوثیت میں مقبولیت پر بھی خاصی روشنی پڑتی ہے......

## اذان خارج مسجد پر استقامت اور دعاؤں کی اجابت

یہ مسئلہ باب استقامت میں ثابت کیا جا چکا ہے کہ جمعہ کی اذانِ ثانی خارج مسجد ہی دینا سنت اور فرمان فقہائے اعلام کے مطابق ہے۔ مسجد کے اندر دینا سراسر بدعت ومکروہ ہے۔ اس بدعت سے گریز کرتے ہوئے مفتی اعظم سنت کو رواج دینا چاہتے تھے اور بڑی مستعدی سے اس پر کاربند رہے اور لوگوں کو بھی اس کا پابند کرنے کی سعی پیہم فرماتے رہے، اس سلسلہ میں قبول دعا کی خاص کرامت کا آپ سے ظہور ہوا ہے (جیسا کہ جے پور میں بھی اس طرح کی کرامت کے ظہور پذیر ہونے کا واقعہ گذشتہ صفحات میں گذرا) لہٰذا موضوع کی مناسبت سے اسے بھی یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔ اس داستان حقیقت کے راوی بھی مولانا منصور علی خاں صاحب ہیں لہٰذا انہیں سے سماعت کیجیے:

''غالباً ۱۹۷۱ء یا ۱۹۷۲ء کی بات ہے۔ حضور مفتی اعظم ہند میرے والد محترم حضرت محبوب ملت کے عرس میں ممبئی تشریف لائے ہوئے ہیں، جمعہ کی نماز ادا فرمائی۔ سنی بڑی مسجد مدنپورہ ایسے موقعہ سے تشریف لائے کہ خطبہ شروع ہو گیا ہے۔ محراب مسجد سے باہر سڑک تک نماز کے لیے صفیں درست ہیں، مقام احتیاط اور پاس شریعت کہ حضرت مسجد کے دروازے پر ہی جلوہ فرما ہوئے اور وہیں نماز باجماعت ادا فرمائی۔ جمعہ کی نماز کے بعد میرے یہاں مسجد میں درودِ امی 'صلی اللہ علی النبی الامی وآلہ صلی اللہ علیہ وسلم' کا ورد سومرتبہ مجمع

۹۰ استقامت ص: ۴۴۳،۴۴۴۔

کے ساتھ ہوتا ہے۔اسی درمیان اطلاع ملی کہ حضرت تشریف لائے ہوئے ہیں۔دعا کے بعد پورا مجمع حضرت کی جانب دست بوسی،قدم بوسی کی خاطر بڑھا،میں بھی حاضر ہوا۔ حضرت نہایت جلال کے عالم میں بغیر مصافحہ کے منبر کے پاس تشریف لائے،پورے مجمع کو حکم دیا اور مسائل بیان کرنے شروع کیے،جن کے گلے کھلے ہوئے تھے وہ بند کرائے۔ آستین نیچے کرنے کا حکم دیا اور مسائل بیان فرما کر میری طرف مخاطب ہوئے،فرمایا: آپ کے یہاں مسجد میں اذانِ خطبہ اندر ہوتی ہے؟۔میں نے عرض کی جی حضور،فرمایا،کیوں؟ ممبئی کی تمام ہی سنی مساجد میں یہی طریقہ ودستور ہے۔اب مجمع کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا: ”اذان اعلان ہے اور اعلان اندر نہیں ہوتا ہے،باہر ہوتا ہے۔کوئی بھی اذان مسجد میں نہیں،خارج مسجد ہوگی۔“میں نے عرض کی،حضور! دعا فرمادیں۔انشاءاللہ تعالیٰ بہت جلد اذان خطبہ خارج مسجد ہوجائے گی۔حضرت نے بڑی دیر تک دعا فرمائی اور اسی دعا کی برکت اور سرکار مفتی اعظم ہند کی کرامت کا جلوہ رہا کہ ایک ماہ کے بعد بغیر کسی شر وفساد کے سنی بڑی مسجد مدنپورہ میں اذانِ ثانی خارج مسجد ہونے لگی،جس مسئلہ پر عمل کرنے سے نہ جانے کتنے فتنہ وفساد کا اندیشہ تھا اس مسئلہ پر عمل بخیر وخوبی شروع ہوا اور اس طرح شروع ہوا کہ دس برس کا عرصہ گذر گیا عمل جاری ہے۔اور انشاءاللہ تعالیٰ جاری رہے گا۔“

## آپ کی دعا سے گلے کی بیماری ہمیشہ کے لیے کافور

۲۱رشعبان ۱۴۱۶ھ بروز شنبہ مولینا رحمت اللہ صاحب مصباحی لوکہامدھوبنی نے ایک صاحب کے حوالے سے بیان فرمایا کہ عالم باعمل خطیب بے بدل حضرت مولینا مفتی مجیب اشرف صاحب ناگپور کو برابر ٹونسل کی شکایت ہوجایا کرتی تھی،گلا بیٹھ جاتا اور آواز بالکل متاثر ہوجاتی۔خصوصاً تقریر کے بعد تو اور بھی کیفیت بدل جاتی۔جناب موصوف ایک مرتبہ جبل پور سے ناگپور کے لیے حضور مفتی اعظم کے ہمراہ روانہ ہوئے۔جب ناگپور پہنچے تو حضرت نے دریافت فرمایا: یہ کونسی جگہ ہے؟انہوں نے عرض کیا کہ اب ہم لوگ ناگپور پہنچ چکے ہیں۔پھر حضرت نے بطور خود موصوف کے گلے پر ہاتھ رکھا اور کچھ پڑھ کر دم کیا،اس

کے بعد ان کا یہ حال ہوا کہ اب کبھی آواز نہیں پھنستی، نہ کبھی درد کی شکایت ہوتی ہے۔ جبکہ تقریر کے بعد بالکل سرد اور برف کا پانی پیتے ہیں۔

ایک مرتبہ ایک جلسہ میں تقریر کے بعد مولینا اعجاز کامٹوی صاحب مرحوم نے تعجب سے کہا۔ حضور! آپ کیسے برف کا پانی پیتے ہیں اور آواز بھی نہیں بیٹھتی، حالانکہ اگر ہم لوگ پی لیں تو آواز سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔

## وفات کے بعد بھی عقیدت مندوں کی فریاد رسی

مفتی اعظم قدس سرہ کے وصال کے بعد آپ کے چہلم کے دوسرے روز محلّہ رضا نگر سوداگران بریلی میں ایک مہیب سانحہ پیش آیا۔ ایک مکان میں بارہ مزدور کام کر رہے تھے، اچانک اس مکان کی بڑی دیوار گر پڑی اور چار مزدور اسی میں دب گئے، ایک چیخ و پکار مچ گئی۔ یہ مکان کسی ہندو کا تھا اور مزدور بھی سب وہی تھے، مگر نہ پوچھئے اللہ والوں کا دامن کرم کس قدر کشادہ ہوتا ہے، سبحان اللہ! سبحان اللہ! یہ ہندو ضرور تھے مگر تھے حضرت کے عقیدت مند۔ بس کیا تھا اسی وقت ایک مزدور نے دیکھا کہ حضرت اچانک سامنے چھڑی لے کر آ گئے اور فرمائے جا رہے تھے، "تم لوگ جلدی جلدی اس ملبہ کو کھودو اس میں چار آدمی دب گئے ہیں۔" اتنا سننا تھا کہ وہ آٹھوں مزدور جو دبنے سے بچ گئے تھے زمین کھودنے لگے۔ آخر کار وہ چاروں مزدور زندہ نکل آئے۔ بعد میں ان مزدورں کو یک بیک خیال ہوا کہ ارے یہ بڑے مولوی صاحب (حضرت کو بریلی شریف میں ہندو عام طور سے بڑے مولوی صاحب کہتے تھے) تو انتقال کر چکے ہیں ...... اب جب سامنے دیکھتے ہیں تو حضرت غائب۔ وہ سب حیران تھے، اس واقعہ نے اہل بریلی پر بے پناہ اثر کیا۔ وہاں کے ہندو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم بریلی والوں کا سر ساری دنیا میں حضرت کی وجہ سے بلند ہو گیا، وہ ہمارے بڑے مولوی صاحب تھے۔ ہم ان کے دیوانے ہیں۔ ہم ان کے بھگت ہیں، بہت سے لوگوں نے اسی موقع پر یہ بھی کہا کہ یہ لوگ مر کر بھی نہیں مرتے۔

(حسب روایت شاعر اسلام راز الہ آبادی صاحب مرحوم)

## تصور شیخ اور فریادرسی

۱۴۱۶ھ کے کسی ماہ میں مولینا بشیر القادری صاحب نوری مدرسہ عالیہ قادریہ دھنباد نے راقم سے ایک ملاقات کے دوران تصور شیخ کی افادیت بتاتے ہوئے فرمایا کہ جب مجھے کوئی ضرورت یا پریشانی لاحق ہوتی ہے تو میں تصور[۹۱] شیخ کرتا ہوں، اس کے بعد حضرت پیر صاحب (حضور مفتی اعظم) تشریف لاکر فریادرسی فرمادیتے ہیں، اور ہمارا مسئلہ حل ہوجاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میری اہلیہ سخت بیمار پڑ گئی اور مرض کے طول پکڑنے کے سبب کمزوری بھی حد کو پہنچ گئی۔ لاکھ علاج ومعالجہ کرایا مگر طبیعت ٹھیک نہ ہوسکی، میں بہت پریشان ہوگیا گھبرایا رہتا۔ ایک رات دیکھا کہ حضور مفتی اعظم تشریف لائے اور فرمایا "بشیر! کیوں پریشان ہو؟ تیری اہلیہ ٹھیک ہوجائے گی، گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ صورت اختیار کرو جلد شفامل جائے گی۔" جونہی وہ صورت میں نے اپنائی تو دیکھتے دیکھتے وہ بالکل تندرست ہوگئی اور چند ہی دن میں ساری کمزوری بھی دور ہوگئی۔

اسی مجلس میں مولانا موصوف نے یہ بھی بتایا کہ آغاز تدریس میں جلالین شریف پڑھانے کے دوران میرے سامنے یہ عبارت الجھ گئی "هُدیً لِلْمُتَّقِیْنَ الصَّائِرِیْنَ اِلَی التَّقْویٰ" اس عبارت سے متعلق ایک سوال میرے سامنے ابھر کر آیا جس کا جواب بہت سوچا لیکن کچھ سمجھ میں نہ آیا، آخر اسی فکر میں تصور شیخ کر کے سوگیا۔ تو دیکھتا ہوں حضرت جلوہ گر ہیں اور فرمارہے ہیں "اس میں فکر مند ہونے کیا ضرورت ہے، فلاں جگہ کا حاشیہ دیکھ لو جواب حل ہوجائے گا۔ موصوف فرماتے ہیں کہ نیند کھلنے کے بعد صبح میں میں نے جب وہ حاشیہ دیکھا تو منٹوں میں میرے سوال کا جواب حل ہوگیا۔ اور انشراح وانبساط کچھ اس

---

۹۱ تصور شیخ کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے پیر کے گھر یا ان کے مزار کی طرف رخ کر کے دوزانو بیٹھے اور پیر کی صورت اپنے سامنے لائے اور یہ تصور کرے میرا قلب حضرت پیر کے قلب کے نیچے دریوزہ گری کر رہا ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انوار وفیوض قلب شیخ پر وارد ہورہے ہیں۔ اور وہ انوار وفیوض قلب شیخ سے میرے قلب میں وارد ہورہے ہیں۔ اور اس تصور کو اتنا جمائے کہ بالکل جم جائے اس کے بعد شیخ کی صورت متمثل ہوکر آئے گی اور ہر موڑ پر مدد کرے گی۔

طرح حاصل ہوا کہ بتا نہیں سکتا۔

میرا ایقان ہے آسان ہونگی مشکلیں اس کی
مصیبت میں کبھی لے گا جو نام مفتی اعظم

☆☆☆☆☆

میری روتی ہوئی آنکھوں نے پکارا ہے تمہیں
اے میرے شیخ میرے خواب میں کب آؤ گے

## تعویذ کے اثرات

بزرگان دین بسا اوقات اپنی ولایت وکرامت کو تعویذات ونسخہ جات کے پردے میں چھپا لیتے ہیں، خصوصاً اس وقت جب کہ فرقۂ ملامتیہ والی قوت غالب ہو۔ مفتی اعظم قدس سرہ نے خود ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ ''اللہ والے اپنی کرامتوں کو دوا اور تعویذ میں چھپاتے ہیں'' پھر فرمایا کہ ''سرکار سید حمزہ مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں ایک شخص دعا کے لیے حاضر ہوا، حضرت نے اسے ایک دوا کا نسخہ عنایت فرمایا۔ مدت کا مریض ایک خوراک میں ٹھیک ہوگیا۔ حضرت نے اپنی کرامت دوا میں چھپا لی'' مفتی اعظم قدس سرہ سے اور طریقے سے جس طرح کرامات ظہور پذیر ہوئیں آپ کے تعویذات نے بھی موثر کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں جو بجائے خود سراپا کرامت ہیں۔ کتنے لوگ تعویذات کا کام کرتے ہیں مگر ان کے تعویذات زود اثر نہیں ہو پاتے، مگر مفتی اعظم قدس سرہ نے جس کو بھی ایک مرتبہ تعویذ دے دیا پھر دوبارہ دینے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ پہلی ہی بار میں سارا مسئلہ حل ہو جاتا۔

۸۷ء ۹۷ء میں دو سال تک راقم السطور مدرسہ شمس العلوم گھوسی میں زیر تعلیم رہ چکا ہے، وہاں ضلع مدھوبنی کے کسی گاؤں کے رہنے والے مولوی عبد الخالق صاحب بھی زیر تعلیم تھے جو اگر چہ میری نظر میں پڑھنے میں قابل تحسین نہ تھے مگر تقریر کر لیتے تھے۔ ہم ضلع ہونے کے سبب میری ان سے ایک زمانے تک خاصی شناسائی رہی ہے۔ جب ۸۰ء میں میں جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ پہنچا تو مولوی موصوف کے بارے میں بعض احباب سے پتہ

لگایا۔انہوں نے بتایا کہ وہ سعودیہ عرب، عربی سے اردو اور اردو سے عربی کی ترجمانی کے کام پر مامور ہو کر چلے گئے، اچھی تنخواہ پا رہے ہیں، مجھے سخت حیرت ہوئی کہ آخر ان کی قسمت کا ستارہ اچانک اتنی بلندی پر کیسے پہنچ گیا۔میں نے دریافت کیا کہ وہ کیونکر وہاں پہنچے؟ میرے رفیق نے جواب دیا کہ ملازمت کے لیے انٹرویو کا اعلان اخبار میں شائع ہوا۔ اعلان پڑھ کر وہ مفتی اعظم کی بارگاہ میں پہنچے اور عریضہ پیش کیا۔حضرت نے انہیں تعویذ عنایت فرمائی اور دعا دے کر رخصت کیا۔وہ جناب تعویذ پہنے انٹرویو میں شریک ہو گئے۔پرچہ جب سامنے آیا تو انہیں کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کس سوال پر صحیح کا نشان لگایا جائے اور کس پر غلط کا۔ذہن نے جب فیصلہ نہ کیا تو اخیر میں اندازے سے نشان لگاتے چلے گئے......نتیجہ برآمد ہوا تو یہ صاحب بھی کامیاب نکلے، اس طرح مفتی اعظم کے تعویذات و دعا کی برکت واثر سے موصوف وہاں پہنچ گئے۔

جانشین مفتی اعظم ہند علامہ اختر رضا خان ازہری فرماتے ہیں:

''حضرت کے نقوش وتعویذات کی برکتیں بے شمار ہیں۔ایک بار میرے بچے کو سخت بخار آیا، گھر والے گھبرا اٹھے میں نے حضرت سے تعویذ لیا، بخار بہت جلد اتر گیا''۔

حضرت سید محمد امین میاں صاحب مارہروی رقم فرماتے ہیں:

''۱۹۷۳ء میں مجھے ایک ایسا مرض لاحق ہوا کہ جس کا بڑے بڑے ڈاکٹر علاج نہیں کر سکے، والد ماجد نے فرمایا کہ حضرت مفتی اعظم سے نقش منگواؤ۔چنانچہ یہی کیا اور اللہ کے فضل سے شفائے کلی حاصل ہوگئی''۔ (استقامت مفتی اعظم نمبر ۱۹۸۳ء)

دکھ درد کہیں کس سے یہ کام تو ہیں ان کے
فریاد سنا کرنا اور داد دیا کرنا

## سالوں سے بند دوکان پھر چلنے لگی

اندور میں گونڈل کے بعض حضرات کی ایک دوکان تھی، جو تقسیم ہند سے پہلے خوب چلتی تھی۔تقسیم ہند کے بعد جب تعصب کا دور دورہ ہوا تو دوکان بالکل بند ہوگئی۔حتی کہ مال

خراب ہونے لگا۔ سامان پر پھپھوند جم گئی، گھبرا کر مالک دوکان نے بیچنے کا تہیہ کرلیا اور گاہکوں سے بات چیت بھی شروع کردی تھی۔ اسی اثنا میں حضور مفتی اعظم اندور تشریف لے گئے، وہ ملاقات کے لیے حاضر ہوئے، حضرت نے خیریت دریافت کی، تو انہوں نے سارا ماجرا عرض کردیا۔ ان کی سرگذشت سن کر حضرت کچھ خاموش رہے، پھر فرمایا: دوکان آپ ہرگز نہ بیچیں، میں کل آپ کی دوکان میں چلوں گا" حسب ارشاد ان کی دوکان میں تشریف لے گئے۔ وہاں نماز پڑھی، کچھ وظیفہ پڑھا، پانی پر دم کر کے پوری دوکان میں چھڑکوادیا اور ایک بہت خوبصورت کئی تعویذوں کا مجموعہ دوکان میں لگانے کے لیے دیا، اس کا یہ اثر ہوا کہ کچھ دنوں کے بعد ان کی دوکان پہلے کی طرح چلنے لگی۔

(بروایت شارح بخاری حضرت مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ)

## ایک مظلومہ کے شوہر کو پھانسی سے رہائی

اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی فریادرسی اور نفع رسانی اچھا کام ہے، اور کسی مظلوم کو ظلم کے پنجے سے رستگاری دلانا بڑا کار خیر۔ اور یہ بھی ثابت شدہ کہ ہندوستان کی کچہریوں سے جو کسی مسلمان کے پھانسی کا حکم صادر کیا جاتا ہے وہ کسی طرح صحیح نہیں کیونکہ ان کچہریوں میں جس بنیاد پر یہ حکم دیا جاتا ہے وہ عندالشرع کسی طرح معتبر نہیں۔ لہٰذا ناحق پھانسی کا حکم مل جاتا ہے...... اس لیے جب تاجدار اہل سنت مفتی اعظم قدس سرہ کی بارگاہ میں ایک ایسی عورت پہنچتی ہے جس کے مظلوم شوہر کو پھانسی کا حکم دے دیا گیا تھا تو مفتی اعظم نے اس کی اس طرح فریادرسی فرمائی کہ پھانسی کے پھندے سے چھڑا لیا تفصیل ذیل کی عبارت میں ملاحظہ فرمائیے:

آپ کی بارگاہِ عالیہ میں سرزمین احمد آباد پر ایک مظلومہ اپنے ننھے ننھے بچوں کی انگلی پکڑے حاضر ہوئی اور اشکوں کی برسات برسانے لگی۔ قدرے سکون کے بعد اس نے کہا، حضور! بے قصور شوہر کو پھانسی کی سزا ہوگئی ہے...... آقائے نعمت کی آنکھیں بھی اشک بار ہوگئیں اور اپنے معمول کے مطابق تعویذ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا، "جاؤ پھانسی نہیں ہوگی"۔

نطق کو سو ناز ہے تیرے لب اعزاز پر
محو حیرت ہے ثریا رفعت پرواز پر

وہ دل دکھی عورت فوراً جیل کی جانب دوڑی اور اپنے شوہر کے گلے میں تعویذ ڈال دیا اور اپنے سرتاج کو ان الفاظ سے تسلی دیتی رہی کہ بریلی کے بہت بڑے بزرگ نے فرمایا کہ جاؤ پھانسی نہیں ہوگی۔ وقت مقررہ پر جلاد آیا اور پھانسی کے روم میں لے گیا۔ ساتھ میں دیگر حکام کے علاوہ جج بھی تھا۔ گلے میں پھندہ ڈال دیا گیا اور جب بٹن دبایا تو بجلی فیل ہو چکی تھی۔ جج نے کہا کہ وقت ختم ہو گیا۔ میں مقدمہ کی سماعت پھر کرواں گا۔ ملزم موت کے تختے سے اتر کر کٹہرے میں آیا اور اپنی بے قصوری کا اظہار کرتا رہا، جج کی چشم تصور نے اسی پیکر کرم آقا کو دیکھا جس نے فرمایا تھا کہ ''جاؤ پھانسی نہیں ہوگی'' اور رہائی کا پروانہ دے دیا۔۹۲

نہ تخت و تاج میں نہ لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مرد قلندر کی ایک نگاہ میں ہے

☆☆☆

ہمیشہ تم کرم کرتے ہو بگڑے حال والوں پر
بگڑ کر میری حالت نے میری بگڑی بنائی ہے

## دونوں ہاتھ سے تعویذ لکھنا اور بیمار کو شفا ملنا

بعض بزرگان دین کے بارے میں میں نے تاریخ و سیر کی کتابوں میں پڑھا تھا کہ بیک وقت دونوں ہاتھوں سے لکھتے تھے۔ اس پر خدا کی قدرت اور اولیاء اللہ کی کرامات میں عدم تدبر والے بعض افراد نے اس پر میرے سامنے شبہ ظاہر کیا تو میں نے بعض معتمد حوالے سے ان کی فہمائش کی تھی۔ ذیل میں مفتی اعظم قدس سرہ کے تعلق سے ایک ایسے واقعہ کا ذکر کیا جاتا ہے جس سے مفتی اعظم کے تعویذ کے اثر معجز کا بھی اظہار ہوتا ہے، اور اس کی بھی مزید توثیق و تصدیق ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو خاصان خدا کو یہ قوت ملتی ہے کہ بیک وقت دونوں ہاتھ سے لکھیں۔

---

۹۲ پندرہ روزہ رفاقت مفتی اعظم نمبر، مضمون مولانا محمد رضا مدرسہ رحمانیہ پوکھریرا، سیتامڑھی۔

برادرم پھوپھی زاد مولوی شاہ محمد رضا القادری امام نوری مسجد لوکھامڈ ھو بنی جنھیں حضرت کی خدمت میں کئی سال رہنے کا شرف حاصل رہا ہے۔۲۲؍شعبان المعظم ۱۴۱۶ھ کو راقم سے بتایا کہ ''ایک دن ایک دل کا مریض حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کی خدمت میں حاضر آیا اور عرض کیا ،حضور! ہارٹ کا مرض ہو گیا ہے ۔بہت پریشان ہوں ،تعویذ عنایت فرمائیں۔حضرت نے تعویذ لکھنا شروع کیا تو دیکھا کہ آپ دونوں ہاتھ سے بیک وقت تعویذ لکھ رہے ہیں اور اس طرح تعویذ لکھ کر اسے دے دیا، تین دن کے بعد وہ شخص یہ خبر لے کر آیا کہ حضور میں اب بالکل ٹھیک ہو گیا، ہارٹ کا مرض جاتا رہا''۔

## کئی گمراہوں کو اپنی کرامت سے سنی بنایا

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
کل نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

تاجدار اہل سنت سیدی مفتی اعظم نے سینکڑوں غیر مسلم کو حلقہ بگوش اسلام کیا، جس کے کئی شواہد تاریخی صفحات میں ملتے ہیں۔ساتھ ہی آپ نے ہزاروں بدمذہب دیوبندیوں اور وہابیوں کو بھی بدمذہبی سے توبہ کرایا اور آغوش سنیت میں لاکر جہنمی ہونے سے بچالیا۔

جدھر گئے ایمان کا چشمہ ابلنے لگا۔جہاں قدم رکھ دیا دلوں کی دنیا جگمگا اٹھی۔اس طرح سب سے رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قدرت وتصرف اور علم غیب کا لوہا منوالیا۔ آپ کی کرامت کے سامنے دنیا نے گھٹنہ ٹیک دیا کہ جب گدائے مصطفیٰ کا یہ حال ہے تو خود عالی سرکار کے تصرف اور علم کا عالم کیا ہوگا۔آیئے چند جھلکیاں ملاحظہ کر کے عبرت کا سامان فراہم کریں۔

حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرس میں شرکت کے لیے آپ (مفتی اعظم) دہلی تشریف لے گئے تھے تو کوچہ چیلان میں قیام کیا۔وہاں ایک بد عقیدہ ملا ،آپ سے علم غیب کے مسئلہ پر الجھ پڑا۔صاحب خانہ اشفاق احمد نے آپ سے مودبانہ گذارش کی کہ ''حضور یہ کج بحث ہیں ان پر کسی بات کا اثر نہیں ہوتا'' مفتی اعظم نے

اپنے میزبان سے کہا" یہ اس وقت تمہارے گھر پر تشریف لائے ہوئے ہیں ان کے متعلق تمہیں کوئی سخت بات نہ کہنا چاہیے۔ مولوی صاحب نے آج تک کسی کی بات سنی ہی نہیں اس لیے اثر بھی قبول نہیں کیا۔ یہ تو صرف اپنی بات سناتے رہتے ہیں اور وہ بھی ان سنی کردی جاتی ہیں، آج میں ان کی باتیں توجہ سے سنوں گا، حاضرین بھی خاموشی سے سنیں" مولوی سعید الدین انبالوی نے سوا گھنٹے تک یہ بات سمجھانے کی کوشش کی کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب نہیں تھا۔ جب وہ تھک کر خاموش ہو گئے تو آپ نے فرمایا،" اگر کوئی دلیل تم اپنے موقف کی تائید میں بیان کرنا بھول گئے ہو تو یاد کرلو" مولوی صاحب پھر جوش تقریر میں آگئے اور پھر آدھے گھنٹے تک بولنے کے بعد کہا۔" بس یہ بات اچھی طرح ثابت ہوگئی ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب نہیں تھا" آپ نے فرمایا: آپ اپنے باطل عقیدے سے فوراً توبہ کرلو۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے علم غیب عطا فرمایا تھا۔ آپ اسکے رد میں سب کچھ کہہ چکے ہیں جو کہے سکتے تھے۔ اب اگر زحمت نہ ہو تو میرے دلائل بھی سن لیں"

مولوی صاحب نے برہم ہو کر کہا میں نے تم جیسے لوگوں کی ساری دلیلیں سن رکھی ہیں، مجھے سب معلوم ہے کہ تم کیا کہو گے۔ آپ نے بڑے تحمل سے کہا" مولوی صاحب بیوہ ماں کے حقوق بیٹے پر کیا ہیں؟" "میں غیر متعلق سوال کا جواب نہیں دوں گا"۔ مولوی صاحب نے تیز آواز میں کہا،" اچھا تم میرے کسی سوال کا جواب نہ دینا میرے چند سوالات سن تو لو"۔ میں نے ڈیڑھ پونے دو گھنٹے تک تمہارے دلائل سنے ہیں...... آپ کی بات سن کر مولوی صاحب بادل ناخواستہ خاموش ہو گئے تو آپ نے دوسرا سوال کیا، کیا کسی سے قرض لے کر روپوش ہو جانا جائز ہے؟ کیا اپنے معذور بیٹے کی کفالت سے دست کش ہو کر اسے بھیک مانگنے کے لیے چھوڑا جا سکتا ہے؟؟ کیا حج بدل کے اخراجات کسی سے لے کر حج...... ابھی آپ نے سوال مکمل بھی نہیں کیا تھا کہ مولوی صاحب نے آگے بڑھ کر قدم پکڑتے ہوئے کہا، بس کیجئے، حضرت مسئلہ حل ہو گیا۔ یہ بات آج میری سمجھ میں آگئی ہے کہ رسول کریم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل تھا اور نبی مکرم کے پاس علم غیب ہونا ہی چاہیے۔ ورنہ منافقین مسلمانوں کی تنظیم کو تباہ و برباد کر دیتے۔ اللہ تعالی نے جب آپ کو میرے متعلق ایسی باتیں بتا دی ہیں جو یہاں کوئی نہیں جانتا تو بارگاہ علیم سے سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کیا انکشافات نہ ہوتے ہوں گے۔ مولوی صاحب اسی وقت تائب ہو کر مفتی اعظم سے بیعت ہو گئے۔ مناظرے کو افہام و تفہیم کی سطح تک لے آنا' بے مقصد گفتگو کو با مقصد بنا دینا صرف اولیاء اللہ کی خصوصیت ہے۔ وہ شخص جو کسی دلیل کو سننا گوارہ نہ کرتا تھا، مفتی اعظم نے اس کے سامنے ایسی دلیل پیش کی کہ جو سطحی علم رکھنے والے کبھی پیش نہ کر سکتے تھے۔

ایک مرتبہ رامپور سے کچھ لوگ بریلی آپ سے بیعت کے لیے آ رہے تھے ان کے ساتھ ایک بدعقیدہ آدمی بھی اس نیت سے ساتھ ہو لیا کہ وہ آپ کی خدمت میں پہنچ کر انوکھے سوالات سے آپ کو پریشان کر کے لطف اٹھائے گا۔ بریلی اسٹیشن پر جب وہ دروازے پر پہنچا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس کا ٹکٹ غائب ہو گیا ہے۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو صورت حال سے آگاہ کیا تو انہوں نے کہا ''تم اپنا سامان ہمیں دے دو اور پلیٹ فارم پر رکو۔ ہم میں سے کوئی ایک پلیٹ فارم ٹکٹ لے کر ابھی آتا ہے۔ اشرف خان نے ساتھیوں کی بات مان لی اور پلیٹ فارم پر ٹہلنے لگا۔ ساتھی اسٹیشن سے باہر چلے گئے اشرف خان ابھی ٹہل ہی رہا تھا کہ ایک شخص نے اسے مخاطب کیا' تمہارے پاس ٹکٹ نہیں ہے میرے ساتھ آؤ میں تمہیں باہر لے چلتا ہوں'' اشرف خان سوچ میں پڑ گیا، اجنبی کا تعاون قبول کرے یا نہ کرے اجنبی نے اشرف خان کا ہاتھ مضبوطی سے تھام کر گیٹ کا رخ کیا اور ٹی سی کے سامنے سے ہو کر باہر چلا گیا۔ اشرف خان کی نظر اپنے ساتھیوں پر پڑی تو اس نے ان کی طرف بڑھنا چاہا۔ اجنبی اشریف خان کا ہاتھ چھوڑ کر بھیڑ میں گم ہو گیا۔

رام پور کے عقیدت مند، اشرف کو ساتھ لے کر محلّہ سوداگران خانقاہ رضویہ پہنچے دن کے گیارہ کا عمل تھا۔ عقیدت مند آپ کی بارگاہ میں ادب سے سر جھکائے بیٹھے تھے۔ اور آپ اس وقت تعویذ لکھ رہے تھے۔ تعویذ نویسی سے فارغ ہو کر آپ نے حاضرین سے

پوچھا کہ کیا کسی اور کو تعویذ لینا ہے؟ جواب سکوت میں پا کر آپ نے رحمت خان سے پوچھا ''کھورامپور کے احباب کا کیا حال ہے۔'' ''سب خیریت سے ہے حضور میرے ساتھ چار دوست آپ سے بیعت کے لیے حاضر ہوئے ہیں حکم ہو تو پیش کروں۔ آپ کا ارشاد پا کر پانچ آدمی آپ کے سامنے دوزانو ادب سے بیٹھ گئے۔ آپ نے رحمت خان سے کہا تم نے تو چار کے لیے کہا تھا یہ تو پانچ ہیں۔

حضور یہ اشرف خان ہمارے ساتھ ضرور آیا ہے مگر بیعت کے ارادے سے نہیں آیا ہے اسے سب لوگ فلسفی کہتے ہیں۔ یہ آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہے آپ نے اشرف خان سے کہا تم مجھ سے کیا گفتگو کرنا چاہتے ہو؟ میں بیشک آپ سے گفتگو کرنے ہی آیا تھا مگر اب میں صرف بیعت کا آرزومند ہوں۔

اسٹیشن والی بات بھول جاؤ اشرف! تم ہم سے ملنے آئے تھے ملاقات کے مقاصد کچھ بھی ہوں مگر ہمارا اخلاق اس بات کو کیسے گوارہ کر لیتا کہ ہمارا مہمان پریشان ہو تو اس کی مدد دوسرے کریں۔ تم وہ باتیں ضرور کرو جو تم کرنا چاہتے تھے۔ حضور مجھے آپ مل گئے تو میرا کوئی سوال تشنۂ جواب نہ رہا۔ بس اپنی غلامی میں لے لیجئے تاکہ فکر ونظر کی آوارگی کا عذاب ختم ہو جائے۔

آپ نے سب کو بیعت کر کے حکم دیا۔ تم لوگ اب اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ تم لوگ غوث اعظم کے دامن کرم سے وابستہ ہو چکے ہو ہر قدم تمہاری رہنمائی ہوتی رہے گی۔ ۹۳

## خواب میں تلقین فرما کر وہابیت سے توبہ

وہابیت کتنی بری وگندی چیز ہے وہ مسلمانوں سے پوشیدہ نہیں ہے۔ یہ جس کے اندر آتی ہے اللہ ورسول کی محبت دل سے نکال لے جاتی ہے۔ اور انسان جہنم کا کندن بن جاتا ہے۔ تاجدار اہل سنت سیدی مفتی اعظم نے کبھی کبھی بیداری میں اپنی استقامت وکرامت دکھا کر اور کبھی خواب میں تلقین فرما کر اس بلا سے توبہ کرائی اور نجات دلائی ہے۔ مورخ

۹۳ استقامت از صفحہ ۲۰۳ تا ۲۰۷۔ مضمون جناب وقار صدیقی صاحب۔

اسلام خطیب ذیشان علامہ قمر الزماں اعظمی صاحب بیان کرتے ہیں کہ:

''میرے چچا صاحب جو اعظم گڈھ کے رہنے والے تھے وہ ایک وہابی کے مرید تھے۔ جس کا پروپگنڈہ ہندوستان میں بہت کیا گیا۔ وہ خاندان میں تنہا اس باطل عقیدے کے آدمی تھے مولینا کہتے ہیں کہ ہم لوگ کبھی کبھی ان کی علامت دیکھ کر کہتے کہ اتنی عمر ہو چکی ہے۔ جب ان کا انتقال ہوگا تو ہم ان کی نماز جنازہ بھی نہ پڑھ سکیں گے۔ اس کا صدمہ بہت سے لوگوں کو تھا۔ بگڑے دل، پٹھان لاکھ سمجھا لئے مگر ایک نہیں مانتے تھے۔ ایک بار وہ سخت بیمار ہوئے۔ پھر ایک دن صبح کو اٹھے اور ہم لوگوں کو بلایا اور کہنے لگے ''مولوی قمر الزماں اعظمی! آج آخر شب میں نے تمہارے پیر و مرشد کو خواب میں دیکھا ہے کہ وہ تشریف لائے ہیں اور مجھے توبہ کرا رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اب بھی بہتر ہے، اب بھی بہتر ہے، اللہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔ میں سوچ رہا ہوں کہ کیا میں واقعی باطل عقیدے پر ہوں۔ مولینا قمر الزماں کہنے لگے کہ آپ کے دل کی آواز یہی کہتی ہے تو واقعی چچا جان توبہ کرلیں ورنہ ہم لوگ آپ کے جنازے سے بھی محروم رہیں گے۔ وہ کہنے لگے، بھائی! وہ بزرگ جہاں بھی ہوں مجھے لے چلو میں ان کو دیکھوں گا اگر وہی صورت نظر آئی تو میں واقعی توبہ کرلوں گا۔ مولینا قمر الزماں صاحب نے بریلی فون کیا مگر معلوم ہوا کہ حضرت اعظم گڈھ کی طرف کسی مقام پر تشریف لے گئے ہیں۔ وہ یہ سوچ ہی رہے تھے کہ کیا کیا جائے معلوم ہوا کہ حضرت اسی گاؤں کے قریب ایک صاحب کے یہاں تشریف لائے ہیں...... مولانا دوڑے ہوئے گئے اور حضرت کو لے آئے۔ مولینا فرماتے ہیں کہ میرے چچا صاحب نے جیسے ہی حضرت کو دیکھا، کہا کہ واہ کیا کہنا ہے۔ یہ وہی نورانی چہرہ ہے، جس کی زیارت میں نے خواب میں کی تھی اور انہوں نے اسی وقت اپنے عقائد باطلہ سے توبہ کی اور حضرت سے مرید ہوئے۔ دو روز کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ (حسب بیان جناب راز الہ آبادی صاحب)

## جن اور رجال الغیب کو مرید کرنا

تاجدار اہل سنت مفتی اعظم کو اللہ تعالیٰ نے ولایت و بزرگی کے ساتھ مقبولیت عامہ

سے بھی نواز تھا۔ جس طرف گذر جاتے آدمیوں کا سیلاب اُمڈ پڑتا تھا اور آپ سے مرید ہونے کو تو اپنے لیے سبب فلاح وظفر اور باعث فخر سمجھتا تھا۔ صرف انسانوں میں آپ کے مریدوں کی تعداد ایک کروڑ ہے جو ہندو پاک کے علاوہ حجاز مقدس، افریقہ، امریکہ، انگلستان، عراق، مصر، اور پورے عالم اسلام میں پھیلے ہوئے ہیں۔ جتنے افراد انسانی آپ کے دست اقدس پر مرید ہوئے شاید و باید ہی دوسرے سے ہوئے ہوں صرف ممبئی اور اس کے اکناف میں ۲۰، ۲۵ ہزار اشخاص مرید ہوئے جبکہ دوسرے علاقہ میں آنجناب کا دورہ زیادہ رہا ہے۔ اور ایک روایت کے مطابق سات سونفور سرزمین عرب میں آپ کے دامن کرم سے وابستہ ہوئے۔ لیکن حضور مفتی اعظم ہند کی یہ کرامت و بزرگی ہی کہیے کہ انسان تو انسان جن اور رجال الغیب بھی آپ کے بے شمار تعداد میں مرید ہیں۔ مولینا عبدالنعیم عزیزی بلرامپوری زید مجدہ نے اپنی بعض تصنیفات میں لکھا ہے کہ:

''حضرت نے بہت سے ان دیکھے لوگوں کو مرید فرمایا اور تعویذات عطا کیے۔ یہ معلوم نہیں کہ کون تھے، لوگوں کا قیاس یہ ہے کہ یا تو جنوں کو مرید کیا یا رجال الغیب کو''

اس کی تائید شہزادۂ صدر الشریعہ حضرت مولینا بہاء المصطفیٰ دامت برکاتہم العالیہ کے ذیل کے بیان سے بھی ہوتی ہے۔

''ادھر ایک ہفتہ سے حضرت کا یہ معمول ہو گیا تھا کہ حضرت گیارہ بجے کے بعد رات میں لوگوں سے چلے جانے کو کہتے اور اپنے کمرے میں صرف تنہا رہتے۔ دروازہ کے پاس کچھ لوگ احتیاطاً رہتے۔ اندر سے اس طرح کی آوازیں آتیں کہ ''جاؤ تمہیں مرید کیا، جاؤ تمہارا کام ہو گیا'' مرید کرتے وقت جو دعائیں ہوتی ہیں اور جو وظائف پڑھے جاتے ہیں وہ سب سننے میں آتے''۔ ۹۴

فقیر راقم السطور کہتا ہے کہ مولانا خالد مصباحی صاحب سابق صدر مدرس مدرسہ اشاعت الاسلام جھریا جو ایک باصلاحیت و باعمل عالم ہیں، دعا و تعویذ سے بھی اچھا شغف رکھتے ہیں۔ اور کبھی جنوں کی حاضری بھی کراتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ علامہ اختر رضا

---

۹۴ رفاقت مفتی اعظم نمبر ص: ۲۰۔

ازہری کے کافی تعداد میں جنات مرید ہیں...... فقیر نے دریافت کیا کہ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا تو انہوں نے بتایا کہ میں نے دو جنوں سے پوچھا اور تعداد بھی پوچھی تو ان دونوں نے کہا کہ ڈیڑھ لاکھ جن آپ سے مرید ہیں اور بعض آپ کی خدمت میں بھی رہتے ہیں۔ پھر میں نے سوال کیا تو اس کا مطلب ہے کہ حضور مفتی اعظم قدس سرہ سے بھی کافی جنات مرید ہوئے ہوں گے تو انہوں نے جواب دیا کہ ''ہاں، یقیناً ان کے بھی کافی تعداد میں جنات مرید ہیں'' مولٰینا موصوف نے ۲۸ دسمبر ۱۹۹۵ء بروز جمعرات کو 'لوہردگا' کے ایک دیہات کے ایک پروگرام کی واپسی پر رانچی کے سفر میں بتایا۔

## ایک جن کی آمد کا حیرت ناک واقعہ

ایک مرتبہ فقیہ النفس حضرت مفتی شریف الحق صاحب امجدی رحمہ اللہ رات کے وقت ایک محفل میں مفتی اعظم سے فتوؤں کی تصحیح کرا رہے تھے۔ اس وقت ایک جن کی آمد اور مفتی اعظم کی خدمت کرنے کا ایک حیرت اور استعجاب میں ڈال دینے والا واقعہ پیش آیا۔ اس واقعہ کے اصل راوی چونکہ حضرت فقیہ النفس موصوف ہی ہیں لہٰذا انہیں کی نوک قلم سے سنیے:

''اسی مبارک محفل کا ایک حیرت ناک واقعہ یہ ہے کہ سخت سردیوں کے دن تھے اور حضرت کے لیے انگیٹھی تھی جو کچھ دیر بعد ٹھنڈی ہونے لگی حقہ کی آگ بھی ختم ہونے پر آئی۔ اچانک فرمایا، اگر کوئلہ ہوتا تو انگیٹھی بھی گرم ہو جاتی اور تمبا کو بھی پورا جلا نہیں ہے وہ بھی کام میں آجاتا، میں نے عرض کیا...... اندر خادمہ کو آواز دے کر کوئلہ منگوا لوں...... فرمایا ''دن بھر کی تھکی ماندی بیچاری سو گئی ہوگی، جانے دیجیے''۔

مظفر پور کے ایک شاہ صاحب کبھی کبھی آکر آستانہ عالیہ پر قیام کرتے دو دو مہینے تک رہتے بظاہر اس کا کوئی مقصد معلوم نہیں ہوتا۔ میں نے ایک دو بار پوچھا بھی تو یہ کہا کہ صرف حضرت کی زیارت کے لیے آجاتا ہوں۔

جب تک حضرت باہر تشریف رکھتے وہ حضرت کی خدمت میں حاضر رہتے۔ مذکورہ بالا گفتگو کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ شاہ صاحب بیرونی دروازے سے اندر آئے اور

رومال میں کچھ لائے۔اس کا دھیان نہ آیا کہ دروازہ اندر سے بند ہے یہ کیسے آگئے۔انھوں نے حاضر ہوکر عرض کیا حضرت! یہ کوئلہ ہے اور انگیٹھی میں انڈیل دیا۔کچھ کوئلے چلم میں ڈال دیے، انگیٹھی میں کچھ چنگاریاں رہ گئی تھیں۔شاہ صاحب کوئلہ ڈال کر بیٹھ گئے۔ حضرت نے فرمایا کہ پنکھا یا دفتی ہوتی تو اسے ہوا کردی جاتی...... میں اپنے کمرے میں پنکھا یا دفتی تلاش کرنے چلا گیا، مگر نہ پنکھا ملا نہ دفتی، مجھے آنے جانے میں مشکل سے دو ڈھائی منٹ لگے ہوں گے۔واپس آکر دیکھا تو انگیٹھی اور چلم دونوں کے کوئلے دہک رہے ہیں۔مجھے کچھ حیرت ہوئی مگر میں اپنے کام میں لگ گیا۔بارہ بجے کے بعد حضرت اندر تشریف لے گئے اور ہم لوگ اپنے اپنے کمرے میں جاکر سو گئے۔شاہ صاحب نماز وجماعت کے پابند تھے ہمیشہ باجماعت نماز پڑھتے تھے مگر اس دن فجر کی نماز میں نہیں تھے مجھے ایک خیال تو ہوا مگر پھر ذہن سے نکل گیا۔ناشتے کے وقت ان کی تلاش ہوئی تو غائب اور کھانے میں بھی غائب، تحقیق کی تو سب نے بتایا کہ وہ آئے ہی نہیں ہیں۔اب میرے دماغ میں کھلبلی مچی کہ یہ کیا معاملہ ہے۔رات کو جب پھر مسائل سنانے بیٹھا تو پہلے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ شاہ صاحب رات میں کوئلہ لے کر آئے تھے پتہ نہیں کہاں چلے گئے۔فرمایا چلے گئے ہوں گے، آپ اپنا کام کریں''۔میرا ظن غالب ہے کہ یہ حضرت شاہ صاحب کی صورت میں کوئی جن تھے۔یہ بات سب کو معلوم ہے کہ حضرت کے بکثرت مریدین جن بھی ہیں۔''[95]

## نماز تہجد میں رجال الغیب کی امامت

مسجد خیر اللہ شاہ پیلی بھیت کے امام مولوی اشرفی صاحب جو عامل بھی ہیں، ایک شخص کو جس پر جن آتا تھا دیکھنے گئے، جن نے ان سے کہا کہ اگر مجھ سے پیچھا چھڑانا ہے تو مجھے حضور مفتی اعظم کے پاس لے جائیے۔امام صاحب کو بڑی حیرت ہوئی اور پوچھا کہ تم مفتی اعظم کو جانتے ہو؟''بولا''انہیں کون نہیں جانتا'' آپ لوگ ان کی عظمت اور ان کے مرتبہ

[95] انوار مفتی اعظم ص: ۲۶۰۔مضمون حضرت فقیہ النفس مفتی شریف الحق صاحب امجدی علیہ الرحمہ۔

سے واقف نہیں ہیں۔ مفتی اعظم تو وہ ہیں جو تہجد میں رجال الغیب کی امامت کرتے ہیں۔[۹۶]

## بے مثل نماز اور ظہور کرامت

خاصان خدا کے لیے تنگ و کوتاہ جگہ بھی کشادہ ہو جاتی ہے اور یقیناً یہ کرامت کی ہی دلیل ہے۔ چنانچہ علامہ ازہری میاں قبلہ تحریر فرماتے ہیں۔ ''ناگپور کے سفر میں حضرت، میں اور حضرت کا خادم ٹرین سے جارہے تھے۔ ڈبہ میں بڑی بھیڑ تھی۔ حضرت آرام فرمارہے تھے، ظہر کا وقت تنگ ہورہا تھا، میں بڑا پریشان تھا کہ حضرت اس بھیڑ بھاڑ میں کیسے وضو فرمائیں گے اور کیسے نماز ہوگی' ابھی کشمکش میں تھا کہ حضرت خود بخود بیدار ہو گئے اور بھیڑ نے خود راستہ دے دیا۔

حضرت نے وضو کیا اور پھر فرمایا۔ ''تم لوگ جگہ دو، ہم نماز پڑھیں گے'' سبھی غیر مسلم تھے اس میں سے ایک نے کہا کہ جگہ تو ہے لیکن کیسے نماز پڑھیں گے'' حضرت کو جلال آگیا اور فرمایا ''ایک پر ایک چڑھ جاؤ' وہ ایک دوسرے سے سمٹ سمٹ کر کھڑے ہو گئے اور نماز کے لیے جگہ مل گئی اور حضرت کے طفیل ہم سب کو بھی نماز مل گئی۔ اس واقعہ سے نہ صرف حضرت کی کرامت کا ظہور ہوتا ہے بلکہ ان کی شریعت پر سختی سے پابندی، ان کے تقوی اور بے خوفی کا بھی اظہار ہوتا ہے''۔[۹۷]

## غائبانہ مرید کرنا اور ایک کرامت کا ظہور

تاجدار اہل سنت مفتی اعظم قدس سرہ سے مسلمانوں کے حسن عقیدت اور دینی جذبات کا لحاظ فرماتے ہوئے زندگی کے اخیر حصہ میں یہ فرمادیا تھا کہ ''میں نے ان تمام لوگوں کو مرید کیا جو مجھ سے مرید ہونا چاہتے تھے''۔ آپ نے اس فرمان کی تصدیق اپنے ایک محب کو بعد وصال خواب میں زیارت کرا کے بھی کرائی جو آپ کی کرامت پر دال ہے۔ شاعر اسلام راز الہ آبادی کے حقیقت نگار قلم سے سنیے:

۹۶ استقامت مفتی اعظم نمبر ص: ۲۹۸

۹۷ استقامت مفتی اعظم نمبر۔ مضمون جانشین مفتی اعظم علامہ اختر رضا خان ازہری میاں قبلہ۔

''حضرت کے سفر آخرت کے آخری حالات پر میرا ایک مضمون کئی اخباروں میں چھپا جس میں میں نے یہ لکھا تھا کہ آخری وقت میں حضرت نے فرمادیا تھا کہ ''میں نے ان تمام لوگوں کو مرید کرلیا جو مجھ سے مرید ہونا چاہتے تھے اور کسی وجہ سے ابھی تک نہ ہوسکے'' اس بات کی صداقت پر ایک صاحب جو لکھنؤ کے تھے ان کو یقین نہیں آرہا تھا حالانکہ وہ مرید ہونا چاہتے تھے اس بات کے شاہد اور اس واقعہ کے راوی جناب قیصر وارثی لکھنوی ہیں انہوں نے فرمایا کہ میرے وہ دوست مجھ سے پوچھ رہے تھے کہ کیا یہ واقعہ ہوا ہے کہ حضرت نے یہ فرمایا ہے، انہوں نے اس واقعہ کی تصدیق کی اور کہا، راز الہ آبادی نے درست لکھا ہے پھر بھی یہ بات ان کے دل کو کھٹک رہی تھی، اطمینان قلب نہیں تھا۔ دوسرے دن صبح ہی وہ جناب قیصر وارثی کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ مجھے بڑی ندامت ہے کہ میں نے اس بات کو غلط سمجھا تھا گذشتہ شب کو میں جب سویا تو میں نے حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ تعالی علیہ کو اولیائے کرام کے جھرمٹ میں دیکھا۔ کیا تابناک اور دل نواز، روح افزا منظر نظر آیا۔ انہوں نے بتایا کہ حضرت مفتی اعظم تشریف فرما تھے اچانک اپنے سر سے خوبصورت عمامہ کو کھول دیا اور اس کو لے کر ہوا میں گردش کرنے لگے۔ قریب ہی ایک ضعیفہ تشریف فرما تھیں وہ کہنے لگی کہ حضرت کیا کرتے ہیں؟ حضرت نے فرمایا کہ میں ان تمام مسلمانوں کو مرید کر رہا ہوں جو مجھ سے مرید ہونے کا ارادہ رکھتے تھے۔ سبحان اللہ۔ ۹۸

## آپ کی کرامت وعنایت خود مرتب کے ساتھ

فقیر راقم السطور ۸؍رمضان المبارک روز جمعہ ۱۴۰۱ھ کی تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتا جب کہ مفتی اعظم ہند کی کرامت وعنایت نے دل میں انشراحی کیفیت اور زندگی میں انقلاب برپا کیا تھا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ میں کسی وجہ سے اپنا سارا سامان چھوڑ کر صرف ایک کرتا اور تہبند پہن کر گھر سے بریلی کے لیے نکل پڑا۔ بچپن کا زمانہ تھا، ناسمجھی میں کچھ رقم بھی ساتھ نہیں لیا۔ امنگ یہ تھی کہ کسی طرح پیرومرشد کا دیدار ہو جائے۔ رات میں کسی طرح بی بی جی مسجد بریلی پہنچا۔ بغیر سحری کھائے روزہ کی نیت کرلی۔

۹۸ حوالہ مذکورہ، ص: ۵۲۰

غالباً ۸؍رمضان جمعہ کی صبح کو پتہ لگایا کہ تاجدار اہل سنت مفتی اعظم کہاں تشریف رکھتے ہیں۔لیکن میرے لیے سب سے بڑا فکر انگیز مشکل امر یہ تھا کہ بغیر ٹوپی کا سر لیے کیسے حاضری دوں۔پیر صاحب کو کیا جواب دوں گا اگر انہوں نے ڈانٹنا شروع کیا۔بہت دیر تک یہی سوچتا رہا اسی فکر میں بی بی جی مسجد سے چلا لیکن مقصود سے بہت دور جا پڑا۔رضا نگر کے بجائے دوسری جگہ کی ایک مسجد میں پہنچ گیا۔وہاں دیکھا کہ ایک متولی صاحب ہیں اور ان کے ساتھ کام کرنے والا ایک لڑکا ہے۔جمعہ کے لیے مسجد کی صفائی کرنے میں مشغول ہیں میں وہاں جا کر بیٹھ گیا۔تھوڑی دیر کے بعد متولی صاحب نے فرمایا میاں کہا سے آئے ہو؟ بندے نے جواب دیا: ضلع مدھو بنی بہار سے'' انہوں نے حقارت آمیز لہجے میں کہا کہ ادھر کے لوگوں کو تو نماز بھی پڑھنا نہیں آتا۔میں نے عرض کیا جناب والا ہر ایک کو ایک ہی طرح نہیں سمجھنا چاہیے۔ہماری طرف اچھے بھی ہیں اور برے بھی ہیں۔ایک سے بڑھ کر ایک جید عالم دین بھی ہیں اور انپڑھ بھی۔انہوں نے جھٹ سے کہا''میں نے وہاں کے بڑے بڑے مولویوں کو دیکھا ہے وہ صحیح طریقے سے نماز تک ادا نہیں کر پاتے۔اگر تم ہی صحیح طور سے نماز پڑھ کر دکھاؤ تو سمجھوں۔میں نے کہا دیکھئے،اور نماز کی کیفیت دکھانے کھڑا ہو گیا۔ جب سجدے میں گیا تو متولی صاحب کبھی ناک کی ہڈی کی طرف دیکھ رہے ہیں،کبھی دونوں پاؤں کی انگلیوں پر تنقیدی نظر ڈال رہے ہیں۔پاؤں کی ساری انگلیوں کے پیٹ زمین سے لگے رہے اور ناک کی ہڈی بھی۔جب میں نے سجدے سے سر اٹھایا تو انہوں نے کہا میاں! تم تو بہت اچھی طرح نماز پڑھنا جانتے ہو۔کہیں تعلیم بھی حاصل کرتے ہو؟ میں نے کہا کہ ہاں فلاں جگہ۔''تو تمہارے سر پر ٹوپی نہیں ہے''میں نے جوب دیا کہ کسی وجہ سے گھر سے ٹوپی نہ لے سکا۔انہوں نے فوراً اپنے خادم کو جیب سے پیسے نکال کر دیا اور کہا کہ جاؤ ایک ٹوپی لے کر انہیں دے دو......میں نے ٹوپی لی اور خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے وہاں سے رضا نگر کی طرف چل پڑا۔میں نے سمجھا کہ حضرت شیخ کی یہ پہلی کرامت ہے کہ اس بہانے بغیر دست سوال دراز کیے مجھے ٹوپی مل گئی۔

کاشانۂ اقدس کے پاس پہنچ کر دریافت کیا کہ حضرت کہاں ہیں، بتایا گیا کہ حضرت غسل فرما رہے ہیں۔ سنا تو تھا انتظار کی گھڑی کاٹے نہیں کٹتی مگر اس کا تجربہ یہاں ہوا۔ دل مضطرب و بے قرار، ذہن کشمکش کا شکار، عجیب عالم ہے۔ جوں جوں وقت گذرتا جا رہا ہے بے تابی بڑھتی جا رہی ہے۔ میں کاشانۂ اقدس کا چکر کاٹ رہا ہوں کبھی یہ بھی خیال آتا کہ میں اجنبی آدمی ہوں، بڑی سرکار تک میری رسائی کیسے ہو سکتی ہے۔ اس خیال سے ذہن پر پردہ پڑا رہا کہ ان خاصان خدا کے یہاں اجنبیت وغیر اجنبیت کا لحاظ نہیں ہوتا، وہ تو یہ دیکھا کرتے ہیں کہ آنے والا نبی کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے والا ہے یا نہیں۔ اس نبی کی اطاعت شعار جماعت سے ہے یا باغیوں سے۔ وہ تو وفا شعاروں کو گلے سے لگاتے ہیں۔ اتنے میں دیکھا کہ مفتی اسلم صاحب مقصود پور مظفر پور کے ایک طالب علم کو لے کر پہنچے تا کہ اسے سلسلہ میں داخل کرائیں۔ انہوں نے بھی پتہ لگایا، کچھ دیر کے بعد خبر آئی کہ حضرت اندر بلا رہے ہیں۔ ہم تینوں وہاں پہنچے۔ قدم بوسی اور دست بوسی کی۔ خیر و خیرت معلوم کر لینے کے بعد طالب مذکور کو داخل سلسلہ کرنا شروع کیا۔ فقیر نے بھی سوچا کہ صحابیِ رسول حضرت سلمہ بن اکوع کی سنت ادا ہو جائے اور پھر ہاتھوں میں ہاتھ رکھ کر تجدید بیعت کا شرف حاصل ہو جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

واضح رہے کہ اس سے قبل شمس العلوم گھوسی کے دوران تعلیم حضرت سے مبارکپور میں مرید ہو چکا تھا جبکہ آپ مبارکپور نعمان صاحب کے یہاں تشریف لائے تھے۔ بریلی میں چند دن کے قیام میں شام غربت سے دو چار مسافر کو بارگاہِ مفتی اعظم سے جو فیوض و برکات حاصل ہوئے وہ الفاظ کی لڑی میں مجھ جیسے ہیچمداں سے بعید تر ہے۔

یہاں یہ ذکر فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ آج الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور دن بدن ترقی کی شاہراہ پر ہے ہر جگہ اس کے حسن کارکردگی اور علم وعرفان کی دھوم مچی ہوئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ حضور حافظ ملت اور حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہما جیسے اولیاء کرام کے قلبی لگاؤ اور دعاؤں کا ہی ثمرہ ہے اس سفر میں میرا ارادہ ہوا کہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور تحصیل علم کے لیے

حضور مفتی اعظم ہند سے اجازت لے کر جایا جائے تا کہ برکت حاصل ہو۔ اپنے معمول کے مطابق ایک دن عصر کی نماز سے فارغ ہو کر مسجد رضا میں حضرت تشریف فرما تھے کے بے شمار میکشوں کی بھیڑ لگ ہوگئی کوئی دست بوسی اور قدم بوسی میں لگا ہے کوئی دعائیں کرا رہا ہے، کوئی اور چیز کی التجا کر رہا ہے اس اژدہام کثیر میں باوجودیکہ میں حضرت سے قریب ہی کھڑا تھا میری آواز صدا بصحرا ہو کر رہ جاتی، اخیر میں ذہن نے کام کیا، میں نے خادم صاحب سے عرض کی کہ میں الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ بغرض تعلیم جانا چاہتا ہوں، حضرت سے کہیے کہ فدوی کو وہاں جانے کی اجازت دے دیں۔ خادم صاحب نے مہربانی کی، اور عرض کیا، حضرت! یہ لڑکا الجامعۃ الاشرفیہ پڑھنے جانا چاہتا ہے، اجازت چاہتا ہے۔ الجامعۃ الاشرفیہ اور وہاں کے اساتذہ کرام سے حضرت کے دلی لگاؤ کا انداز کیجیے کہ جونہی حضرت نے الجامعۃ الاشرفیہ کا نام سنا فوراً میری طرف مخاطب ہو گئے اور فرمایا: ہاں ہاں! ضرور جایئے، اجازت ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو علم عطا فرمائے۔ پہنچ کر وہاں کے سارے اساتذۂ کرام مفتی شریف الحق صاحب اور فلاں فلاں کو میرا اسلام کہہ دیجئے گا۔"

ان میٹھے جملے کو سن کر خوشی خوشی اپنے ایک ہمدرد محب مکرم مولینا اسد اللہ صاحب بستی پوری کے ہمراہ الجامعۃ الاشرفیہ کیلئے روانہ ہو گیا...... آپ کی دعا کے نتیجے میں فقیر کو علم کی اتنی برکت ملی کہ اس کے بعد الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور میں جماعت رابعہ سے لے کر ثامنہ تک ۵ سالوں میں ہر سال اعلیٰ نمبر سے کامیاب ہوتا رہا اور وہاں سے تقسیم کیے جانے والے انعامات کا مستحق بنتا رہا۔

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی، بصیرت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

## مفتی اعظم کی ولایت کے خلاف بکنے والے پر عتاب

مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان اکثر ریاضت ومجاہدہ اور اوراد ووظائف لوگوں کے سامنے نہیں کرتے کہ مبادا ریا وعجب کا خلل نہ آئے، اسی لیے اکثر نوافل آپ چھپا کر ہی ادا

کرنا پسند فرماتے۔ جس کی وجہ سے ظاہر بیں نگاہیں کبھی مغالطہ میں بھی پڑتیں لیکن انھیں کیا معلوم کہ اہلِ بصیرت نے یہاں تک مشاہدہ کیا ہے کہ آپ مکہ مکرمہ میں حج کے سارے ارکان ادا کر رہے ہیں، کبھی طواف کر رہے ہیں، کبھی منیٰ میں ہیں، کبھی صفا ومروہ کی سعی کرتے نظر آرہے ہیں۔ بریلی آکر پوچھا تو معلوم ہوا کہ حضرت تو امسال حج کے لیے گئے ہی نہیں، انھوں نے تو یہاں بقرعید کی نماز پڑھائی ہے، عقدہ کھلا کہ ظاہری جسم کہیں متمکن تھا اور باطنی کہیں اور ہی عبادت الٰہی میں مشغول ومشغوف۔ روح یہاں تھی اور روحانیت وہاں کارفرما...... اس روحانیت کے تاجدار کے اخفائے حال کا معاملہ یہ ہے کہ تہجد میں رجال الغیب کی امامت فرماتے ہیں، مگر ہم نشیں تک کو خبر نہیں۔

ایک ظاہر بیں دیدۂ کور لے کر مغالطے میں پھنسا، سوچا کہ انہیں آزمالیا جائے کتنے پانی میں ہیں۔ ولی کامل نے چاہا کہ خود اس کی جھوٹی عقیدت ومحبت کا پردہ فاش کر دیا جائے۔ دیوانگان عشق کی چال چلی، الٹی چال کو غریب سمجھ نہ سکا اور اپنی نامرادی پر شور مچانے لگا۔ ''بہت سنا تھا کہ مفتی اعظم بڑے بزرگ ہیں، ولی کامل ہیں، میں رات بھر جاگا لیکن میں نے تو ان میں کوئی بات نہیں دیکھی۔ انہوں نے تہجد تک نہیں پڑھی رات بھر سوتے رہے۔''

رب تبارک وتعالی کو کب گوارہ تھا کہ اس کے محبوب بندے کی عزت ومقبولیت کو نیلام کیا جائے، بر سر عام اس کی ولایت وبزرگی اور ریاضت ومجاہدہ کا مذاق اڑایا جائے۔ پھر کیا تھا۔ گھر میں آگ لگ گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے سارا مال ومتاع خاکستر۔ ہاں ہاں ولی اللہ سے دشمنی مول لینے کا مطلب ہی یہی ہے کہ براہ راست اللہ رب العزت سے دشمنی مول لی جائے۔ اس نے خود اپنے برگزیدہ رسول کی زبان میں فرمایا ہے۔ ''مَنْ عَادیٰ لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ آذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ'' (جس نے میرے ولی سے دشمنی کی اس کے لیے میری طرف سے اعلان جنگ ہے) (مشکوۃ)

اب واقعہ کی حقیقت فقیہ النفس حضرت شارح بخاری سے سنیے وہ کیا کہتے ہیں:

ایک واقعہ یہ ہے کہ مغربی دیناجپور، اسلام پور کے علاقے میں ایک شخص نے حضرت

کو مدعو کیا اور اہتمام کیا۔ جب حضرت آرام کے لیے لیٹے تو وہ شخص رات بھر جاگتا رہا۔ حضرت نے وہاں بھی تہجد نہیں ادا کی۔ اذان فجر کے بعد میں نے حسب دستور حاضر ہو کر جگا یا تو اٹھے اور عادت کے مطابق اسفار کے بعد باجماعت نماز پڑھی۔ ناشتے کے بعد ہم لوگ وہاں سے رخصت ہو گئے ...... سننے میں آیا کہ اس نے یہاں یہ کہنا شروع کر دیا کہ بہت مشہور تھا کہ بہت بڑے بزرگ ہیں میں نے تو ان میں بزرگی کی کوئی بات نہ دیکھی، انہوں نے تہجد تک نہیں پڑھا...... وہ عتاب کا شکار ہوا، اس کے گھر میں آگ لگ گئی۔ سارا گھر و سامان، مال و متاع جل گیا۔ ہزاروں کے نوٹ گھر میں تھے جل کر راکھ ہو گئے۔ صرف بدن کے کپڑے بچے۔ اس تباہی سے وہ نیم پاگل ہو گیا۔ اطراف کے علما نے اسے تنبیہ کی کہ تو نے ایک ولی کامل کی شان میں گستاخی کی اس کی سزا ہے...... اب اسے ہوش آیا، مگر کیا کرتا، دل ہی دل میں توبہ کی، عاجزی وزاری کی۔

اتفاق کہ سال بھر کے بعد پھر حضرت مفتی اعظم ہند اس اطراف میں تشریف لے گئے تو اس نے حاضر ہو کر معافی مانگی اور حضرت کو پھر اپنے گھر لے گیا اور مرید ہوا۔ اب وہ خوش حال فرد ہے''۔ ۹۹

ہم گذشتہ صفحات میں ثابت کر آئے ہیں کہ تاجدار اہل سنت سیدی مفتی اعظم نائب غوث اعظم تھے، تو پھر آپ غوث اعظم کی سراپا کرامت بن کر کیوں نہ چمکتے، ان کی کرامت کی جلوہ گری کیوں نہ اجاگر ہو کر سامنے آتی۔ شیخ اصفہانی کے ساتھ یہی سانحہ تو پیش آیا تھا کہ انہوں نے سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کی انتہائے ولایت و کرامت اور بزرگی تسلیم نہیں کی تھی اور آپ کے لیے گردن جھکانے کے لیے تیار نہ ہوئے تھے۔ ادھر نگاہ غضب اٹھی ادھر شیخ اصفہانی سخت عتاب کے شکار ہوئے ...... ٹھوکر کھانے کے بعد مجرم کی طرح دربار غوثیت میں حاضر کیے گئے، معافی چاہی پھر گئی مشیخت غوث اعظم نے واپس کر دی۔

میری قسمت بری ہو تو بھلی کر دے کہ ہے\
محو و اثبات کے دفتر پہ کروڑا تیرا

۹۹ انوار مفتی اعظم ص: ۲۷۰۔

عرصہ ہوا کہ کہیں پڑھا تھا۔حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے یہاں آپ کے شاگرد رشید اور وقت کے جلیل القدر امام، امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالی عنہ آئے۔رات میں آپ ہی کے یہاں قیام کیا۔طعام و نماز اور دیگر امور کی انجام دہی کے بعد سو گئے۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ والرضوان کی دختر نیک اختر نے ان کی آرامگاہ میں پانی لاکر رکھ دیا کہ رات میں تہجد وغیرہ کے لیے اٹھیں گے اور وضو بنائیں گے۔صبح کو اٹھی تو سب سے پہلے اس حجرہ شریفہ میں گئی دیکھا کہ پانی یوں ہی پڑا ہے۔والد گرامی سے شکایت کی کہ یہ کیسے امام وقت اور بزرگ ہیں کہ تہجد بھی نہیں پڑھتے، پانی جوں کا توں رکھا رہ گیا۔حضرت امام شافعی نے فرمایا: بیٹی! ان کے بارے میں کچھ لب کشائی نہ کرو۔ان کا سونا' جاگنا ہر ایک عبادت الٰہی اور خدمت دین میں گذرتا ہے۔علم حدیث کی سوچ وفکر ان کا اوڑھنا بچھونا ہے۔

خدا رسید کس طرح چھپ چھپا کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں قربان جایئے۔جمشید پور کے ایک عظیم مجذوب بزرگ حضرت مصاحب بابا ہیں۔رحمۃ اللہ تعالی علیہ۔لوگ ان کے بارے میں یہی جانتے ہیں کہ وہ دیوانہ وار شہر میں گھومتے رہتے تھے ہمیشہ حالت جذب میں رہتے۔کبھی کسی نے عبادت کرتے نہیں دیکھا۔لیکن آج سے چند سال قبل مولانا غلام آسی پیا صاحب کے ایک مرید صوفی صاحب نے حضرت بابا موصوف کے عرس کے موقع پر راقم سے بتایا کہ ''میں ایک جگہ سے کام سے فراغت پا کر تقریباً ساڑھے بارہ بجے رات کو آرہا تھا کہ دیکھا کہ (جہاں رات میں آرام کرتے تھے) وہاں مصاحب بابا نماز پڑھ رہے ہیں اور ان کے ارد گرد کتے بھونک رہے ہیں'' بہت سارے اللہ کے بندے اس فرش گیتی پر ایسے ہی ہیں خصوصاً فرقۂ ملامتیہ سے تعلق رکھنے والے۔ظاہر میں کچھ باطن میں کچھ۔

تمہارے جلوۂ رنگیں ہی کی ساری بہاریں ہیں
بہاروں سے عیاں تم ہو، بہاروں میں نہاں تم ہو

سب لوگ جدھر وہ ہیں ادھر دیکھ رہے ہیں ☆ ہم دیکھنے والوں کی نظر دیکھ رہے ہیں

ہاں! عاشقوں کی شان میں بکواس کرنے والا اگر غیر ہے تو ''فِیْ ضَلٰلِهِمْ یَعْمَهُوْ نَ''

کے تحت استدراج وامہال میں پھنسا ہے۔ اور اگر اپنا بن کر ایسی جرأت کرتا ہے تو اس کا وہی حال ہوتے دنیا نے دیکھا ہے جو مغربی دیناجپور والے صاحب کا ہوا یا اس سے بھی بدتر۔

بنارس کے ایک صوفی صاحب جو اپنے وقت کے بہترین خطیب بھی مانے جاتے رہے۔ لیکن مفتی اعظم کی شان میں گستاخی کی بول بولنے پر تلا۔ زمانہ نے دیکھا کہ کس طرح عتاب الٰہی میں گرفتار ہوا، برسہابرس بستر مرگ پر پڑا رہا۔ کوئی پرسان حال نہ ہوا۔ جہاں پڑا ہے وہیں پاخانہ، پیشاب کرتا اور نہایت بے چارگی کے عالم میں درد و کرب کے ساتھ چل بسا۔

## وفات اور استقامت وکرامت

سیدی مفتی اعظم مصطفیٰ رضا خان نوری، اللہ تعالیٰ کے کتنے برگزیدہ اور محبوب بندوں میں تھے، ہر کہ و مہ میں یہ صلاحیت نہیں کہ بیان کر سکے۔ طفولیت سے لے کر جوانی، جوانی سے لے کر کہولت، کہولت سے لے کر بڑھاپا اور وہاں سے لے کر قبر تک سراپا استقامت وکرامت ہی نظر آتے ہیں۔ اپنے مالک حقیقی سے ملنے جارہے ہیں، بستر مرگ پر ہیں مگر استقامت وکرامت کے ایسے جبل مستقیم بنے رہے کہ ذرا بھی جادۂ شریعت سے سرکتا نہ دیکھا گیا۔ انتقال کے وقت بھی اس مرد حق آگاہ نے عشق رسول اتباع شریعت اور کرامت وبزرگی کے کیا کیا گل بوٹے اگائے ہیں ملاحظہ فرمایئے۔

آپ کی تدفین کے تیسرے روز یکشنبہ کو تعزیتی جلسہ ہوا، جس میں ہندوستان کے نامور علماء وخطباء نے رقت انگیز تقریریں کیں۔ اس موقع سے ریحان ملت حضرت مولینا رحمانی میاں نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ:

انتقال کی شب جبکہ لوگ حضرت کی خدمت میں مصروف تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ''مجھے سید کی خوشبو محسوس ہو رہی ہے۔ کیا یہاں کوئی سید صاحب موجود ہیں؟'' لوگوں نے کہا جی حضور! سید محمد حسین صاحب افریقی موجود ہیں۔ یہ سنتے ہی ضعف ونقاہت کے باوجود اٹھنے کے لیے بے چین ہو گئے اس وقت آپ چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ کمزوری

اتنی تھی کہ اٹھا نہیں جارہا تھا۔لوگوں نے حضرت کو پکڑ لیا اور درخواست کی کہ حضور کمزوری بہت زیادہ ہے۔آپ اس وقت نہ اٹھیں۔حضرت نے سید صاحب کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ:

''آپ خدمت کر کے مجھے گنہ گار نہ بنائیں،آپ میرے لے دعائے خیر فرمائیں اور بس!''

اسی اجلاس میں حضرت کے خادم خاص مولینا عبدالحمید (مدغاسکر افریقہ) نے گلوگیر آواز میں بیان کیا کہ:

انتقال کی شب کا واقعہ ہے کہ ڈاکٹروں کی اجازت کے باوجود حضرت کچھ کھانا تناول نہیں فرمارہے تھے۔لوگ درخواست واصرار کرتے رہے۔لیکن آپ کسی طرح آمادہ نہیں ہوئے۔آخر میں میں نے کہا،حضور تھوڑا سا کھالیں۔اس سے نماز کی طاقت آجائے گی۔ حضرت نے کہا کہ ٹھیک ہے،نماز کی طاقت آجائے گی تو میں کھالوں گا۔''۱۰۰

تاجدار اہل سنت مفتی اعظم کا وصال ۱۴محرم الحرام ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۲نومبر ۱۹۸۱ء پنجشنبہ کی شب ایک بج کر ۴۰منٹ پر ہوا۔نقاہت وکمزوری کے باوجود اس رات کی عشا بھی آپ نے نہیں چھوڑی۔ایک مرتبہ حاضرین سے آپ نے دریافت فرمایا،''کیا میں نے نماز عشا پڑھ لی ہے؟''لوگ خاموش رہے۔حضرت نے تین بار پوچھا۔لوگوں کی خاموشی سے آپ سمجھ گئے کہ نماز نہیں پڑھی ہے۔لہٰذا بستر پر ہی آپ نے نماز عشا ادا کی۔

سورۃ العصر میں رب تبارک وتعالی نے ارشاد فرمایا ہے:

ترجمہ:بیشک آدمی ضرور نقصان میں ہے مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے،اور ایک دسرے کو حق کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی (تو یہ لوگ گھاٹے اور نقصان میں نہیں ہیں) مطلب یہ ہے کہ ایمان وعمل صالح اور سنت رسول کی پیروی کرنے اور اس عمل صالح اور سنت رسول کی ادائیگی میں پیش آنے والی مشقت ومصیبت پر صبر کرنے کی جو وصیت کر جائے وہ کبھی گھاٹے میں نہیں ہمیشہ نفع پانے والا ہے۔یہاں مجھے عرض یہ کرنا ہے

---

۱۰۰ تین برگزیدہ شخصیتیں ص:۴۶۔مصنفہ مولانا یٰسین اختر مصباحی،ناشر رضوی کتاب گھر بھیونڈی۔

کہ قرآن کے اس فرمان پر اخیر وقت میں بھی آپ کار بند نظر آتے ہیں اور اپنے خویش و اقارب، مریدین ومتوسلین اور قیامت تک آنے والی امت کو حق (ایمان اور سنت مصطفیٰ کی پیروی) کی وصیت اور صبر (ہر مصیبت و مشقت پر) کی وصیت اور تلقین و تاکید فرماتے ہیں۔راوی بیان کرتے ہیں:۔

''وصال سے قبل حضرت نے سب کو وصیت کی کہ: سنت مصطفیٰ کو مضبوطی سے پکڑے رہنا اسی میں دین و دنیا دونوں کی بھلائی ہے۔سنت مصطفیٰ سے ایک سر مو انحراف نہ کرنا۔''حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْل '' ہر مصیبت کے وقت پڑھا کرنا''۔(یعنی اللہ ہی ہمارے لیے کافی ہے اور وہی بہترین مالک ہے)

قوم کو ان دو پیغام سے آشنا کرانے کے بعد سورۂ ملک کی تلاوت فرمائی پھر آیۃ الکرسی پڑھ کر کلمۂ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے سفر آخرت کا آغاز کیا اور 'حسبنا الله و نعم الوكيل' پڑھتے ہوئے جان جان آفریں کو دیدی۔

''حسبنا اللہ'' کی صدائیں گونجتی رہتی ہیں چار سو
بولتا ہے اب بھی وہ لیکن زباں خاموش ہے

اللہ اللہ! کیا حسن خاتمہ ہے۔کیا ہی استقامت ہے۔زندگی بھر اتباع مصطفیٰ اور ذات خدا کو کافی سمجھتے رہے اور آخری لحات میں بھی اسی کا ورد کرتے رہے۔

جناب پروفیسر مسعود احمد صاحب پاکستان اس وقت منظر کشی یوں کرتے ہیں۔

''ہاں وہ وقت آ گیا جس کے تصور سے دل کانپتا ہے اور کلیجہ منہ کو آتا ہے۔

یوں نہ پردہ کرو خدا کے لیے دیکھو دنیا تباہ ہوتی ہے

عزیز و اقارب حاضر خدمت ہیں۔جانکنی کا عالم ہے......اچانک ارشاد ہوتا ہے، پڑھو، پڑھو،''حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ''پڑھو سب پڑھو۔بیشک اپنے بندوں کے لیے وہی کافی ہے......۔

تمام حاضرین بآواز بلند''حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ''پڑھ رہے ہیں اور آپ بھی

پڑھ رہے ہیں۔ پڑھتے پڑھتے اس کے حضور حاضر ہو گئے، اور جان عزیز جان آفریں کو سپرد کردی۔" اناللہ وانا الیہ راجعون۔

دل تو جاتا ہے اس کے کوچے میں
جا، میری جان، جا، خدا حافظ
عرش پر دھومیں مچیں کہ مومن صالح ملا
فرش پر ماتم اٹھا وہ طیب وطاہر گیا

ہندو پاک اور دیگر ممالک کے ۱۰ لاکھ مسلمانوں نے ۱۵ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۳ نومبر ۱۹۸۱ء جمعہ کے دن قریباً ۳ بجے دن اسلامیہ کالج بریلی کے وسیع وعریض میدان میں جنازہ کی نماز پڑھی اور چند ساعات کے بعد رضا نگر محلہ سوداگراں بریلی میں آپ کے والد گرامی مجدد اعظم سیدنا اعلیٰ حضرت کے پہلو میں آپ کو سپرد خاک کر دیا گیا۔

نور احمد کا رخ پاک پہ ہالہ ہوگا    روز وشب مرقد نوری میں اجالا ہوگا

جن کی ہر ہر ادا سنت مصطفےٰ
ان کی نورانی تربت پہ لاکھوں سلام
حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ

۷۸۶

# اہل خیر حضرات

قبرستان جا کر گیارہ مرتبہ قل ھواللہ شریف پڑھکر اس کا ثواب قبرستان والوں کو بخش دینے سے تمام مردوں کے برابر ثواب ملتا ہے۔(حدیث)

یا ارحم الراحمین! قل ھواللہ شریف کے طفیل دین کے ان معاونین کو عفو وعافیت، رزق میں برکت اور سعادت دارین عطا فرما اور ان تمام کو درجات عالیہ پر فائز فرما جن کا ایصال ثواب مطلوب ہے۔

(۱)جناب سید حاجی عظیم اللہ صاحب و جناب سیدہ وسیمہ خاتون

صاحبہ عظیم منزل، مزار روڈ، کبیر نگر، کپالی (جمشید پور) سرائے کیلا (جھارکھنڈ)

**ایصال ثواب:۔** سید محمد انوار الحق مرحوم وسید محمد حنیف مرحوم ونواب النساء۔

(۲)جناب حاجی عبدالحق صاحب رضوی و جناب حافظ افضل حسین

صاحب حبیبی ودیگر پسماندگان کے، جی، این ہارڈ ویر، لوکہا، مدھوبنی (بہار)

**ایصال ثواب:۔** محترمہ حلیمہ خاتون مرحومہ

یا اللہ! تو اپنے حبیب کے طفیل الحاج مولانا محمد یونس رضوی مرحوم ومحترمہ زاہدہ

خاتون مرحومہ اور محترمہ حلیمہ خاتون کی مغفرت فرما اور جنات عالیہ میں جگہ عطا فرما۔

انوار النساء بنت علیم النساء۔ مقام و پوسٹ لوکہا بازار ضلع موھوبنی (بہار)

۷۸٦

# اہل خیر حضرات

یا خدا ! تو اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل دین کے ان معاونین کو عفو و عافیت، رزق میں برکت اور سعادت دارین سے نواز اور ان سب کو درجات عالیہ عطا فرما جن کا ایصال ثواب مطلوب ہے۔

(۱) حاجی محمد نصیر صاحب۔ تاج ٹراویلس، شاستری نگر، بلاک نمبر ۳، پوسٹ کدما۔ جمشید پور۔ فون 226726

**ایصال ثواب** :۔ مرحوم حاجی محمد شفیع صاحب و مرحومہ کلثوم بی بی اور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۲) جناب سید ظفر امام صاحب، مدرسہ کالونی، باری نگر، ٹیلکو، جمشید پور

**ایصال ثواب**:۔ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ و جناب سید عبد الحفیظ مرحوم

یا ارحم الراحمین! الحاج مولانا محمد یونس رضوی مرحوم اور جگن زاہدہ خاتون مرحومہ کی مغفرت فرما اور جنات عالیہ میں جگہ عطا فرما۔

نور جہاں خاتون قادری و حامد رضا و ریحانہ خاتون

آشیانہ ٹینٹ ہاؤس۔ لوکہا بازار۔ مدھوبنی (بہار)

۷۸۶

# اہل خیر حضرات

یا اللہ! سیدنا رسول اعظم وسیدنا غوث اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطے دین کے ان معاونین کو عفوو عافیت، رزق میں برکت اور سعادت دارین سے مالا مال کر اور ان تمام کو درجات علیہ عطا فرما جن کا ایصال ثواب مطلوب ہے۔

(۱) جناب محمد شبیر رضوی صاحب کواٹر۲۔ پی، ایس، بی، ایم ٹو، کدمہ۔ جمشید پور

**ایصال ثواب** :۔ شیخ عقل مرحوم (دادا) بتولن بی بی (دادی) اور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۲) جناب محمد خلیل احمد رضوی صاحب کواٹر B21، آر، این، ون سانگہ روڈ گوشالہ۔ ساکچی۔ جمشید پور۔

**ایصال ثواب** :۔ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا و جناب مرحوم حسین علی

(۳) جناب محمد ضیاء الدین صاحب قادری و جناب سنجر حسین صاحب ٹوئلہ ڈونگری۔ بی بلاک، مکان نمبر ۴۳۹۔ گولموری، جمشید پور۔

**ایصال ثواب**:۔ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ودادا، ودادی مرحومین۔

(۴) جناب نجم الاسلام صاحب عرف لڈن بابا و محمد نواب صاحب۔ شاستری نگر۔ جمشید پور۔

**ایصال ثواب**:۔ مرحوم ضیاء الاسلام و مرحومہ امت النساء۔

۷۸۶

# اہل خیر حضرات

اے اللہ! تو اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل دین کے ان معاونین کو عفو عافیت رزق میں برکت اور سعادت دارین سے مالا مال فرما اور ان سب کو درجات عالیہ عطا فرما جن کا ایصال ثواب مطلوب ہے۔

(۱) جناب محمد مختار عالم صاحب، ہارڈویر شاپ، بلانی، ضلع کیونجھر (اڑیسہ)

**ایصال ثواب:** ۔جناب مرحوم عبدالمجید صاحب۔

(۲) جناب محمد رمضان صاحب۔آزاد محلہ، بلانی، کیونجھر، (اڑیسہ)

**ایصال ثواب:** ۔جناب مرحوم شاہ محمد میاں۔

(۳) جناب مظہر الحق صاحب۔مورننگ بیکری، بلانی، کیونجھر، (اڑیسہ)

**ایصال ثواب:** ۔مرحوم ضیاء الدین حق۔

(۴) جناب محمد ظفر اللہ خان صاحب ولد میر خاں صاحب۔

**ایصال ثواب:** ۔حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم و غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۵) جناب محمد انعام الحق صاحب ولد محمد ہاشم صاحب کواٹر نمبر W.54، بلانی، کیونجھر

**ایصال ثواب:** ۔نظمہ خاتون۔

۷۸۶

# اہل خیر حضرات

یااللہ! تو اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل دین کے ان معاونین کو عفو وعافیت، رزق میں برکت اور سعادت دارین سے نواز اور ان سب کو درجات رفیعہ عطا فرما جن کا ایصال ثواب مطلوب ہے۔

(۱)محمد سالم صاحب، این ون ٹائپ ۲۸۳۔روڈ ۷، پوسٹ کدما، جمشید پور۔سنگھ بھوم

**ایصال ثواب:**۔سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، دادا مرحوم، ودادی مرحومہ

(۲)جناب کلیم اللہ صاحب عطاری رضوی۔ایم،ٹو، پی، ایس، بی، کدما، جمشید پور۔

**ایصال ثواب:**۔مرحوم جناب خیر اللہ صاحب۔

(۳)جناب حاجی عبدالحمید خان صاحب۔ذاکر نگر، کالج روڈ، کپالی۔جمشید پور، سرائے کیلا، (جھارکھنڈ)

**ایصال ثواب:**۔مرحوم سید واحد حسین صاحب، مرحومہ سیدہ فاطمہ بی بی

(۴)جناب محمد وسیم خان صاحب گمولموری فلیٹ B.2/2۔جمشید پور۔

**ایصال ثواب:**۔جناب مرحوم محمد شمیم خان۔

(۵)جناب محمد نوشاد احمد صاحب۔سکریٹری مدینہ مسجد، آزاد نگر، جمشید پور۔

**ایصال ثواب:**۔محمد لقمان وزینب خاتون مرحومین۔

۷۸۶

# اہل خیر حضرات

اے کریم! تو اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے دین کے ان معاونین کو عفو عافیت، رزق میں برکت اور سعادت دارین سے مالا مال فرما اور ان سب کو درجات رفیعہ عطا فرما جن کا ایصال ثواب مطلوب ہے۔

(۱) جناب نصیر احمد صاحب۔ الیکٹریشین، بلانی مارکیٹ، ضلع، کیونجھر (اڑیسہ)

**ایصال ثواب** :۔ والدین مرحومین۔

(۲) جناب محمد محی الدین صاحب۔ کلوتھ مرچنٹ۔ بلانی مارکیٹ کیونجھر (اڑیسہ)

**ایصال ثواب** :۔ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ومرحوم جمن علی، ومرحومہ زیبت النساء۔

(۳) جناب رحیم تاج الدین صاحب کواٹر نمبر N.G.۵۶ بلانی ضلع کیونجھر۔ اڑیسہ

**ایصال ثواب**:۔ مرحوم عبدالرحیم ومرحومہ عزیزہ بی۔

(۴) جناب محمد امین صاحب۔ کواٹر نمبر ۳۰۱.W بلانی۔

**ایصال ثواب** :۔ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ومرحوم امیر علی ومرحومہ زبیدہ خاتون۔

(۵) جناب رابعہ خاتون صاحبہ و جناب محمد ساجد حسین صاحب۔ دھتکی ڈیہہ بی بلاک۔ جمشید پور۔

**ایصال ثواب**:۔ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۷۸۶

# اہل خیر حضرات

یا اکرم الاکرمین! رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے دین کے ان معاونین کو عفو وعافیت، رزق میں برکت اور سعادت دارین سے مالا مال فرما، اوران سب کو درجات عالیہ عطا فرما جن کا ایصال ثواب مطلوب ہے۔

(۱) شاعر اسلام جناب شاہد فیضی صاحب۔ شاستری نگر، بلاک نمبر۲۔ کدمہ۔ جمشید پور

**ایصال ثواب:**۔ ماسٹر واجد علی مرحوم و زبیدہ خاتون مرحومہ و رابعہ خاتون مرحومہ

(۲) جناب احسان احمد صدیقی صاحب۔ غوثیہ محلہ۔ باری نگر۔ ٹیلکو۔ جمشید پور۔

**ایصال ثواب:**۔ جناب محمد سلیمان صاحب مرحوم و شریف النساء مرحومہ۔

(۳) جناب شیخ تفضّل علی صاحب۔ مدرسہ کالونی، باری نگر، ٹیلکو۔ جمشید پور۔

**ایصال ثواب:**۔ حضور سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۴) جناب محمد امتیاز صاحب قادری۔ مدرسہ کالونی۔ باری نگر، ٹیلکو۔ جمشید پور۔

**ایصال ثواب:**۔ مرحوم محمد کالو خاں و صفدری بیگم مرحومہ۔

(۵) جناب محمد امان اللہ صاحب مدرسہ کالونی۔ باری نگر۔ ٹیلکو جمشید پور۔

**ایصال ثواب:**۔ مرحوم محمد یوسف و مرحوم محمد ہاشم۔

(۶) جناب عبدالمنان صدیقی صاحب۔ بھالو باسہ۔ جمشید پور۔

# اہل خیر حضرات

یااللہ! کونین کے دولہا جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے دین کے ان معاونین کو عفو وعافیت، رزق میں برکت اور سعادت دارین سے مالا مال فرما، اور ان سب کو درجات عالیہ عطا فرما جن کا ایصال ثواب مطلوب ہے۔

(۱) جناب عبدالعزیز صاحب۔ کملپور رینی۔

**ایصال ثواب :۔** حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ و مرحوم قابل القاسم۔

(۲) جناب محمد نظام الدین ولد سکمت علی کملپور رینی، سرائے کیلا کھر ساواں، جھارکھنڈ

**ایصال ثواب :۔** سیدنا حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۳) جناب عبدالقیوم ولد خلیفہ صاحب کملپور۔

**ایصال ثواب :۔** حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم و حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۴) جناب محمد محبوب عزیزی صاحب کملپور۔

**ایصال ثواب :۔** حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ و مرحوم امیر علی و مرحومہ کلثوم بی بی

(۵) جناب محمد بشیر صاحب۔ کملپور۔

**ایصال ثواب :۔** حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ و مرحوم محمد عالم و مرحومہ جیدن بی بی

(۶) جناب علاء الدین صاحب، کملپور۔ **ایصال ثواب:۔** صورتن صاحبہ مرحومہ

(۷) جناب محمد شہاب الدین صاحب۔ کملپور۔

**ایصال ثواب :۔** مرحوم فلدری و مرحومہ بمبری بی بی۔

(۸) جناب عبدالقدوس و عبدالعزیز صاحبان۔ کملپور۔

**ایصال ثواب :۔** حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۹) جناب اختر علی و اسیر الدین و شمس الدین صاحبان، کملپور۔

**ایصال ثواب :۔** حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۷۸۶

# اہل خیر حضرات

یا کریم! سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صدقے ہماری نیکیوں کو قبول فرما، روزیوں میں برکت دے اور ہمارے مرحومین کی مغفرت فرما کر جنات عالیہ عطا فرما۔

(۱) جناب محمد آزاد صاحب گرام کملپو ریئنی، پوسٹ سینی، سرائے کیلا کھر ساواں جھارکھنڈ

**ایصال ثواب:**۔ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرحوم قابل القاسم

(۲) شیخ مجید صاحب گرام کملپو ریئنی، پوسٹ سینی، سرائے کیلا کھر ساواں (جھارکھنڈ)

**ایصال ثواب:** جناب ظہور محمد صاحب مرحوم

(۳) اختر صاحب۔ کملپو ریئنی۔

**ایصال ثواب:** مرحوم محمد رفیق صاحب

(۴) جناب عبد العزیز صاحب۔ ولد محمد اسماعیل۔ کملپو ریئنی۔

**ایصال ثواب:**۔ مرحومہ خیر النساء

(۵) سبیدہ خاتون وزبیدہ خاتون۔ کملپو ریئنی۔

**ایصال ثواب:**۔ مرحوم محمد وکیل

(۶) جناب بابو مصطفیٰ صاحب وزلیخا خاتون۔ کملپو ریئنی۔

**ایصال ثواب:**۔ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۷) جناب محمد ادریس صاحب کملپو ریئنی۔

**ایصال ثواب:**۔ مرحوم خلافت حسین صاحب وحضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۸) جناب محمد ناصر صاحب۔ کملپو ر۔

**ایصال ثواب:**۔ مرحوم محمد اسماعیل ومرحومہ افیجن بی بی

وحضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

# اہل خیر حضرات

یا رحمٰن! تو رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے دین کے ان معاونین کو عفو وعافیت، رزق میں برکت، اور سعادت دارین سے مالا مال فرما اور ان سب کو درجات عالیہ عطا فرما جن کا ایصال ثواب مطلوب ہے۔

(۱) پرنس افروز احمد صاحب دکان نمبر ۱۵۔ مسجد کمپلکس، بلانی۔ ضلع کیونجھر

**ایصال ثواب:**۔ مرحوم محمد جعفر صاحب۔

(۲) محمد شہزاد علی۔ کوارٹر نمبر W.155۔ بلانی۔ ضلع کیونجھر (اڑیسہ)

**ایصال ثواب:**۔ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ و مریم خاتون مرحومہ

(۳) جناب ولی محمد صاحب۔ آزاد محلّہ۔ بلانی۔ ضلع کیونجھر۔ (اڑیسہ)

**ایصال ثواب:**۔ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۴) محمد سلام صاحب۔ آزاد محلّہ۔ بلانی۔ ضلع کیونجھر۔ (اڑیسہ)

**ایصال ثواب:**۔ صاحبزادگان مرحومین۔ روش رضا و تسلیم رضا

(۵) محمد افسر حسین صاحب۔ کوارٹر نمبر W.606۔ بلانی۔ ضلع کیونجھر

**ایصال ثواب:**۔ مرحوم غلام رسول صاحب۔

(۶) جناب عبدالحنان خانصاحب۔ بلانی۔ ضلع کیونجھر۔ (اڑیسہ)

**ایصال ثواب:**۔ عبدالرشید صاحب

(۷) جناب محمد نجم الہدیٰ ابن امانت انصاری صاحب نمبر N.G.32، بلانی، ضلع کیونجھر

**ایصال ثواب:**۔ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا

(۸) محمد ریاست علی صاحب فش مرچنٹ، و محمد جاوید صاحب، بلانی، ضلع کیونجھر

**ایصال ثواب:**۔ مرحوم باقر علی صاحب و مرحومہ والدہ صاحبہ

(۹) جناب بسم اللہ خاں صاحب۔ بلانی۔ ضلع کیونجھر۔ (اڑیسہ)

**ایصال ثواب:**۔ مرحوم محمد قمر الدین صاحب

۷۸۶

# مخیّرین قوم

رزق کی کشادگی کے لئے اور مشکلات کے حل کے لئے بعد مغرب یَا بَاسِطُ فَرِّجْ ایک ہزار مرتبہ پڑھنا مجرب ہے۔ اول و آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود غوثیہ

## الملتمسین

(۱) جناب الحاج محمد مستقیم صاحب

(۲) جناب مختار عالم عرف چاند بابا صاحب

(۳) جناب غلام مصطفےٰ صاحب

(۴) جناب رجب علی صاحب

بی ایچ، ایریا، کواٹر نمبر ۷۷۔ روڈ نمبر ا۔ جمشید پور۔

## ایصال ثواب

حضرت مولانا عبدالرشید صاحب مرحوم و جناب مرحومہ رسولن بی بی و جناب ضمیر الدین صاحب مرحوم و شبراتن بی بی مرحومہ اور خاندان کے جملہ مرحومین۔

یا اللہ! اپنے نیک بندوں کے طفیل ہمارے رزق میں برکت عطا فرما اور آفات و امراض سے حفاظت فرما، اور مرحومہ زینت النساء کی مغفرت فرما۔

دعا گو۔ (۱) الحاج صوفی عبدالرشید صاحب، باری نگر۔ ٹیلکو۔ جمشید پور

(۲) نور احمد صاحب ولد مولوی احمد حسین صاحب۔ زکریا کالونی۔ سعد پورہ۔ مظفر پور

# حضرات مخیّرین

(۱) اعلیٰ جناب الحاج عبدالرؤف صاحب، صابریہ ہوٹل۔ گولموری، جمشید پور

**ایصال ثواب:**۔ جناب مرحوم عبدالغفور صاحب

(۲) جناب غلام زکریا رضوی عرف بھولا صاحب۔ دھتکی ڈیہہ، اے بلاک۔

**ایصال ثواب:**۔ حضور غوث پاک ﷺ ومحمد طاہر مرحوم وخدیجہ بی بی مرحومہ۔

(۳) جناب مولانا شہاب الدین صاحب، استاذ مدرسہ بابادکھن شاہ۔ لوہردگا۔

**ایصال ثواب:**۔ والدہ محترمہ۔

(۴) جناب حافظ محمد اظہار صاحب، مقام کھتری مارا، پوسٹ ہونہے۔ ضلع ہزاری باغ۔

**ایصال ثواب:**۔ ہاشم علی مرحوم وسکینہ خاتون مرحومہ

(۵) جناب شاہد رضا صاحب۔ دھتکی ڈیہہ لائن نمبر ۶، مکان نمبر ۵۸، جمشید پور

(۶) جناب امتیاز احمد صدیقی۔ کوارٹر نمبر ۱۲۰۔ ایم، ٹو، جمشید پور

(۷) جناب شکیل احمد صاحب۔ مل ویو ایریا۔ نیر جنتا ٹینٹ ہاؤس جگسلائی۔ جمشید پور

**ایصال ثواب:**۔ جناب وکیل الدین قادری مرحوم۔

☆☆☆☆☆

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# ضمیمہ

کتاب ہذا کی ترتیب
کے بعد راقم کو معتبر ذرائع
سے مزید معلومات فراہم ہوئیں۔
نفع قارئین کے لیے انہیں بھی
شامل کتاب کیا جاتا ہے

## مریدین کو وظائف کی تعلیم

بزرگوں کا طریقہ رہا ہے کہ وہ اپنے مریدین کے تزکیۂ نفس کے لیے انہیں اوراد و وظائف کی تعلیم دیتے ہیں۔اس سلسلہ میں خود مفتی اعظم ہند کا بھی یہی طریقہ تھا۔چنانچہ مولوی عبداللطیف صاحب رضوی مہیش باری نیپال نے ایک ملاقات میں راقم سے فرمایا کہ:

حضرت مفتی اعظم قدس سرہ نے مجھے پنج گنج قادریہ کی تعلیم دی اور فرمایا کہ ہمارے سلسلۂ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں

بعد نماز فجر.........یَا عَزِیزُ یَااَللّٰہُ

بعد ظہر.............یَاکَرِیْمُ یَااَللّٰہُ

بعد عصر.............یَاجَبَّارُ یَااَللّٰہُ

بعد مغرب.........یَاسَتَّارُ یَااَللّٰہُ

بعد عشا.............یَاغَفَّارُ یَااَللّٰہُ

ہر ایک کو سو مرتبہ اور اول و آخر تین تین مرتبہ درود غوثیہ ؎ پڑھنے کا حکم ہے،تو تم ان سب کو پڑھتے رہنا اور ۲۷ مرتبہ یا باسط بھی اول و آخر تین تین مرتبہ درود غوثیہ کے ساتھ ہر نماز کے بعد پڑھنا۔

مولوی موصوف نے پھر فرمایا کہ جب میں وہاں سے فراغت پا کر وطن لوٹنے لگا تو حضرت سے گذارش کی کہ مجھے کوئی عمل بتایا جائے،تو حضرت نے فرمایا کس طرح کے عمل کی تعلیم دوں؟ میری زبان سے نکل گیا کہ جلالی عمل؟ فرمایا نہیں،نہیں،ہرگز نہیں۔جلالی عمل میں کبھی نہ پھنسنا۔اس میں طوفان سے گزرنا پڑتا ہے،اسے تم نہیں برداشت کرسکو گے۔جمالی عمل کرو اور اس میں موکلاتی نہیں۔جمالی ہی سے تمہاری دنیا و آخرت سنور جائے گی لہٰذا۔

بعد نماز فجر یَاحَیُّ یَا قَیُّوْمُ لَااِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّی کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ.

؎ درود غوثیہ یہ ہے۔اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ مَعْدَنِ الْجُوْدِ وَالْکَرَمِ وَآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ.

بعد ظہر......یَاحَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ.

بعد عصر......حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ۔

بعد مغرب......رَبِّ اِنِّی مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ .

بعد عشا......وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ.[1]

ہر ایک کو ایک سو گیارہ بار اول وآخر گیارہ گیارہ بار درود غوثیہ کے ساتھ پڑھنا اور دعائے رضویہ[2] بھی ہر نماز کے بعد ایک مرتبہ اپنے معمولات میں رکھنا۔ بعدہ سلسلۂ قادریہ کی فاتحہ روزانہ ہونی چاہیے۔[3]

---

[1] فقیر راقم الحروف کہتا ہے کہ پہلے والا عمل جو ہر نماز کے بعد سو سو مرتبہ پڑھنے کا حکم ہوا وہ پنج گنج قادری خرد کہلاتا ہے اور یہ عمل ہر نماز کے بعد ایک سو گیارہ بار پڑھنے کا ہے اسے شامل کر دینے سے پنج گنج قادری کلاں ہو جاتا ہے۔ طریقہ یہی ہے کہ پہلے خرد پڑھا جائے بعدہ کلاں۔ اس کی بے شمار برکتیں ہیں، خود فقیر نے بھی اپنے معمولات میں رکھا ہے اور نفع کثیر اٹھایا۔ کئی مشائخ کبار کے شجرہ میں یہ معمولات مرقوم ہیں۔

میرے والد گرامی الحاج مولانا محمد یونس حامدی مرحوم پنج گنج قادری کا ورد ہمیشہ کرتے رہے اور مجھے بھی سب سے پہلے انہیں سے اجازت ملی۔ بعد میں پیر و مرشد حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ اور تاج العلما حضور علامہ اختر رضا خاں ازہری اور امین شریعت علامہ سبطین رضا خاں بریلوی دامت برکاتہم العالیہ سے بھی ملی۔ والد گرامی مرحوم کو حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا بریلوی قدس سرہ سے اجازت حاصل تھی۔

[2] مولوی موصوف نے فرمایا کہ دعائے رضویہ سے مراد سیدنا امام احمد رضا قدس سرہ کے تیار کردہ وہ اشعار ہیں جو شجرہ رضویہ میں مندرج ہیں، جنکا پہلا شعر ہے۔

یا الٰہی! رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے
یارسول اللہ کرم کیجئے خدا کے واسطے

[3] سلسلہ قادریہ میں فاتحہ کا طریقہ یہ ہے کہ بعد نماز فجر دعائے رضویہ ایک مرتبہ پڑھنے کے بعد پہلے سات مرتبہ درود غوثیہ پڑھے پھر ایک مرتبہ الحمد شریف، ایک مرتبہ آیۃ الکرسی، سات مرتبہ قل ھو اللہ شریف اور پھر تین مرتبہ درود غوثیہ پڑھی جائے۔ بعدہ اس کا ثواب جس سلسلہ سے مرید ہو اس کے تمام مشائخ کرام اور دیگر اولیائے کرام خصوصاً سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی کی ارواح طیبہ کی نذر کی جائے۔

ہو سکے تو روزانہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه دوسو بار۔ اِلَّا اللّٰه چار سو بار۔ اَللّٰهُ اَللّٰهُ چھ سو بار پڑھ لیا کرو۔ اور ہر جمعہ کو صلوٰۃ التسبیح [1] ضرور پڑھنا۔ اور رات میں سوتے وقت حصار والی ترکیب [2] کر کے سونا (جو شجرۂ شریفہ میں مذکور ہے) اور جب بھی کوئی ضرورت اور مشکل در پیش ہو تو تین تین مرتبہ ہر نماز کے بعد شجرہ شریفہ (دعائے رضویہ) پڑھنا۔ اس طرح پانچ دن تک۔ ان اعمال کو اپنائے گا تو کامیاب رہے گا نہ گھٹے گا نہ بڑھے گا۔ موصوف نے بتایا کہ اس اخیر کے الفاظ حضرت کے دہن مبارک سے معلوم نہیں کس حال میں نکلے آپ نے جو فرمادیا وہی ہو رہا ہے۔ نہ کھانے پینے اور دیگر ضروریات کی تکمیل میں پریشانی ہوتی ہے اور نہ اس سے زیادہ دولت جمع ہوتی ہے۔

## حالت سجدہ میں کتنے اعضاء کو زمین پر رکھنا چاہیے

مفتی اعظم قدس سرہ ہر ممکن طور پر لوگوں کے کردار و عمل کو اچھا سے اچھا دیکھنا چاہتے تھے اور اصلاح کی غرض سے ان کے اعمال کی نگہداشت فرماتے رہتے تھے۔ آپ بغور

[1] صلوٰۃ التسبیح کی بے شمار فضیلتیں احادیث طیبہ میں وارد ہیں۔ اس کی ترکیب بہار شریعت میں آسان طریقہ پر مسطور ہے۔

[2] شجرہ رضویہ میں یہ طریقہ مذکور ہے کہ۔ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرَاتٌ بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ۔ گرد من وگرد خانۂ من وگرد زن وفرزندانِ من وگرد مال ودوستانِ من حصار حفاظت تو شوی و تو نگہدار باشی۔ يَا اَللّٰهُ بِحَقِّ سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوٗدَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَبِحَقِّ اَهْيًا اَشْرَاهِيًا وَبِحَقِّ عَلِيْقًا مَلِيْقًا تَلِيْقًا اَنْتَ تَعْلَمُ مَا فِي الْقُلُوْبِ وَبِحَقِّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ بِحَقِّ يَا مُؤْمِنُ يَا مُهَيْمِنُ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ" کو ایک بار پڑھ کر انگشت شہادت پر دم کر کے تین بار اپنے سیدھے (داہنے) کان کی جانب بہ نیت حصار اس انگلی سے کھینچا کرے۔ اور یہ ہر نماز کے بعد وظائف کو شروع کرنے سے پہلے کرے اور سوتے وقت بھی یہ حصار کو کر لے۔ نیز سوتے وقت آیۃ الکرسی شریف ایک بار۔ چاروں قل بالترتیب صرف قل ھو اللہ تین بار باقی ایک ایک بار پڑھا کرے۔ اور ہاتھوں پر دم کر کے اپنے سر سے پاؤں تک آگے پیچھے، داہنے بائیں تمام جسم پر ہاتھ پھیر کے داہنی کروٹ پر سویا کرے۔

دیکھتے تھے کہ وضو کرنے والا وضو کر رہا ہے تو شرعی نقطۂ نظر سے اس کے آداب کو بھی بجالا رہا ہے یا نہیں۔ نماز پڑھ رہا تو فرائض و واجبات اور سنن و مستحبات کو ملحوظ نظر رکھ رہا ہے یا نہیں۔ اگر کوئی خامی دیکھتے فوراً اصلاح فرماتے یہ بلاشبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی ہے۔ دور رسالت میں مسجد نبوی میں ایک شخص آیا اور اس نے جلدی جلدی نماز پڑھ لی تعدیل ارکان کا لحاظ نہ رکھا۔ بعد فراغت رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "قُمْ فَصَلِّ فَاِنَّکَ لَمْ تُصَلِّ" "کھڑا ہو اور پھر سے نماز پڑھ اس لیے کہ تمہاری نماز نہ ہوئی۔ بالآخر سرکار نے اسے تعدیل ارکان کی تعلیم فرمائی۔

عبادات ہوں یا معاملات مفتی اعظم اپنے آقا کی زندگی کو سامنے رکھتے اور حتی المقدور اس پر عمل پیرا رہتے۔ مولوی عبد اللطیف صاحب موصوف ہی نے اپنی ایک ملاقات میں راقم سے بتایا کہ۔

"جب میں حصول تعلیم کی غرض سے بریلی شریف پہنچا تو ایک دن مسجد رضا میں نماز پڑھ رہا تھا کہ حضرت مفتی اعظم قدس سرہ پر میری نظر پڑی، دیکھا کہ آپ میری نماز کی کیفیت پر نظر ڈالے ہوئے ہیں۔ جب میں فارغ ہوا تو حضرت نے مجھے اپنے پاس بلایا اور فرمایا، سجدے میں جسم کا کون کون عضو زمین پر ٹکنا چاہئے؟ میں خاموش رہا، اس کے بعد حضرت نے خود فرمایا۔ "چوبیس ہڈیاں زمین سے لگی رہنی چاہئیں۔ دونوں پاؤں کی دسوں انگلیاں۔ دونوں ہاتھ کی دسوں انگلیاں۔ دونوں گھٹنے کی ہڈیاں۔ ناک کی ہڈی اور پیشانی۔ اس میں بھی دونوں ہاتھ کی انگلیاں قبلہ کی طرف سیدھی ہو کر ملی رہیں۔ ٹیڑھی نہ رہیں"۔

مولوی موصوف نے مزید فرمایا کہ "اس وقت سے میں ان اعضا پر خاص توجہ رکھتا ہوں اور دونوں پاؤں کی دسوں انگلیوں کے پیٹ کو توجہ کے ساتھ زمین سے لگا رہنے دیتا ہوں۔

واضح رہے کہ فقہائے کرام علیہم الرحمہ نے فتاویٰ رضویہ اور بہار شریعت وغیرہما میں تصریح کی ہے کہ پاؤں کی ایک انگلی کا پیٹ زمین سے ٹکنا فرض۔ دونوں پاؤں کے تین تین کا لگنا واجب اور دسوں کا لگنا سنت ہے۔

مولوی موصوف زید مجدہ نے مذکورہ واقعہ راقم سے ۲۷ رمضان المبارک ۱۶ھ مطابق ۱۸ فروری ۱۹۹۶ء بروز دوشنبہ کو بیان فرمایا جبکہ وہ والد گرامی الحاج مولانا محمد یونس قادری رضوی حامدیؒ مرحوم کی برسی میں لوکہا تشریف لائے ہوئے تھے۔ جناب کوئی سال خادم و متعلم کی حیثیت سے حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کی خدمت کرنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ مذکورہ حاجی صاحب مرحوم کے آپ شاگرد رشید ہیں اور انہیں کے حکم پر آپ مفتی اعظم کی بارگاہ میں پہنچے۔ ۶۸ھ سے لیکر ۷۵ھ تک بریلی شریف میں رہے اور مفتی اعظم کے مدرسہ مظہر اسلام سے ہی آپ کی فراغت ہوئی اور مفتی اعظم کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ ان کا کہنا ہے کہ مجھے مفتی اعظم خود اپنے گھر سے کھانا کھلایا کرتے تھے بلکہ مدرسہ (اور اس کے طلبہ) کا سارا بوجھ آپ ہی برداشت کرتے تھے اس کا کوئی چندہ نہیں ہوتا تھا۔ (خود سے کوئی دیدیا یا بھیج دیا تو قبول کرلیا جاتا تھا)

---

؎ الحاج مولانا یونس قادری اپنے وقت کے زبردست عالم دین تھے۔ بہت ذکی اور طباع تھے۔ طلاقت لسانی اور حاضر جوابی خداداد تھی۔ لوکہا مدھوبنی اور اس کے مضافات میں بد مذہبوں سے مناظرہ کرنے میں کوئی آپ کا مثیل نہ تھا۔ دیوبندیوں کے مشہور عالم مولوی ممتاز یکہتہ (جو مدرسہ دیوبند کا فارغ ہے) کے درمیان اور آپ کے درمیان ایک مجمع عام میں تاریخی مناظرہ ہوا آپ نے اسے شکست فاش دی اور اس کا ناطقہ بند کردیا۔ مدرسہ منظر اسلام بریلی شریف سے آپ فارغ تھے اور حجۃ الاسلام حضرت سیدنا حامد رضا خلف اکبر امام احمد رضا قدس سرہ کے آپ مرید خاص تھے۔ آپ کے ممتاز ہم درس ساتھیوں میں بقیۃ السلف مولینا مجیب اشرف صاحب دارالعلوم امجدیہ ناگپور ہیں۔ جو آپ کی خوبی کے مداح ہیں (بروایت گرامی قدر مولینا رحمت اللہ صاحب مصباحی لوکہا) ۶ رشوال المکرم ۱۹۹۲ء میں آپ کی وفات ہوئی۔ نوری مسجد لوکہا بازار ضلع مدھوبنی (بہار) کے سامنے آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔ آپ کی تاریخ وفات کے موقع سے ہر سال جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور فاتحہ وغیرہ کی شکل میں ایصال ثواب کیا جاتا ہے۔ آپ کے وارثین میں جناب الحاج عبدالحق رضوی، جناب عبدالباقی، جناب حامد رضا، مولینا حافظ افضل حسین صاحب مصباحی حبیبی اور جناب نور جہاں خاتون قادری خاصی دلچسپی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایصال ثواب میں حصہ لیتے ہیں۔

# آپ کی عالمگیر شخصیت اور اہل سلاسل کی نظر میں قدر دانی

مفتی اعظم کی شخصیت عالمگیر اور مسلم الثبوت تھی آپ کے علمی وقار اور بزرگی کو عالم اسلام نے تسلیم کیا ہے اور ہر سلسلہ کے بزرگوں نے آپ کے احترام منصب کا لحاظ رکھا ہے۔ مولینا محمد جہانگیر خانصاحب مہتمم مدرسہ غریب نواز سیوون ڈیہہ بکارو ہندوستان کے ذی قدر اور مشہور خطیب ہیں، حضور مفتی اعظم قدس سرہ کے ساتھ آپ کے گہرے روابط رہے ہیں۔آپ ایک ضرورت سے ۱۰ ربیع الجیلانی ۱۴۱۷ھ مطابق ۲۶ اگست ۹۶ء بروز دوشنبہ مدرسہ فیض العلوم جمشید پور تشریف لائے۔ حضور مفتی اعظم کے تعلق سے ایک سوال پر انہوں نے کئی واقعات اور اپنے تاثرات کا اظہار فرمایا۔ جنہیں ہم مختلف عنوانات کے تحت ذکر کریں گے۔انہوں نے فرمایا:

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ والرضوان کی ایسی معتمد علیہ شخصیت تھی کہ ہندو پاک، بنگلہ دیش، افریقہ بلکہ تمام عرب وعجم نے آپ کی شخصیت کو متفق علیہ جانا اور سب نے معتمد علیہ تسلیم کیا ہے۔ ہر الجھے ہوئے مسئلہ کے حل کے لیے آپ کی طرف رجوع کیا اور ہر سلسلہ کے مشائخ نے قدر کی نگاہوں سے دیکھا۔ایک مرتبہ سلسلۂ تیغیہ کے عظیم بزرگ حضرت شاہ ایوب غازی پوری خلیفہ شاہ تیغ علی علیہما الرحمۃ والرضوان کے مریدین نے برن پور ضلع بردوان بنگال میں ایک جلسہ کا پروگرام رکھا۔ جس میں بہت سارے علماء وقت کو مدعو کیا اور حضور مفتی اعظم قدس سرہ کو بھی دعوت دی۔ اشتہار چھپاتے وقت ان لوگوں نے مجھ سے مشورہ نہ کیا اور نہ ہی حضرت شاہ ایوب علیہ الرحمۃ سے اور چپکے سے چھپالی۔ اشتہار میں زیر سرپرستی حضرت ایوب صاحب کا نام نامی دیا، اور صدارت میں حضرت مفتی اعظم کا، جب اشتہار طبع ہوکر آگیا اور حضرت شاہ صاحب کی اس پر نظر پڑی تو آپ کو بہت صدمہ و رنج ہوا۔ فوراً اراکین و مریدین کو بلوایا اور فرمایا، ''تم لوگوں نے بہت بڑی غلطی کی ہے، حضرت مفتی اعظم کے رہتے ہوئے میرا نام سرپرستی میں دے کر پورے اہل سنت و جماعت کے درمیان میرا مرتبہ گھٹا دیا ہے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ مفتی اعظم کے رہتے ہوئے میری سرپرستی ہو۔

اس لیے یہ روپیہ لو (جیب سے روپے نکال کر دیتے ہوئے) اوران اشتہار کو چپکے سے رکھ دو اور پھر سے دوسرا اشتہار طباعت کرا کر لاؤ، جس میں زیر سرپرستی حضور مفتی اعظم کا اسم گرامی ہو"۔اور ایسا ہی ہوا کہ پھر سے دوسرا اشتہار طبع ہو کر آیا۔

## ایک ضعیفہ کی قدر دانی اور آپ کی روحانی پرواز

حدیث شریف میں ہے: "مِنْ اِجْلَالِ اللّٰهِ تَعَالٰی اِکْرَامُ الشَّیْخِ ذِیْ الشَّیْبَةِ" پکے بال والے بوڑھے کا اکرام و تعظیم کرنا اللہ تعالی ہی کے اجلال و تعظیم سے ہے۔رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمان عالی شان پر عمل کرتے ہوئے مفتی اعظم نے ایک لاجواب مثال قائم کی ہے۔

"ایک مرتبہ دور دراز مقام پر دعوت وارشاد کی غرض سے تشریف لے گئے۔قیام گاہ میں آپ تشریف فرما تھے کہ ایک شخص حاضر آیا اور عرض کیا، حضور! ایک ضعیفہ آپ سے مرید ہونے کو بہت بے تاب و بے چین ہے اور وہ فلاں جگہ اپنے گھر پر ہے۔اجازت ہو تو اسے لے آؤں؟ حضرت نے فرمایا، جب وہ ضعیفہ ہیں تو میں خود ان کے گھر جاؤں گا اور حضرت پیدل ہی چل پڑے حضرت کے سخت ضعف و نقاہت کے سبب دونوں جانب سے دو آدمی کو بازو پکڑ کر لے جانا ہوتا تھا، مگر یہاں ایک عظیم روحانی قوت و تصرف ظہور پذیر ہوا، وہ یہ کہ راستے میں ایک ندی پڑتی تھی جس سے گذرنے کے لیے تاڑ کا ایک درخت کاٹ کر رکھ دیا گیا تھا، ساتھ کے سارے اشخاص سوچنے لگے کہ اب کیا ہوگا، مگر اتنے ہی میں دیکھا یہ گیا کہ پیرانہ سالی اور شدت ضعف کے باوجود اس پل صراط نما سے تنہا بڑی تیزی کے ساتھ آپ گذر گئے، اور اس کے گھر پہنچ کر اسے سلسلہ میں داخل فرمالیا اور سعادت و نیک بختی کا تاج اس کے سر رکھ دیا"۔[1]

شعر

بخش دیتے ہیں گدا کو تخت و تاج

عارفان حق ہیں سچے بادشاہ

---

[1] اس واقعہ کے راوی بھی مولانا جہانگیر موصوف ہی ہیں۔

## مفتی اعظم اور فتنہ گناہ سے بیزاری

مفتی اعظم قدس سرہ کی عظمت شان ملاحظہ کیجیے کہ آپ جہاں گناہوں سے کوسوں دور ونفور رہتے وہیں گناہ کے اسباب سے بھی سخت بیزاری کا اظہار فرماتے، وہ نفرت و بیزاری کبھی تیز تر بھی ہو جاتی، اور ڈانٹ کی نوبت آجاتی تھی لیکن کوئی شخص آپ کی ڈانٹ کو برا نہیں جانتا اور اپنے لیے باعث فخر سمجھتا، ایک جگہ اپنے حلقہ ارادت میں مدعو کیے گئے قیام گاہ میں اور لوگ بھی موجود تھے، اتنے میں بغیر نقاب کے ایک عورت حجرہ میں داخل ہوگئی۔ حضرت کی اچانک نظر پڑی اور فرمایا۔

''مارو، مارو، بھگاؤ، بھگاؤ، بھگاؤ، ! کہاں سے بلا آگئی۔ بے نقاب کیسے آگئی بھگاؤ، بھگاؤ...... وہ بیچاری شرما کر الٹے پاؤں کمرہ سے باہر آگئی۔ پھر جلال کم ہونے کے بعد ایک شخص کو بھیج کر پوچھوایا، کیا ضرورت تھی؟ کیا کام تھا؟؟ پھر اس کے لیے تعویذ لکھ کر بھیجوایا۔

خدا والے کچھ اس نیت سے بھی اپناتے ہیں خلوت
کہ اپنے نفس کے شر سے جہاں کو ہم بچاتے ہیں

(حسب روایت مولانا جہانگیر صاحب بھاگلپوری)

## وہابیت سے توبہ کرا کر سنی بنا دیا

غالباً بھاگلپور کے ایک مقام پر حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلسہ میں تشریف لے گئے۔ اسٹیج پر تشریف فرما تھے اتنے میں ایک شخص مستانہ وار ہانپتے کانپتے اسٹیج پر پہنچا اور دیوانہ کی طرح گھومنے لگا۔ جب کہ وہاں کے لوگوں کو معلوم تھا کہ یہ شخص غالی قسم کا وہابی ہے، جب ان لوگوں نے دیکھا کہ وہابی، اسٹیج پر حضرت کے قریب پہنچ گیا ہے تو کئی افراد نے اسے دھکا دیتے ہوئے اسٹیج سے نیچے اتارنا شروع کیا۔ حضرت نے مڑ کر دیکھا اور فرمایا، ارے تم لوگ اسے کیوں بھگا رہے ہو؟ لوگوں نے عرض کیا، حضور! یہ بدمذہب ہے۔ حضرت نے فرمایا، اسے یہیں بیٹھنے دو۔ اتنے میں جھٹ سے اس شخص نے کہا، حضور! میں مرید ہونے آیا ہوں۔

بعدہ حضرت نے اسے وہابیت سے توبہ کرائی اور سلسلہ میں داخل فرمالیا۔

واقعہ کے راوی مولینا جہانگیر صاحب بھاگلپوری فرماتے ہیں۔وہ شخص آج بھی بڑی پختگی کے ساتھ سنیت پر قائم ہے۔مولینا موصوف نے مزید فرمایا، کہ اسی مجلس میں ایک اور شخص اسی کیفیت میں آکر مرید ہوا۔

## اسپرٹ کی آمیزش کے سبب کیک کھانے سے اجتناب

دھرم پور آسنسول میں سیتامڑھی کے ایک گاؤں گنگٹی کے ایک صاحب رہتے ہیں۔جن کا کاروبار کیک کا ہے۔اورانہوں نے اس کا کارخانہ بنا رکھا ہے۔موصوف نے ایک مرتبہ حضور مفتی اعظم قدس سرہ کو دعوت دی اور خوش عقیدگی میں بہترین قسم کا کیک بنوا کرآپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہااور ایک ''فرما'' بھی تیار کیا جس میں لکھا ہوا تھا''مفتی أعظم ہند کیک''اس فرما میں کیک کو بڑے نفیس انداز میں ڈھال کر حضرت کی خدمت میں پیش کیا۔حضرت نے فرمایا، میں تمہاری محبت اور خوش عقیدگی کی قدر کرتا ہوں لیکن میں اسے نہیں کھاؤں گا اس لیے کہ میری اپنی ذاتی تحقیق یہ ہے کہ اس میں جو چیز (غالبًا ایسنس) ڈالی جاتی ہے اس کا استعمال ممنوع ہے۔(غالبًا اس لیے کہ اس میں اسپرٹ رہتی ہے)

## ٹینٹ ہاؤس کی دری پر نماز پڑھنے کی بابت احتیاط

آسنسول بنگال میں ایک واقعہ یوں درپیش ہوا کہ عصر یا مغرب کی نماز کا وقت تھا۔ لوگ وضو بنا کر تیار ہو گئے، سامنے ٹینٹ ہاؤس سے کرایہ پر لائی گئی دری بچھی ہوئی تھی جو غالبا گندہ تھی سبھوں نے چاہا کہ اسی پر نماز ادا کر لی جائے۔حضور مفتی اعظم تشریف لائے تو فرمایا، سب سے پہلے یہ فیصلہ کرلیا جائے کہ یہ دری پاک ہے یا ناپاک۔کیا ضرور کہ یہ دری پاک ہی ہو۔سب لوگ خاموش ہو گئے اور حضرت کے فرمان کے مطابق لامحالہ وہاں دوسرا فرش بچھا کر نماز ادا کی گئی۔

(اس واقعہ کو بھی مولانا جہانگیر صاحب موصوف نے ایک ملاقاتی مجلس میں راقم سے بیان فرمایا)

## ثواب کا حرص اور خود سے پانی بھر کر وضو کرنا

فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ خود سے پانی بھر کر اور اپنے ہاتھ سے بغیر دوسرے کی مدد لیے وضو کرنا مستحب ہے اور اس کی فضیلتیں بھی وارد ہیں۔ حضور مفتی اعظم قدس سرہ اس قسم کی فضیلتوں کو حاصل کرنے کی کوشش فرماتے۔ تاکہ فعل مستحب پر مرتب ہونے والا ثواب بھی حاصل کیا جائے۔ جس کا اندازہ مندرجہ ذیل واقعہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

وہی مولانا جہانگیر موصوف بیان فرماتے ہیں کہ:

''ضلع بردوان کے ایک شہر میں دعوت وارشاد کے غرض سے حضور مفتی اعظم تشریف لے گئے۔ رات میں وہیں قیام فرمایا۔ ساتھ میں کئی اشخاص اور بھی تھے اور سب محوخواب، آپ صبح میں نماز فجر کے لیے اٹھے تو پانی وہاں موجود نہ تھا۔ سامنے کنواں تھا، خود جلدی سے اٹھے اور پانی بھرنے کے لیے ڈول اٹھایا۔ اتنے میں ایک مولانا صاحب کی نیند ٹوٹی تو دیکھا کہ حضرت خود پانی کھینچے جارہے ہیں تو جلدی سے دوڑے اور ہاتھ سے ڈول لینا چاہا تاکہ پانی نکال دیں۔ حضرت نے فرمایا: مولانا! میں خود سے پانی نکال کر وضو کروں گا تو مجھے زیادہ ثواب ملے گا، اس لیے آپ چھوڑ دیں۔ یہ فرما کر خود سے پانی نکالا پھر وضو کیا''۔

## نماز کی قرأت میں کامل توجہ

فی زمانہ قرآن کریم کی قرأت کے سلسلہ میں غفلت کا پایا جانا تقریباً عام سی بات ہے، عوام تو عوام بہتیرے علماء کے نام سے خود کو موصوف کرنے والے بھی حروف کی ادائیگی کا اہتمام نہیں کرتے بلکہ کچھ تو حروف ہی کو کھا جاتے ہیں اور بڑی جرأت سے امام بن بیٹھتے ہیں جس کے سبب بسا اوقات آیات قرآنیہ کے معنی بدل جاتے ہیں اور نماز اکارت جاتی ہے۔ کیونکہ الحمد کے معنی ہیں تعریف وخوبی، الھمد کے معنی ہیں مکر وفریب۔ اس غفلت وسستی کو سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے بھی محسوس کیا اور اپنے فتویٰ میں تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''اتنی تجوید کہ ہر حرف دوسرے سے صحیح ممتاز ہو، فرض عین ہے۔، بغیر اس کے نماز

قطعاً باطل ہے۔عوام بے چاروں کو جانے دیجئے خواص کہلانے والوں کو دیکھئے، کتنے اس فرض پر عامل ہیں؟ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے کانوں سے سنا، کن کو؟ علما کو، مفتیوں کو، مدرسوں کو، مصنفوں کو، "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد" کی جگہ "اَهَد" پڑھتے ہوئے۔ (سورہ) جمعہ میں "یَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ" کی جگہ "يَهْسَبُوْنَ"...... "هُوَ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُم" کی جگہ "فَاهْذَرْهُم"...... "وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْم" کی جگہ "هُوَ الْعَذِيْذ" بلکہ ایک صاحب کو اَلْحَمْدُ شریف میں "صِرَاطَ الَّذِيْن" کی جگہ "صِرَاطَ اللَّظِيْن"۔ کس کس کی شکایت کیجیے۔ یہ حال اکابر کا ہے پھر عوام بے چاروں کی کیا گنتی؟"

(فتاویٰ رضویہ اول ص ۵۵۶، ناشر رضا اکیڈمی ممبئی)

اسی طرح بعض ائمہ مساجد کو دیکھا جاتا ہے کہ واجبات قرأت کو سرے سے نظر انداز کر دیتے ہیں۔ مثلاً مد متصل کہ واجبات قرأت سے ہے۔ جس کا پڑھنا حدیث وفقہ کی رو سے بھی واجب ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک شخص کو قرآن عظیم پڑھا رہے تھے، اس نے "اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ" کو بغیر مد کے پڑھا۔ فرمایا "مَاهٰكَذَا اَقْرَاَنِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّم" مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا نہیں پڑھایا۔ عرض کی آپ کو کیا پڑھایا؟ فرمایا "اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ" (یعنی فقراء کو مد کے ساتھ ادا کر کے بتایا)۔ [1]

حضور مفتی اعظم ہند امام کی قرأت پر کامل توجہ رکھتے تھے، اگر اس قسم کی غلطی پاتے جس سے فساد معنی ہو نماز کے اعادہ کا حکم صادر فرماتے۔ چنانچہ ایک امام صاحب نے سورۂ کافرون میں مد والے الف کو حذف کر کے قرأت کی تو چونکہ سارے لوگوں کی نماز کا مسئلہ تھا۔ اس لیے مفتی اعظم قدس سرہ نے نہی عن المنکر سے فوراً کام لیتے ہوئے نماز کے اعادہ کا حکم فرمایا۔

مولانا جہانگیر صاحب موصوف نے راقم الحروف سے ایک مرتبہ بیان فرمایا کہ:

---

[1] رواہ سعید بن منصور فی سننہ والطبرانی فی الکبیر بسند صحیح۔ بحوالہ فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۱۰۴۔

''حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ خود امامت کرنے سے بہت اجتناب فرماتے تھے۔ کافی اصرار کے باوجود امامت کے لیے دوسرے کو بڑھا دیا کرتے تھے۔ایک مرتبہ برن پور ضلع بردوان میں تشریف لائے۔ مغرب کی نماز کا وقت ہوگیا ایک امام نے حضرت کے حکم کے بموجب نماز پڑھائی تو پہلی رکعت میں ''الحمد'' شریف کے بعد ''قل یا ایھا الکافرون'' پڑھی۔ سلام کے بعد حضور مفتی اعظم ہند نے امام صاحب سے فرمایا۔ نماز نہ ہوئی، پھر سے پڑھی جائے۔ چنانچہ پھر سے ایک دوسرے عالم نے نماز پڑھائی پھر بعد نماز فرمایا: امام صاحب یہ نماز تو ہوگئی مگر مکروہ ہوئی کیوں کہ آپ کے کرتہ کا بٹن (اور سینہ کھلا) رہ گیا۔ کسی نے پوچھا حضور پہلی نماز کیوں نہیں ہوئی تھی؟ فرمایا! اس لیے کہ امام صاحب نے سورۂ کافرون پڑھی تھی جس میں مد والا الف ہے اور انہوں نے اسے چھوڑ دیا۔ (یعنی بغیر الف اور مد کے پڑھی)''۔

ظاہر ہے کہ مذکورہ سورہ میں مثلاً 'لا اعبد' کے الف مدہ کو حذف کر دیا جائے تو لائے نافیہ سے لام تاکید میں بدل جائے گا۔ اور معنی منفی نہ رہ کر مثبت ہو جائے گا۔ جو سراسر معنی مقصود کے خلاف ہے اسی لیے آپ نے نماز کے اعادہ کا حکم صادر فرمایا۔

## ازالۂ منکر میں کسی کی رعایت نہ کرنا

تحریک پاکستان کی آل انڈیا سنی کانفرنس منعقد ہوئی تھی۔ اس میں غیر منقسم ہندوستان کے بے شمار اکابر علمائے کرام ومشائخ عظام قدست اسرارہم شریک ہوئے۔ مفتی اعظم، محدث اعظم، اور پیر جماعت علی قدست اسرارہم بھی خاص طور پر مدعو کیے گئے۔ اس دور میں پیر جماعت علی قدس سرہ کا حلقۂ ارادت بہت زیادہ وسیع تھا۔ تقریباً ڈیڑھ لاکھ مریدین تو صرف اس کانفرنس میں حاضر آئے تھے، یکے بعد دیگرے علمائے کرام کی تقریریں ہوتی رہیں، پیر جماعت علی قدس سرہ تقریر فرما رہے تھے کہ آپ کی زبان مبارک سے یہ جملہ نکل گیا کہ ''محمد علی جناح ولی اللہ ہے'' اتنا کہنا تھا کہ سارے علمائے حاضرین میں اس پر چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں۔ اور سارے لوگ اسٹیج سے کھسکنے لگے۔ مگر کس کی مجال تھی کہ ان کو لقمہ دے

سکے۔ کیونکہ ان کے لاکھوں مریدین سے مقابلہ کرنا آسان نہ تھا۔ اسی وقت یہ بات لوگ حضور مفتی اعظم اور محدث اعظم قدس سرہما کی بارگاہ میں پیش کرنے ان کی قیامگاہ تک پہنچے حضرت مفتی اعظم نے بلاخوف وخطر فرمایا۔ ''ٹھیک ہے، اگر شریعت کی بات ہے تو ابھی چل کر حضرت پیر صاحب زید مجدہ سے دریافت کرلیا جائے۔ اگر ہنگامہ ہوگا تو سمجھا جائے گا۔ چنانچہ یہ دونوں بزرگ فوراً اسٹیج پر پہنچے اور عرض کیا کہ حضور نے فرمایا ہے کہ ''جناح ولی اللہ ہے'' تو یہ آپ کی تحقیق ہے یا کسی نے آپ کو بتایا ہے۔ حضرت موصوف نے فرمایا نہیں، یہ میری اپنی تحقیق نہیں ہے۔ بعض لوگوں نے مجھ سے بتایا ہے، کیا لوگ اسی لیے بھاگ رہے تھے؟ دونوں حضرات نے کہا کہ جس نے بتایا سراسر غلط بتایا ہے، کیونکہ وہ شیعہ (بوہرا) ہے۔ لہٰذا کسی طرح اس کا مسلمان ہونا ثابت نہیں تو وہ ولی اللہ کیونکر ہوسکتا ہے۔ حضرت پیر صاحب قدس سرہ نے فرمایا، ''مائک قریب کرو'' پھر فرمایا، سارے خطباء اور سارے علما اور سارے حاضرین سنیں، مجھ سے ایک غلطی ہوگئی ہے کہ میں نے کہہ دیا ہے کہ محمد علی جناح ولی اللہ ہے'' وہ ہرگز ولی اللہ نہیں ہے۔ میں توبہ کرتا ہوں اور کلمہ پڑھتا ہوں آپ لوگ بھی توبہ واستغفار کرو اور پڑھو'' لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ '' پھر خود بھی کلمہ پڑھا اور سب سے پڑھوایا۔ ؎

اس واقعہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ علمائے اہل سنت اپنی شرعی ذمہ داری کسی موڑ پر ادا کیے بغیر نہیں رہتے۔ ہمیشہ مسلمانوں کے دین و ایمان اور شریعت کے تحفظ میں کوئی رعایت نہیں کرتے۔ یہیں سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ یہ وفاداران رسول شریعت کے تحفظ میں اپنوں کی بھی کوئی رعایت نہیں کرتے اور خلاف شرع حرکات میں مفاہمت نہ کرتے۔ ظاہر ہے کہ جو حضرات اس سلسلہ میں اپنوں کی بھی رعایت نہیں کرسکتے تو ان اغیار کی کب رعایت کرسکتے تھے جو غداران رسول ہیں۔ جن کا شیوہ ہی بن چکا ہے اللہ و رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے وفاداروں کی شان میں توہین وگستاخی کرنا۔

؎ اس واقعہ کو مولانا جہانگیر موصوف نے حضرت سید العلما اور خطیب مشرق مولانا مشتاق احمد نظامی قدس سرھما کے حوالہ سے راقم کو سنایا۔

آباد انہیں گلوں سے ہے گیتی کا گلستاں ہیں اولیا صداقت اسلام کی دلیل
دکھلاتے ہیں زمانے کو راہ محمدی ہر ایک اپنی ذات میں ہے مثل سنگ میل

## قلوب انسانی پر آپ کی باتوں کا اثر

حدیث شریف میں ہے "من کان لِلّٰہ کان اللّٰہُ لہ" جو اللہ کا ہو گیا تو اللہ اس کا ہو گیا۔ ظاہر ہے کہ جس کا اللہ ہو جائے تو پوری کائنات اس کی تابع دار ہو جائے گی۔ ساری خدائی اس کی مطیع وفرمانبردار اور اس کے تابع فرمان ہوگی۔ مفتی اعظم قدس سرہ کا معاملہ بھی کچھ اسی طرح ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری کی تو قلوب انسانی آپ کے اشارۂ ابرو پر چلنے لگے۔ جس سے جو فرمادیا وہ ماننے کے لیے تیار ہو گیا۔ مولانا جہانگیر صاحب بھاگلپوری کا کہنا ہے کہ:

"مولینا! مجھے حضور کی ذات کے تعلق سے تجرباتی طور پر محسوس ہوا کہ کسی شہر کے لیے ہماری ہزاروں تقریریں ایک طرف اور حضور مفتی اعظم قدس سرہ کی ایک دن کی آمد ایک طرف۔ کسی کی اصلاح وتبلیغ کے لیے ہماری یہ تقریریں موثر نہیں ہو پاتی تھیں جس قدر حضور کی ایک مرتبہ کی حاضری سے قلوب انسانی پر دین وملت اور پابندیٔ شریعت کی گہری چھاپ پڑ جاتی تھی۔"

مولینا موصوف ہی کا بیان ہے کہ۔" کانپور یوپی میں آل انڈیا سنی کانفرنس ہو رہی تھی جو نہایت ہی کروفر اور تزک واحتشام کے ساتھ ہوئی۔ علماء کی قدر ومنزلت میں بھی کافی اہتمام کیا گیا۔ بائیس ۲۲ منزلہ اسٹیج بنایا گیا۔ اور فرق مراتب کے اعتبار سے پر ہر ایک کو اسٹیج پر بٹھایا گیا۔ کانفرنس میں چوٹی کے علمائے اعلام، حضرت محدث اعظم، حضرت مشتاق نظامی وغیرہما قدست اسرارہم شریک تھے۔ مگر مفتی اعظم ہند قدس سرہ کو اعزازاً سب سے اوپری منزل پر بیٹھا گیا تھا۔ پروگرام کے دوران ہی ہلکی بارش شروع ہوگئی جس کے سبب لوگ منتشر ہونے لگے۔ جب مفتی اعظم نے مجمع کے انتشار کو دیکھا تو محسوس کیا کہ اس طرح تو کانفرنس ہی ناکام ہو کر رہ جائے گی۔ آپ نے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے مجمع کی طرف مخاطب

ہوکر فرمایا۔ ''مسلمان بھائیو! بارش ہورہی ہے تو تم کیوں محفل چھوڑ کر بھاگ رہے ہو۔ کیا ہم لوگ نمک ہیں کہ پانی سے پگھل جائیں گے'' اتنا فرمانا تھا کہ سارے لوگ پھر واپس آگئے۔ پھر دیکھتے دیکھتے بفضلہٖ تعالیٰ بارش بھی ختم ہوگئی''

## بعد وفات مریدین کو تبرکات تقسیم کرنا

۲۱؍اکتوبر ۱۹۹۶ء بروز پیر جواہر نگر جمشید پور میں حضور علامہ سبطین رضا خاں بریلوی دامت برکاتھم العالیہ کے مریدین ومتوسلین کے زیر اہتمام امام احمد رضا کانفرنس منعقد ہوئی تھی۔ جس میں مولانا عبدالوحید صاحب رائے پور، ڈاکٹر مولانا حسن رضا خان صاحب پی، ایچ، ڈی، مولینا صلاح الدین نظامی اور راقم السطور مدعو تھے۔ (سیدی علامہ سبطین رضا دامت برکاتہم القدسیہ بھی مدعو تھے۔ مگر علالت کے سبب شریک کانفرنس نہ ہوسکے) دوران تقریر مولانا حسن رضا خان صاحب زیدمجدہ نے حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کے تعلق سے یہ کرامت بیان کی۔ فرمایا کہ:

''مارہرہ شریف میں اکابر سادات کرام رہتے ہیں اور یہ وہ جگہ ہے جہاں سے سیدنا اعلیٰ حضرت اور حضور مفتی اعظم قدست اسرارہم بیعت ومرید ہوئے۔ وہاں کے نائب سجادہ نشین مولینا سید نجیب اشرف صاحب قبلہ ہیں انہوں نے ہمارے سامنے بیان فرمایا کہ ہمارے خانوادۂ برکات مارہرہ شریف میں ایک سے ایک سادات بزرگ ہیں۔ میرے والد گرامی احسن العلما حضر مولینا سید حیدر حسن قدس سرہ خود وقت کی عظیم بزرگ شخصیت تھے۔ اس کے باوجود والد گرامی نے مجھے اور میرے بھائی امین میاں صاحب کو نہ خود سے مرید کیا اور نہ وہاں کے کسی بزرگ سے مرید کروایا بلکہ ہم دونوں بھائیوں کو حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان سے مرید کروایا۔ بعدہ حضرت (مفتی اعظم) کے دست اقدس سے جو شجرہ شریفہ ملا تو ابا حضور نے ہمشیرہ صاحبہ کو دیا اور فرمایا کہ ''یہ دونوں ابھی ان کی حفاظت نہیں کرسکیں گے۔ تم رکھو، جب یہ دونوں اس کے لائق ہوجائیں تو سپرد کردینا کیونکہ ان میں حضور مفتی اعظم ہند کے اصل دستخط ہیں جو قبر میں رکھے جانے کے بعد ان دونوں کی

بخشائش کی ضمانت ہیں"۔

حضرت نجیب میاں صاحب قبلہ نے مزید فرمایا، میں مرید تو ہو گیا لیکن حضور مفتی اعظم ہند نے ٹوپی اور چادر نہ دی اور وصال فرما چکے......آپ کے وصال شریف کے بعد ایک روز میں آپ کے مزار انور پر حاضر ہوا، فاتحہ پڑھی اور عرض کیا۔" آپ نے مجھے مرید کیا اور ٹوپی و چادر نہ دی پھر ناز سے کہا، مجھے ابھی فرصت نہیں ہے، میں ابھی جارہا ہوں لیکن ٹوپی اور چادر مجھے ملنی چاہئیں اتنا کہہ کر چلا گیا کل ہو کر آپ کا خادم ٹوپی اور چادر لے کر مارہرہ حاضر ہوا اوابا حضور کے پاس پہنچا ابا حضور نے دریافت فرمایا، یہ کیا ہے، عرض کیا یہ نجیب میاں کے لیے ٹوپی اور چادر ہے، (پیرانی اماں، چھوٹی بی قبلہ زوجہ حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ) نے ان کے لیے دیا ہے۔ان دونوں کو لے کر ابا میاں نے سر پر رکھا اور خوشی کے مارے رقص کرنے لگے اور فرمایا، نجیب میاں یہ لو اور حفاظت سے رکھو اور جب تم نے انہیں منگوایا ہے تو اب تمہارے کفن کے ساتھ ہی جائیں گی"۔

حضور مفتی اعظم قدس سرہ کی کرامت بعد وفات کو دل میں بسا لینے کے بعد اس واقعہ سے اس کا بھی اندازہ کرتے چلیے کہ خانوادۂ بریلی سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شہزادوں کا کتنا عظیم قلبی اور روحانی لگاؤ ہے۔ خصوصاً اس جملے کو بار بار پڑھیے اور آنکھوں کو ٹھنڈک اور قلب کو سرور پہنچائیے کہ" ان شجرۂ شریفہ میں حضور مفتی اعظم ہند کے اصل دستخط ہیں جو قبر میں رکھے جانے کے بعد ان دونوں کی بخشائش کی ضمانت ہیں۔" یہی احسن العلما حسن میاں ہیں جنہوں نے وفات سے قبل اپنے شہزادے نجیب میاں وغیرہ کو وصیت کی کہ ہر حال میں سیدنا اعلیٰ حضرت کے مسلک کو مضبوطی سے تھامے رہنا جو ان کے مسلک سے الگ ہوا وہ ہم میں سے نہیں۔ ہمارے مریدوں کو بھی سنا دینا کہ جس نے مسلک اعلیٰ حضرت کو چھوڑا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

(بروایت ڈاکٹر حسن رضا خاں زید مجدہ بحوالہ حضرت نجیب اشرف صاحب)

اللہ اللہ! کیا عشق و وارفتگی ہے، کیا ہی محبت و شیفتگی ہے۔ یہی احسن العلما فرماتے ہیں

کہ ''جب بھی ہمارے یہاں کوئی بچہ پیدا ہوتا تو اس کی گھٹی میں ہم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا نام نامی پلا دیتے ہیں۔کسی پر مخفی نہیں ہے کہ خانوادۂ بریلی مارہرہ کے مرید ہیں اور اصحاب مارہرہ ان کے پیر۔اور دنیا کا مزاج ہے کہ مرید اپنے پیر کی مدح سرائی اور اس کی قدر ومنزلت میں سرگرداں رہتا ہے مگر یہاں پیر صاحب ہی مرید کی ناز برداری کرتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔بلاشبہ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ اعلیٰ حضرت اور آپ کے شہزادگان حق پرست ہیں۔اور اللہ ورسول کی نظر میں آپ کی قدر ومنزلت عظیم ہے جب ہی تو شہزادگان رسول ہر آن آپ کی دلجوئی ملحوظ رکھتے ہیں۔

امام احمد رضا قدس سرہ سے قلبی لگاؤ، دلی محبت اور اصاغر نوازی صرف انہیں پر بس نہیں بلکہ ان سے اوپر کی پیڑھی پر نظر ڈالیے تو ادھر بھی بے مثال نمونے ملیں گے۔خاتم الاکابر حضرت سیدنا آل رسول احمدی، حضرت سیدنا ابوالحسین احمد نوری، تاج العلما حضرت محمد میاں قدست اسرارہم سے لے کر حضرت سید اشرفی میاں، حضرت سید احمد اشرف اور حضور محدث اعظم کچھوچھوی قدست اسرارہم تک سب کے سب امام احمد رضا قدس سرہ کو نوازنے میں یا ان کی شان پر عظمت میں نغمہ سنجی کرنے میں کوئی کسر نہیں رکھتے تھے۔

## آپ کی مجلس کے آداب اور اصلاح کا دلنشیں انداز

مولانا جہانگیر خان صاحب بھاگلپوری نے اپنے مشاہدہ کی روشنی میں فرمایا۔

''آپ کی مجلس میں ہر شخص بہت سنبھل کر آتا تھا کیونکہ آپ سخت طریقہ سے شرعی گرفت فرماتے تھے۔اور بڑے دلنشیں انداز میں اصلاح بھی فرماتے تھے۔اگر کوئی آستین چڑھائے آجاتا تو فرماتے! کیا تم مجھ سے پہلوانی کرنے آئے ہو؟ کیا میں پہلوان ہوں کہ تم آستین چڑھا کر آئے ہو؟؟ ......اگر کوئی سر میں دستی رومال باندھ کر آتا تو فرماتے کہ ٹوپی کے بجائے یہ رومال کیا ہے؟......رومال میں آدمی کبھی ہاتھ پونچھتا ہے، کبھی ناک صاف

---

ے یہ بات محب گرامی جناب مناظر حسین صاحب بدایونی سے راقم نے سنی جب کہ انجمن فیضان ملت فیض العلوم جمشید پور کے ۱۲ ربیع الاول شریف کے جلسہ میں تشریف لائے تھے۔

کر لیتا ہے، اور کبھی وقت ضرورت جوتا پر بھی پھیر لیتا ہے پھر اس کو سر کا تاج بنانا کیا معنی رکھتا ہے؟......

مولینا نے مزید فرمایا:

آپ کی مجلس میں آنے والا اپنے گلے کا بٹن بالکل درست کر کے آتا، اگر پیتل، تانبا وغیرہ کی انگوٹھی پہنے ہوتا تو اسے اتار کر حاضر ہوتا اور اگر چاندی کی بھی دو انگشتری پہنے ہوتا تو ایک نکال لیتا کہ کہیں حضرت برہم نہ ہو جائیں اور ٹوک نہ دیں"

واقع میں پیتل، تانبا اور لوہا کی انگشتری مرد وعورت سب کے لیے حرام ہے۔ اور مرد کو ساڑھے چار ماشے سے کم چاندی کی صرف ایک انگوٹھی جائز اور عورت کو سونا چاندی کی جتنی چاہے روا ہے، اس کے علاوہ کی کوئی گنجائش نہیں۔

ترمذی، ابوداؤد اور نسائی شریف میں حضرت بریدہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص پیتل کی انگوٹھی پہنے ہوئے تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا بات ہے، تم سے بت کی بو آتی ہے؟ انہوں نے وہ انگشتری پھینک دی، پھر لوہے کی انگوٹھی پہن کر آیا، فرمایا، کیا بات ہے کہ تم جہنمیوں کا زیور پہنے ہوئے ہو؟ اسے بھی نکال کر پھینکا اور عرض کیا یارسول اللہ! کس چیز کی انگشتری بنواؤں؟ فرمایا چاندی کی بناؤ اور ایک مثقال (۴½ ماشے) پورا نہ کرو۔

ترمذی شریف کی روایت ہے کہ لوہے کے بعد سونے کی انگشتری پہن کر آیا تھا، حضور نے فرمایا کہ کیا بات ہے کہ تم کو جنتیوں کا زیور پہنے ہوئے دیکھتا ہوں۔ (یعنی سونے کی انگشتری تو اہل جنت کے لیے جنت میں پہننے کو روا رکھا گیا ہے۔ تو مرد ہو کر دنیا میں کیوں پہنتے ہو)

ان شواہد سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مفتی اعظم امت مرحومہ کو اللہ و رسول جل وعلاو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی اور جہنم میں لے جانے والے کام سے روکنے میں کس قدر سعی پیہم فرماتے تھے۔ گویا ان کا ان لفظوں میں ہمیشہ یہ پیغام رہا۔

طریق مصطفیٰ کو چھوڑنا ہے وجہ بربادی اسی سے قوم دنیا میں ہوئی بے اقتدار اپنی
ہمیں کرنی ہے شہنشاہ بطحا کی رضا جوئی گروہ ہوگئے اپنے تو رحمت پروردگار اپنی
سنتیں عام کریں، دین کا ہم کام کریں
نیک ہو جائیں مسلمان مدینے والے

## غسل کرتے وقت پردے کا اہتمام

غسل کرتے وقت مرد وعورت کو چاہیے کہ چاروں جہت سے پردہ کرلیں۔ کیونکہ کھلی جگہ میں نہانے کی صورت میں ستر کھلنے اور اس پر کسی کی نظر پڑنے کا عموماً مظنہ رہتا ہے پھر یہ کہ یہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان اور وتیرہ رہا ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔

"قَالَتْ مَیْمُوْنَۃُ وَضَعْتُ لِلنَّبِیِّ ﷺ غُسْلاً فَسَتَرْتُہٗ بِثَوْبٍ" [۱]

ام المومنین حضرت میمونہ زوجۂ نبی اکرم رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے غسل کا پانی رکھا اور آپ کے لیے ایک کپڑے کا پردہ کردیا۔

ایک دوسری حدیث میں ہے۔

عَنْ یَعْلٰی قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی رَجُلاً یَغْتَسِلُ بِالْبَرَازِ فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ فَحَمِدَ اللّٰہَ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ حَیٌّ سَتِیْرٌ یُحِبُّ الْحَیَاءَ وَالتَّسَتُّرَ فَاِذَا اغْتَسَلَ اَحَدُکُمْ فَلْیَسْتُرْ [۲]

صحابی رسول حضرت یعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھلے میدان میں بے پردہ غسل کرتے دیکھ لیا۔ تو منبر پر تشریف لے گئے، اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بجالائے پھر فرمایا، بلاشبہ اللہ تبارک تعالیٰ حیا والا اور ستر پوشی کو پسند فرمانے والا ہے وہ حیا اور ستر پوشی کو پسند فرماتا ہے۔ تو تم میں سے جو کوئی غسل کرے تو پردہ کرلیا کرے۔

---

[۱] رواہ البخاری عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بحوالہ مشکوۃ ص ۴۸۔
[۲] رواہ ابو داؤد والنسائی وفی روایۃ قال 'ان اللہ ستیر فاذا اراد احدکم ان یغتسل فلیتوار بشئ.

اس تمہید کے بعد اب آیئے حضور مفتی اعظم قدس سرہ کی زندگی کو اتباع سنت کی جہت سے دیکھیں۔

مولینا جہانگیر صاحب موصوف نے راقم سے ایک ملاقاتی مجلس میں فرمایا:

حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان ہمیشہ بند غسل خانہ میں غسل فرمایا کرتے تھے۔اور اگر کسی ایسی جگہ پہنچتے جہاں غسل خانہ کا انتظام نہ ہوتا تو چاروں طرف سے اور اوپر بھی کپڑے کا پردہ لگا دیتے اور گھیراؤ کر دیتے تھے۔''

## آخری سانس لیتے ہوئے بچہ کو نئی زندگی

گذشتہ صفحات میں ثابت کیا جا چکا ہے کہ شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم اتباع شریعت اور استقامت فی الدین کے جبل مستقیم تھے۔اس لیے اس کے ثمرات یعنی کرامات بھی بارہا معرض وجود میں آئے۔احیاء موتی سے متعلق حضور مفتی اعظم کی ایک عظیم کرامت محدث امروہہ حضرت علامہ مبین الدین امروہوی مرحوم کے الفاظ میں ملاحظہ کیجیے:

''شاید آپ کو یاد ہوگا جبل پور کا وہ تاریخی واقعہ کہ جب آپ اپنے مرید کے بے حد اصرار پر جبل پور کے علاقوں میں اپنے چند خادموں کے ساتھ تشریف لے جا رہے ہیں۔ راستہ بڑا پرخطر اور پُر پیچ ہے،جگہ جگہ سواری رکتی اور چل پڑتی،گھوڑا انتہائی پریشان،تانگے میں بیٹھنے والے حضرات اور بھی پریشان،لیکن آپ ایسے ضعف ونقاہت میں بھی تانگے میں اور لوگوں کے ساتھ جلوہ افروز ہیں۔لوگوں کو اپنی تکلیف کے ساتھ ساتھ آپ کا زیادہ خیال آ رہا ہے۔جگہ جگہ تانگے میں جھٹکے محسوس ہو رہے ہیں۔لوگ اچھل اچھل جاتے ہیں۔تانگہ اپنی رفتار پر آگے بڑھتا جا رہا ہے چلتے چلتے ایک گاؤں سے گذرتا ہے کہ سڑک پر ایک بچہ کھیلتا کودتا اچانک تانگے کے نیچے آ جاتا ہے۔تانگے کا پہیہ اس بچے کے سینہ اور پیٹ کے درمیان سے اتر جاتا ہے۔لوگوں میں غم وغصہ کی ایک لہر دوڑ جاتی ہے۔چاروں طرف ہوکا عالم ہے۔پوری سڑک پر سناٹا چھا گیا۔ہر انسان اپنی اپنی جگہ پریشان۔ہر طرف بے چینی ہی بے چینی نظر آ رہی ہے۔ہر دل اداس ہی اداس دکھائی دے رہا ہے۔سڑک کی پوری دنیا

ماتم کدہ بنی ہوئی ہے۔ باپ دھاڑے مار مار کر رو رہا ہے۔ ماں بچے کی حالت دیکھ کر پچھاڑیں کھا رہی ہے۔ کسی کو سکون وچین نہیں۔ مگر ہو ہی کیا سکتا تھا۔ اسی مجمع میں اللہ کا ایک ولی کامل، رسول عربی کا سچا عاشق، غوث الوری کا صحیح جانشین، اعلی حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی چمکتی ہوئی تلوار ہے۔ جن کے چہرۂ انور پر عزم واستقلال کی ایک چٹان ہے۔ تحمل و بردباری کا ایک دریا ہے۔ جو انتہائی سکون واطمینان کی موجیں مار رہا ہے۔ وہ اس وقت دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ آپ کے لب گلفشاں ہوئے اور آپ نے خادم سے فرمایا کہ اس بچہ کو اٹھا کر لاؤ۔ کسی کی ہمت نہ ہوئی چونکہ بظاہر اس کے جسم میں جان نہیں تھی۔ دنیا ظاہر پر نظر رکھتی ہے۔ مگر اللہ کے خاص بندے ظاہر و باطن دونوں پر یکساں نظر رکھتے ہیں۔ وہ حقیقت سے آشنا ہوتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ یہ قضائے حقیقی نہیں بلکہ قضائے معلق ہے بقول عارف رومی: ع ''لوح محفوظ است پیش اولیا''

حضور مفتی اعظم کے مکرر ارشاد فرمانے پر ایک خادم آگے بڑھا اور اس نے بچے کو حضرت کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے خدمت میں حاضر کر دیا۔ اس بچے کو لے کر جو بظاہر دم توڑتا ہوا نظر آرہا تھا، زندگی کی آخری سسکیاں لے رہا تھا، جو اپنی عمر کے سانس پورے کر کے دنیا کو خیر آباد کہنا چاہتا تھا۔ بچہ حضرت کے ہاتھوں میں ہے۔ لوگوں کے چہروں کی ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ ایسے پر پیچ ماحول میں ایسے غم زدہ وقت میں ایک مقدس ذات مفتی اعظم کی تھی، جن کے چہرہ پر ملکوتی حسن تھا، جن کے لبوں پر خاموش مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ آپ نے اس بچے کے سینے اور پیٹ کے درمیان اپنا دست شفا پھیرا، پھر کیا تھا کہ اچانک وہ مسکرا پڑا۔ چہرے پر طمانیت اور آنکھوں میں زندگی کی مسکراہٹ رقص کرنے لگی جیسے اس کے زخموں کو مرہم دے دیا گیا ہو۔ جیسے نکلی ہوئی روح دوبارہ واپس آ گئی ہو، جیسے مرجھائے ہوئے درخت پر ہریالی دوڑ گئی ہو۔ چند ہی لمحوں میں اضطراب کی ساری تلخی سکون کی مٹھاس میں بدل گئی۔ وہ بچہ جو ابھی زندگی کی آخری سانس طے کر رہا تھا۔ دنیا نے اپنے ماتھے کی آنکھوں سے یہ منظر ملاحظہ فرمایا کہ حضور مفتی اعظم ہند کے دست شفقت ومحبت سے مس

ہوتے ہی وہ بچہ اچھل پڑااور فوراً اپنے گھر کی طرف دوڑا لوگ اسے بلاتے رہ گئے اور بچہ یہ پیغام دیتا ہوا گھر چلا گیا کہ:

مدینے کے گدا دیکھے ہیں دنیا کے امام اکثر
بدل دیتے ہیں تقدیریں محمد کے غلام اکثر

جب لوگوں نے حضرت کی یہ زبردست کرامت اپنی نظروں سے دیکھی تو یکے بعد دیگرے سبھی لوگ حضرت کے حلقہ بگوش ہوتے گئے۔''

(مقالات نعیمی ص ۱۸، ۲۰ مقالہ حضرت علامہ مبین الدین مرحوم سابق شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ مرادآباد)

## اپنی کرامت سے حج کرادیا

۶؍صفر المظفر ۱۸ھ صوفی مولانا عبدالرحمٰن صاحب شیب پور ہوڑہ نے ایک ملاقات میں اپنے حج کا واقعہ راقم سے بیان فرمایا۔ جس کو پڑھنے کے بعد آپ ضرور اندازہ لگالیں گے کہ اس مردحق آگاہ نے جسے لوگ مفتی اعظم سے جانتے ہیں۔ اپنی زبان فیض ترجمان سے جو فرمایا وہ ہوکر رہا اور آپ کے سامنے روشن ہو جائے گا کہ مولوی کا بے سروسامانی کے عالم میں بھی حج کر لینا مفتی اعظم کی کرامت ہی کہی جاسکتی ہے۔ صوفی موصوف نے اپنا واقعہ حج کچھ اس طرح بیان فرمایا:

''میں بریلی شریف میں تھا حضور مفتی اعظم اور چند اشخاص موجود تھے۔ ایک اسرائیل نامی شخص نے مذاقاً میرے بارے میں عرض کیا کہ حضور یہ صوفی صاحب حج کے لیے جارہے ہیں اتنا سننا تھا کہ حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ صوفی صاحب حج کے لیے جارہے ہیں تو میرا ایک خط لیتے جائیے، اور حضرت نے ایک خط حضرت ضیاء الدین مدنی قطب مدینہ کے نام لکھ کر دیا، جب میرے ہاتھ میں انہوں نے خط دیا تو میری آنکھیں بھر آئیں، میں نے کہا، حضور! اگر چہ میرا حج کے بارے میں اب تک کوئی فیصلہ نہیں تھا لیکن جب آپ نے خط دے کر مجھے قاصد بنا دیا ہے تو مجھے اب یقین ہو گیا ہے کہ ضرور میں حج کے لیے جاؤں گا۔ اس کے بعد میں کلکتہ آیا اور وہ زمانہ تھا جب حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ

صاحب محدث کبیر مدرسہ منظر الاسلام (ضیاء الاسلام) تکیہ پاڑہ ہوڑہ میں اپنے علم کا دریا بہا رہے تھے۔ تکیہ پاڑہ میں ایک بوڑھی رہتی تھی جن کو ہم لوگ بوڑھی اماں کہا کرتے تھے۔ اور وہ علما کی بہت قدرداں تھیں۔ اکثر علما کو دعوت دیتی اور کھانا کھلایا کرتی ایک دن ان کے یہاں گیا تھا۔ انہوں کے کہا تم حج کے لیے جاؤ! میں نے کہا کہ ہم مولوی آدمی کہاں سے اتنے روپے لائیں گے کہ حج کریں گے۔ تو انہوں نے فوراً پانچ سو روپئے جو کپڑا کے ایک کونے میں باندھ کر رکھے ہوئے تھیں نکالیں اور مجھے دے دیئے۔ میں نے یہ سوچ کر کہ جاتے وقت انھیں دے دوں گا جیب میں رکھ لیا۔ مگر چلتے وقت انہیں نہ دے سکا، بھول گیا، مدرسہ مذکور میں آیا تو محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب کے پاس جا کر بیٹھا اور روپیہ کا کچھ حصہ باہر نکلا ہوا تھا۔ میرے ذہن میں اس روپیہ کا قطعاً خیال نہ تھا۔ اس روپیہ کو دیکھ کر حضرت علامہ موصوف نے فرمایا، صوفی جی آج تو ضرور مٹھائی کھلائیں گے میں نے کہا مٹھائی تو آپ کھلائیں گے کیونکہ ڈھائی سو روپئے تنخواہ کے آج ہی آپ کو ملے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ آپ کی جیب گرم ہے اس لیے آپ مٹھائی کھلایئے تب مجھے اس پیسہ کا خیال آیا، میں نے کہا، اماں سے پانچ سو روپیے لے کر آیا ہوں، حج کے لیے جا رہا ہوں۔ آپ بھی دو سو روپئے لایئے، حضرت نے فوراً دو سو روپئے نکالے اور مجھے دے دیے۔

صوفی صاحب موصوف نے مزید فرمایا کہ اس کے بعد میری حالت غیر رہا کرتی تھی۔ میں سوچا کرتا تھا کہ میری تنخواہ صرف ساٹھ روپئے ہیں، میں کیسے حج کے لیے جا سکوں گا، اور یہ سوچ کر خوب رویا کرتا تھا۔ اس زمانے میں نو سو کچھ روپئے پانی جہاز کے کرایہ میں لگا کرتے تھے۔ اور کل چار ہزار روپئے صرف ہوتے تھے۔ اتنے میں بہار شریف کے قریب ایک جگہ کا پروگرام ملا۔ میں وہاں پہنچا تو سوچا کہ حضرت مخدوم بہاری علیہ الرحمۃ و الرضوان کے مزار پرانوار پر فاتحہ پڑھ کر دعا کروں تا کہ حج کا انتظام ہو جائے۔ وہاں پہنچا تو ایک مست قلندر صاحب سامنے آ پڑے۔ اور میں حج کی فکر میں کھویا ہوا تھا بے خیالی میں مجھ سے انہیں دھکا لگ گیا۔ جب خیال آیا تو اس سے میں نے کہا کہ حضور غلطی ہو گئی معاف

فرمادیجیے انہوں نے کہا تم اپنے ہوش میں تھوڑے ہی ہو، تمھیں تو کسی اور چیز کی فکر ہے۔ اس بوڑھے (مزار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) سے کہو تمہارا سب کام ہو جائے گا۔ اتنا انتظام ہو جائے گا کہ تم مکہ میں دوسرے کو قرض دو گے۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ یا اللہ! ان کو کیسے خبر ہوگئی کہ میں حج کے لیے جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ خیر بعد فاتحہ و استغاثہ پروگرام میں گیا اور تقریر کی میں سوچ رہا تھا کہ دو ڈھائی سو روپے ملا کرتے ہیں یہ لوگ بھی وہی دو ڈھائی سو روپے نذرانہ دیں گے لیکن جب صبح ہوئی تو ان لوگوں نے رخصت ہوتے وقت پانچ سو روپے دیئے، رکشہ بان رکشہ لے کر چلا تو پیچھے سے آواز آنے لگی کہ رک جاؤ! رک جاؤ! میں رک گیا۔ معاملہ یہ تھا کہ جلسہ کے حساب کے بعد پندرہ سو روپے بچ رہے تھے تو گاؤں والے آپس میں یہ باتیں کر رہے تھے کہ پندرہ سو روپے کو کیا جائے تو کسی نے کہا کہ اس کی پلیٹیں منگوائی جائیں اور کسی نے کہا کہ دیگ منگوائی جائے تاکہ وقت پر کام آئے کسی نے کہا کہ عبدالسلام نامی شخص کو دے دو، وہ رکھے گا اور وقت پر سامان لائے گا۔ اتنے میں ایک شخص نے کہا کہ عبدالسلام کو نہ دو وہ چور ہے سب کھا جائے گا۔ اس پر بات بڑھ گئی کہ اس کو چور کیوں کہا اسی دوران ایک بوڑھا اٹھا اور کہا کہ میری بات سنو! لوگوں نے کہا کیا؟ ’’جب تک روپیہ رہے گا سب جھگڑا کریں گے۔ صوفی صاحب حج کے لیے جارہے ہیں انہیں دے دو تاکہ وہ دعا کریں گے، سب نے کہا کہ ٹھیک ہے انہیں ہی دے دیا جائے۔ اور وہ پندرہ سو روپے انہوں نے مجھے دیدیے اس کے بعد میں کلکتہ پہنچا۔ درخواست وغیرہ دے کر حج وزیارت کی تیاری شروع کی تا آنکہ روانگی کا وقت آ گیا جب میری گاڑی ٹاٹا نگر اسٹیشن پہنچی تو جناب محمد علی صاحب گولموری وغیرہ اسٹیشن پر پہنچے ہوئے تھے لوگوں نے مصافحہ کرتے وقت روپے دیے جو چار سو شمار میں آئے۔ جب میں مکہ شریف پہنچا تو جن مہر النساء شیب پور ہوڑہ نے کہا کہ، کہہ رہے تھے کہ روپے نہیں ہے اور حج کے لیے بھی چلے آئے، تو میں نے انہیں اپنی داستان سنا ڈالی۔ انہوں نے کہا اتنا روپیہ کیا کرو گے، لاؤ میں ہوڑہ چل کر دے دوں گی۔ تو میں نے انہیں بطور قرض کچھ روپے دے دیے۔

حضرت صوفی صاحب نے اخیر میں فرمایا "یہ حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کی کرامت ہی تھی کہ میں نے حج کر لیا ورنہ میری کیا حیثیت کہ حج وزیارت کر پاتا"۔

## غیر محرموں کے مصافحہ اور قدم بوسی سے اجتناب

غیر محرم عورتوں سے مصافحہ کرنا یا ان سے قدم بوسی کروانا ممنوع ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس پر ہمیشہ کاربند رہے۔ یہاں تک کہ عورتوں کی بیعت بھی بغیر ہاتھ ملائے لیتے، اس سنت کی ادائیگی بھی حضور مفتی اعظم قدس سرہ کے ذیل کے عمل سے ظاہر وعیاں ہے۔

۲۱ رشوال المکرم ۱۴۱۷ھ حافظ نثار احمد صاحب نوری قادری کمتا ضلع چترا (بہار) نے ایک مجلس میں راقم سے بیان کیا کہ "کئی سال قبل دار الیتامیٰ، لدا بھائی تھاریہ، دلائی پاڑہ سمبل پور (اڑیسہ) کے صدر مسجد کے امام خلیفہ مفتی اعظم حافظ معین الدین صاحب نے مفتی اعظم ہند کو جلسہ دستار بندی کے لیے دعوت دی تھی۔ فارغین حفظ میں میں بھی تھا۔ میرے سامنے وہاں یہ واقعہ پیش آیا کہ حضور مفتی اعظم کی واپسی کا جب وقت آیا تو آپ کے لیے کار لائی گئی اور آپ اس میں تشریف رکھ بھی چکے۔ کار چلنے ہی والی تھی کہ اتنے میں ایک عورت گرتی پڑتی دوڑتی ہوئی آئی اور حضور سے کہا کہ مجھے اپنا قدم چومنے دیجیے۔ حضرت نے نگاہ نیچی کر لی اور اپنا رومال بڑھاتے ہوئے فرمایا کہ "غیر محرم کو دیکھنا حرام ہے اور ہاتھ ملانا بھی اس لیے یہ چادر لو اور اسے چوم لو" حضرت ایک کونہ پکڑے رہے اور اس کی طرف بڑھا دیا،

اس واقعہ سے آج کل کے وہ پیران عظام عبرت حاصل کریں جو عورتوں کو ہاتھ میں ہاتھ رکھ کر مرید کرتے ہیں۔ اور بعض تو ایسے گناہ پر جری و دلیر ہیں کہ ان کے ساتھ خلوت میں ہونے اور ان غیر محرموں سے پاؤں دبوانے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ (العیاذ باللہ)

## قبر میں منکر نکیر کے سوال کا جواب بتاتے ہوئے

۲۲ رشوال المکرم ۱۴۱۷ھ مولانا قاری محمد جمیل صاحب گیاوی نے ایک ملاقاتی مجلس میں راقم سے فرمایا کہ حضور مفتی اعظم کے تعلق سے ایک بات مجھے یاد ہے اور وہ ۶۸/۶۹

عیسوی کی بات ہے میرے بھائی شکیل مرحوم کا انتقال ہو گیا جو حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ و الرضوان سے مرید تھا چند ساعت کے بعد رات کے تین چار بجے میں نے اسے خواب میں دیکھا تو دریافت کیا تم تو وفات پا چکے پھر یہاں کیسے آئے؟ جواب دیا کہ آپ سے ملاقات کے لیے حاضر آ گیا ہوں۔ پھر میں نے پوچھا کہ اللہ تعالی نے تمہارے ساتھ کیا برتاؤ فرمایا؟ اس نے جواب دیا کہ میرے ساتھ کچھ نہیں ہوا، میرا بیڑا پار ہو گیا۔ جب منکر نکیر سوال کرنے آئے تو دیکھا کہ سامنے حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان ہیں جو کاغذ پر سارے سوالات کے جواب لکھ کر مجھے دکھا رہے ہیں تو میں نے اسے دیکھ کر سارے سوالات کے جوابات دے دیے"۔

قاری موصوف کہتے ہیں کہ "اس کے بعد ہم دونوں ایک جگہ چائے پینے لگے اتنے میں نیند ٹوٹ گئی"۔

## حضور مفتی اعظم کی نگاہ کشف

۱۶ / ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ کو جناب جمیل احمد خاں صاحب پنچی دار، ضلع سیوان سے ایک نشست میں فقیر نے دریافت کیا کہ آپ کن سے مرید ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ "میں مفتی اعظم قدس سرہ العزیز سے مرید ہوں"۔ میں نے پھر سوال کیا کہ آپ کو کس چیز نے حضور مفتی اعظم سے مرید ہونے پر ابھارا تو انہوں نے پورا یہ واقعہ سنایا کہ:

میں کلکتہ میں پولس ڈیپارٹ میں ملازم تھا ۱۹۷۲ء میں میں نے اپنی لڑکی کی شادی کی اس کے بعد دل میں اچانک ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہوئی اور مغرب کے وقت بہت آہ وزاری کے ساتھ مسجد کی چوکھٹ پر کھڑے ہو کر اللہ تعالی کی بارگاہ میں عرض کیا کہ یا اللہ! میرا یہ سفر کامیاب رہے۔ اور میرا ارادۂ سفر کلکتہ کا تھا۔ کل ہو کر خواب میں دیکھا کہ حضرت نظام الدین اولیا علیہ الرحمۃ والرضوان سے مصافحہ کر رہا ہوں۔ اسی صبح کلکتہ کے لیے روانہ ہو گیا۔ اور ظاہر حسین خاں مرحوم جو میرے دوست تھے۔ ان کے پاس پہنچا انہوں نے کہا، اے جی آ گئے، چلو حضور مفتی اعظم ہند سے مرید ہو جاؤ ان دنوں حضرت کلکتہ پہنچے ہوئے تھے..

سہراب خان نامی شخص کے یہاں زکریا اسٹریٹ میں قیام پذیر تھے۔ میں اسی وقت اپنے مذکورہ دوست کے ساتھ چل کر حضور کی بارگاہ میں پہنچا اور اپنے دوست کے کہنے کے مطابق ہاتھ میں جو کئی انگشتری پہنے ہوا تھا نکال دیا اور دھوتی پیچھے طرف گھرسنے کے بجائے لنگی کی طرح پہن لیا۔ قمیص کی آستین اور بٹن وغیرہ ٹھیک ٹھاک کر کے حاضر بارگاہ ہوا اور آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہو گیا۔

حضرت نے اپنے حلقۂ ارادت میں لینے کے بعد فرمایا کہ ایک چاندی کی انگشتری سے زیادہ نہیں پہنا چاہیے۔ اور دھوتی نہ پہنا کیجیے اور سینہ کھول کر مت رکھا کیجیے''۔

اس واقعہ سے جہاں حضور مفتی اعظم قدس سرہ کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر کار بند رہنے کا پتہ ملتا ہے وہیں اس امر کی طرف بھی اشارہ ملتا ہے کہ آپ نے اپنے کشف سے یہ معلوم کر لیا تھا کہ یہ شخص شرع شریف کے خلاف کئی انگوٹھی پہنتا ہے اور ہندوانہ طرز پر گھرس کر پہنتا ہے اور اس لیے بھی آپ نے تاکید فرمائی تاکہ وہ اپنی پرانی عادت کی طرف عود نہ کرے۔ نیز آپ کا یہ رتبہ اور درجہ بھی واضح ہو کر سامنے آیا کہ آپ کے دست حق پر ست پر بیعت ہونا گویا حضرت نظام الدین اولیا قدس سرہ سے مصافحہ کرنا ہے۔

## مفتی اعظم اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر

۱۹۷۱ء میں حضور مفتی اعظم قدس سرہ جھاڑسوگڈہ (اڑیسہ) دعوت وارشاد کی غرض سے تشریف لے گئے تھے۔ بے شمار افراد سلسلۂ ارادت میں داخل ہوئے۔ جناب معین الدین صاحب زخمی جھاڑسوگڈہ بھی ان سے یہیں مرید ہوئے۔ ایک ملاقات میں راقم نے ان سوال کیا کہ آپ کو کس چیز نے آمادہ کیا حضور مفتی اعظم ہند سے مرید ہونے پر؟ تو موصوف نے جواب دیا کہ حضور سمبلپور رہوتے ہوئے یہاں تشریف لائے تھے۔ میں ڈیوٹی پر گیا ہوا تھا مجھے خبر ہوئی تو جلدی جلدی ملنے حاضر ہوا جب حضرت کے چہرۂ تاباں پر نظر پڑی تو میں خود رفتہ ہو گیا۔ حضرت کے رخ انور پر وہ نورانیت ہی تھی کہ کوئی ایسا نہ ملے گا جو آپ کا چہرہ دیکھے اور وارفتہ نہ ہو جائے۔ بس میں آپ کا شیدا ہو گیا اور عصر کے بعد مرید ہو گیا۔

ہماری نظر کے سامنے ہی یہ واقعہ درپیش ہوا کہ عصر کے وقت حضور مسجد میں جلوہ افروز تھے اور ایک شخص آ کر نماز پڑھنے لگا وہ صدری (بنڈی) پہنے ہوئے تھا لیکن صدری کا بٹن کھلا ہوا تھا۔ اور کرتے کا بٹن بھی نہیں لگایا تھا۔ جس کے سبب سینے کا حصہ دکھائی دے رہا تھا۔ حضور کی نظر اس پر پڑ گئی۔ جب وہ نماز سے فارغ ہو گیا تو آپ اس کے پاس آ گئے اور فرمایا آپ کے کرتے کا بٹن کھلا تھا اور صدری کا بھی اس لیے نماز پھر سے پڑھیے کہ سینہ کھلا رکھنا مکروہ (تحریمی) ہے پھر آستین کے بٹن کی بھی تاکید فرمائی"۔

زخمی صاحب موصوف نے مزید فرمایا کہ "رخصت ہوتے وقت اسٹیشن پر حضور سے میں نے عرض کیا، حضور میرے لیے دعا فرمائیے! تو حضور نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھایا اور میرا نام لے کر یہ دعا کی، یا اللہ! معین الدین کو تو اچھا رکھ، اس کو کبھی غم لاحق نہ ہو۔ موصوف فرماتے ہیں کہ یہ حضور پیر و مرشد کی دعا کی برکت ہے کہ میں کبھی غموں سے دوچار ہوتا بھی ہوں تو فوراً ہی ان سے چھٹکارہ مل جاتا ہے"۔

## طلبہ کی ایذا رسانی پر صبر

اذیت پر صبر کرنا حکم خدا اور سنت رسول ہے۔ قرآن شریف میں ارشاد ہوا۔ "اِصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُوْلُوْ الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ" (صبر کرو جیسا کہ اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ظاہری زندگی میں ہمیشہ اس حکم پر عمل پیرا رہے اور دوسروں کو بھی اس کے مطابق صبر کا درس دیتے رہے۔ اور آپ کے سچے و پکے عاشق حضور مفتی اعظم رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس سنت کو اپنے قول سے بھی زندہ رکھتے ہیں اور عمل سے بھی۔ اس طرح یہاں بھی استقامت فی الدین اور اتباع شریعت کے تعلق سے قولی و عملی امتزاج پیش فرماتے ہیں۔

آپ اپنے ایک خط میں حضرت مولانا عبدالسلام جبل پوری قدس سرہ کو لکھتے ہیں:

"صبر موجب اجر ہے اور صابروں کو عظیم بشارت ہے، معیت حق ہے، اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ"۔ (پیغام رضا کا مفتی اعظم نمبر ص ۵۰ مضمون پروفیسر طلحہ برق رضوی)

اور عملی صبر و شکیب کی جھلک ذیل کے بیان میں ملاحظہ فرمائیے۔

راقم الحروف کے زمانۂ طالب علمی میں الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ کے طلبہ و اساتذہ کی ایک نشست میں شارح بخاری حضرت مفتی شریف الحق صاحب امجدی قدس سرہ نے اپنی تقریر کے دوران فرمایا کہ حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کو بعض طلبہ سے سخت اذیت پہنچی اور آپ بہت پریشان ہوجاتے تھے۔ اسی لیے آپ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ ''یہ قوم ایسی ہے کہ خدا کی پناہ، مگر ان میں کچھ اچھے جوہر بھی ہوتے ہیں جن کی وجہ سے سب کی پرورش کرنی پڑتی ہے۔''

جناب مولوی سراج الباری صاحب شہباز پور، پورینہ ضلع ویشالی نے راقم السطور سے ایک ملاقاتی مجلس میں فرمایا کہ ''ایک مرتبہ حضور کی بارگاہ میں تعویذات لینے کے لیے بہت ساری عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں اور کچھ مرد بھی اور حضرت لکھنے میں مشغول تھے۔ اتنے میں درجۂ عالم کا ایک طالب علم آپ کی خدمت میں آیا۔ حضرت نے سر اٹھایا اور دریافت فرمایا کہ آپ کیسے آئے؟ اس نے کہا، ایک مسئلہ پوچھنے، فرمایا، کیا؟ اس نے کہا، عورتوں کو دیکھنا کیسا ہے؟ جائز یا ناجائز؟ آپ نے فرمایا حرام ہے صرف پہلی نظر (بلا قصد) روا ہے، اس نے کہا پھر آپ یہاں اتنی عورتوں کو کیوں بیٹھائے رہتے ہیں۔ اتنا کہنا تھا کہ آپ نے فرمایا، ''کیا دیکھنے اور دِکھنے میں فرق نہیں ہے''۔[1] (مطلب یہ ہے کہ دیکھنے کا تعلق قصد سے ہے جو ناجائز ہے۔ اور دِکھنا بلا قصد ہوتا ہے جس میں کوئی گناہ نہیں) اس کے بعد اپنے دونوں ہاتھوں سے آپ اپنے سر کو پیٹنے لگے اور کثرت سے لاحول شریف پڑھتے رہے اور بے خود ہوگئے بعدہ جب خوب آواز بلند ہوئی تو آپ کے خادم نے آکر تسلی دی تب کہیں جاکر آپ کا جلال کم ہوا۔''

واضح رہے کہ آپ کی بارگاہ میں بغیر ہاتھ منہ ڈھکے کسی عورت کا آنا سخت ممنوع تھا۔

---

[1] حدیث میں ہے۔ یا علی لا تتبع النظرۃ النظرۃ، النظرۃ الاولیٰ لک والثانیۃ علیک۔ ''اے علی ایک مرتبہ (جو بلا قصد ہو) دیکھنے کے بعد دوسری نظر کسی غیر محرم پر نہ ڈالنا۔ پہلی نظر تیرے لیے ہے اور دوسری (بالقصد ہو) تیرے اوپر ہے یعنی عذاب کا باعث ہے۔

گذشتہ صفحات میں کئی شواہد درج کیے جا چکے کہ اگر کوئی غیر محرم منہ یا ہاتھ کھولے ہوئے آپ کے یہاں تعویذ لینے چلی آتی تو سختی سے منع فرماتے بلکہ برہم ہو جاتے تھے۔

آپ خود ایک فتوی میں قلم بند فرماتے ہیں:

''عورت پر ہر غیر محرم سے پردہ فرض ہے۔ پیر استاذ محرم نہیں ہوتا، محض اجنبی ہے۔ جو بزرگان دین ہیں وہ پردہ کو لازم ہی جانتے ہیں۔ شرعاً اجانب سے پردہ لازم۔ ملا علی قاری کی مسلک متقسط میں ہے، فرماتے ہیں ''سَتْرُ الْوَجْهِ عَنِ الْاَجَانِبِ وَاجِبٌ عَلَى الْمَرْأَةِ'' (اجنبیوں سے چہرہ چھپانا عورتوں پر واجب ہے) جو عورتیں خود بے پردہ پھرتی ہیں ان کو ہدایت کرنا پیر کا کام ہے۔ اگر وہ پردہ نہ کریں خود سامنے آئیں اور ان کی طرف دوسری نگاہ قصدی نہ ڈالی جائے تو اس پر الزام نہیں''۔

## طلبہ کے لیے مفتی اعظم کی بہترین نصیحت

دینی تعلیم پر مسلمانوں کو برانگیختہ کرنا پیغام رسول ہے۔ سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے، ''اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ كَانَ بِالصِّيْنِ'' علم حاصل کرو اگرچہ چین تک کا سفر کرنا پڑے۔ اور ایک حدیث میں ہے ''تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَالْقُرْآنَ وَعَلِّمُوا النَّاسَ فَاِنِّي مَقْبُوْضٌ'' علم میراث (یا ان تمام احکام کا علم جن کی معرفت واجب ہے) اور قرآن سیکھو اور لوگوں کو تعلیم دو اس لیے کہ میں عنقریب تمہارے درمیان سے رخصت ہونے والا ہوں۔ (رواہ الترمذی، مشکوۃ ص ۳۵)

سیدی حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ والرضوان اپنے آقا کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے طالب علموں کو ہمیشہ علم میں مشغول رہنا دیکھنا چاہتے تھے۔ چنانچہ ۱ ذو القعدہ ۱۷ھ مطابق ۱۱ مارچ ۷۹ء کو جناب مولانا سراج الباری صاحب شہباز پور پورینہ ویشالی نے راقم سے یہ بیان کیا کہ:

بریلی شریف کے اپنے زمانۂ طالب علمی (۶۵ھ) کے دوران میں حصول برکت کی غرض سے حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے حجرۂ شریفہ میں گیا۔ اور کرسی پر

جیسے دوسرے لوگ بیٹھے تھے۔ میں بھی بیٹھ گیا۔ حضرت تخت پر بیٹھے کچھ لکھنے میں مشغول تھے۔ چند لمحہ کے بعد سر مبارک اٹھایا اور فرمایا کیسے تشریف لانا ہوا؟ میں نے عرض کیا، بس یونہی ملاقات کی غرض سے حاضر آ گیا ہوں۔ آپ نے فرمایا، ''ابھی آپ طالب علم ہیں۔ جتنی دیر آپ میرے پاس بیٹھیں گے اتنی دیر کتاب پڑھیں گے تو آپ کے لیے میری صحبت سے زیادہ نفع بخش ہوگا''۔

## مفتی اعظم ہند کی دریا دلی

حضور سرو کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے کہ سائل کو محروم نہ کیا جائے، جو مانگے عطا کیا جائے۔ حتیٰ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کسی نے تن مبارک کا کپڑا بھی مانگا تو اسے بھی نوازا...... حضور مفتی اعظم کے تعلق سے اس سنت کی ادائیگی کا اندازہ ذیل کے واقعہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

۴ ذوالقعدہ ۱۴۱۷ھ ۱۴/۷/۹۷ء جناب صوفی امین الدین آسوی اجمیری صاحب نے راقم سے بتایا کہ پیر و مرشد حضرت غلام آسی پیا علیہ الرحمہ کی اہلیہ محترمہ پیرانی اماں مرحومہ حضرت مفتی اعظم قدس سرہ سے مرید تھیں اور حضرت مفتی اعظم بارہا بلاری، مراد آباد جایا کرتے تھے اور جب بھی جاتے، ملک رام پور (جہاں حضرت غلام آسی پیا کا دولت کدہ ہے) عصر کے قریب پہنچتے، اور میرا قیام ان دونوں وہیں رہتا تھا جب پیرانی اماں کو خبر ہوتی تو ضرور کچھ نہ کچھ ناشتہ بنا کر یا تو خود حاضر کرتیں یا مجھے دے کر بھیجتیں یا حضرت کو ہی اپنے مکان پر بلوالیتیں۔

ایک مرتبہ پیرانی اماں کی خواہش ہوئی کہ حضرت سے رومال مانگ لیا جائے۔ لہٰذا انہوں نے مجھے اپنا ایک رومال دے کر بھیجا میں نے حاضر بارگاہ ہو کر حضرت سے عرض کیا، حضور یہ رومال پیرانی اماں نے دیا ہے اور کاندھے شریف پر رکھا ہوا رومال مانگا ہے۔ تو حضرت مفتی اعظم قدس سرہ مسکرائے اور فرمایا لے لے، لے لے۔

اجمیری صاحب موصوف نے مزید فرمایا کہ حضرت کو پیرانی اماں نے کھانے کو پیش کیا

تو حضرت نے کلی کرنا چاہی۔اور کلی کے وقت پان کے کچھ ٹکڑے منہ سے باہر آ گئے تو میں نے موقع غنیمت جانا اور انہیں اٹھا کر کچھ اسی وقت کھالیا اور کچھ رکھ لیا...... حضرت مفتی اعظم قدس سرہ نے فرمایا،" ارے، یہ تونے کیا کیا"۔

جب اس واقعہ کو پیر ومرشد حضرت سرکار غلام آسی پیا نے سنا تو فرمایا، تو بہت چالاک نکلا اور بہت ہوشیاری کی"۔

کسی کو اپنے بیش بہار و مال شریف سے نوازنا آپ کے جود وسخا اور بخشش وعطا کا زبردست پتہ دیتا ہے۔

## مفتی اعظم اور مہمان نوازی

جناب اجمیری صاحب موصوف فیض العارفین غلام آسی پیا صاحب کے مرید وخلیفہ ہیں۔انہوں نے ایک مرتبہ یہ حقیقت واشگاف کی کہ:

"حضور مفتی اعظم قدس سرہ کی ظاہری حیات میں عرس رضوی کے موقع پر میں بریلی شریف پہنچا ایک مرتبہ مسکراتے ہوئے آپ نے میری طرف مخاطب ہوکر فرمایا، جناب یہاں تو محفل سماع نہیں ہوگی۔ پھر فرمایا آپ کھانا کھا کر جائیے گا۔ میں نے عرض کیا، نہیں حضور! تو فرمایا کہ" آپ ہمارے مہمان ہیں، اس لیے آپ کو ضرور کھانا کھانا ہے"۔

اس طرح کے متعدد واقعات ہیں جو آپکے جود وسخا اور مہمان نوازی کے بین ثبوت ہیں۔

## مفتی اعظم کی دعا سے تین اولاد

۸ربیع الجیلانی ۱۸ھ کو مولینا امین الدین صاحب فیضی ناظم تنظیم وترقی مدرسہ فیض العلوم جمشید پور نے ایک نشست میں حضرت مولینا عبدالغفار فریدی مرحوم سابق نائب صدر المدرسین فیض العلوم اور راقم الحروف کے سامنے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ و الرضوان کے تعلق سے ایک چونکا دینے والی کرامت کا انکشاف کیا۔ موصوف نے فرمایا کہ:

حاجی الطاف صاحب مچھلی والے نے حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالی عنہ کو اوائل

ربیع النور ۱۳۹۳ھ میں دعوت دی تھی ۔حضور جمشید پوران کے یہاں تشریف لائے ۔فیض العلوم کے اراکین نے موقع غنیمت جانا اور فیض العلوم ہوسٹل بلڈنگ کے سنگ بنیاد کا پروگرام رکھ دیا۔حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ ۷ ربیع النور ۱۳۹۳ھ مطابق یکم اپریل ۱۹۷۳ء کو مغرب سے قبل مدرسہ فیض العلوم میں تشریف لائے آپ کی آمد کی خبر سن کی ہزاروں افراد سے یہ وسیع وعریض میدان بھر گیا تاکہ آپ کی زیارت سے مشرف ہوسکیں ۔بے شمار دیوبندی بھی آپ کی زیارت کو جمع ہو گئے میں نے خاک شفا محفوظ رکھی تھی اسے بڑھایا، حضور نے اسے لیا اور اسے بھی ہوسٹل بلڈنگ کی بنیاد میں رکھا پھر یہاں سے الطاف صاحب موصوف کے گھر تشریف لے گئے غالبا انہوں نے اولاد کی بابت دعا کے لیے عرضی پیش کی ہوگی کیونکہ انہوں نے اخیر کی زوجہ سے کوئی اولاد نہیں ہورہی تھی اس لیے حضور نے ارشاد فرمایا کہ تین ٹوکری لائی جائے اور تین لال کپڑے لاکر انہیں ڈھک دیا جائے کوئی مٹھائی جتنی بھی میسر ہولائی جائے کہ میں فاتحہ کروں گا۔یہ چیزیں حاضر کی گئیں حضرت نے ان چیزوں کو سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھی ۔بعد فاتحہ فرمایا کہ الطاف صاحب! آپ کو تین لڑکے ہوں گے (انشاءاللہ الکریم)

فیضی موصوف فرماتے ہیں کہ ”یہ حضور مفتی اعظم قدس سرہ کی کرامت ہی کہیے کہ حضرت نے جو فرمایا ویسا ہی ہوا۔حاجی الطاف صاحب تین لڑکے تولد ہوئے۔“

## مفتی اعظم اور سرکارِ سرکا نہی

۲۵ صفر المظفر ۲۲ھ مطابق ۱۹ رمئی ۲۰۰۱ء کو انجمن فیضان رضا (جو مدرسہ ضیاالاسلام تکیہ پاڑہ ہوڑہ کے طلبہ کی انجمن ہے) کی دعوت پر عرس رضا میں خطاب کرنے کے لیے فقیر کو جانا ہوا۔وہاں مولانا مسلم صاحب سرکا نہی شریف مظفر پور مقیم الحال مٹیا برج کلکتہ بھی مدعو تھے۔اختتام جلسہ کے بعد قیام گاہ پر ایک سوال کے جواب میں راقم الحروف سے آپ نے فرمایا کہ:

”میں حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان سے بیعت اور آپ کا مرید ہوں۔

غالباً ۱۹۵۲ء کی بات ہے جب کہ میں کم سن تھا اور گلستان وغیرہ پڑھ رہا تھا حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ اور سید مظفر حسین صاحب کچھوچھوی مرحوم (اور ساتھ میں ایک اور بزرگ تھے) سرکار سرکا نہی شاہ تیغ علی علیہ الرحمۃ والرضوان کے پاس سرکا نہی شریف تشریف لائے تھے۔ سرکار سرکا نہی زبردست پائے کے ولی تھے۔ حضور مفتی اعظم قدس سرہ کی آمد سے ایک دن قبل ہی آپ نے اپنے مریدین ومتعلقین سے فرمایا کہ خصی اور چاول کا انتظام کرو، یہ لاؤ، وہ لاؤ۔ حکم ہوا اور مریدین ومتعلقین انتظام وانصرام میں لگ گئے ایک فربہ خصی لایا گیا۔ چاول وغیرہ کا انتظام کیا گیا۔ اور حضرت خود بھی کافی اہتمام میں لگ گئے۔ کچھ لوگوں نے عرض کیا، حضور! نہ ابھی کسی عرس کا موقع ہے اور نہ کسی مہمان کی آمد کی خبر ہے آخر اتنے اہتمام کا کیا سبب ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ ہم کہتے ہیں نا کہ انتظام کرو کل ہم بتا دیں گے کہ کن کے لیے انتظام کیا گیا ہے۔

صبح ہوئی تو سرکار سرکا نہی سخت بے چین ومضطرب تھے۔ شدت سے کسی آنے والے کا انتظار فرمارہے تھے۔ کبھی حجرہ شریف میں داخل ہوتے ہیں، کبھی دروازے پر کبھی گھر میں، کبھی دروازے پر یونہی آرہے ہیں جارہے ہیں۔ حتی کہ دن کے گیارہ بجے حضرت مفتی اعظم قدس سرہ اور سید مظفر حسین کچھوچھوی مرحوم وغیرہما کا نورانی قافلہ پہنچا جونہی گاڑی سے اترنا تھا کہ تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند اور سرکار سرکا نہی دونوں ایک دوسرے سے لپٹ گئے اور کافی دیر تک دونوں روتے رہے ابھی زیادہ دیر نہ گذری کہ بجلی کی طرح پورے علاقہ میں خبر پھیل گئی اور شام تک اطراف واکناف سے اتنے لوگ وہاں جمع ہو گئے کہ تل رکھنے کی جگہ نہیں رہی۔ پھر لوگ حضور مفتی اعظم اور سرکار سرکا نہی سے مرید ہونے کے لیے متمنی ہوئے۔ سرکار سرکا نہی قدس سرہ نے فرمایا جس کو مرید ہونا ہے وہ حضور مفتی اعظم ہند سے مرید ہو مجھ سے نہیں ''یہ جماعت اہل سنت کے کھمبا ہیں کھمبا (ستون) اس لیے ان کے رہتے ہوئے مجھ سے کوئی مرید نہ ہو''

سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے مولانا موصوف نے مزید فرمایا کہ ''میں تو تاجدار اہل

سنت حضور مفتی اعظم کی خدمت میں لگا رہا اور آپ کے آگے پیچھے ہوتا رہا۔ استنجا کے لیے پانی حاضر کیا پھر اس سے فراغت کے بعد وضو کا پانی پیش خدمت کیا، حضرت نے وضو فرمایا، پیلے رنگ کا رومال میں اپنے شانے پر رکھے ہوا تھا اور اسے حضرت کے تلوے سے مس کر کے حضرت کے قدم کا پانی پونچھ دیا اتنا کرنا تھا کہ حضرت نے میری طرف نگاہ اٹھائی اور بغور دیکھا۔ یہ دیکھنا اتنا کارگر ثابت ہوا کہ میری قسمت کا ستارہ جگمگا اٹھا۔ معاً دل میں خیال آیا کہ حضرت سے مرید ہوجانا چاہیے۔ والدہ مکرمہ کے پاس گیا اور عرض کیا کہ حضور مفتی اعظم ہند تشریف لائے ہوئے ہیں کیا ان سے مرید ہو جاؤں؟ انہوں نے فرمایا کہ جب حضرت تشریف لائے ہی ہوئے ہیں تو مرید ہوجاؤ۔ بعدہ فاتحہ کے لیے کچھ بتاشا خریدا اور اس زمانے کے لحاظ سے ڈیڑھ روپئے والدہ مکرمہ نے دیا کہ حضرت کی خدمت نذر پیش کر دینا۔ مجھے یہ شرف حاصل ہے کہ تنہائی میں اپنی قیام گاہ میں انفرادی طور پر حضرت نے مجھے مرید فرمایا اور میں نے وہ ڈیڑھ روپئے حضرت کی خدمت میں پیش کیا تو حضرت نے اپنے دست مبارک میں اسے لے لیا پھر یہ کہتے ہوئے واپس فرمایا کہ اسے تم رکھو وہ روپیہ آج تک میرے پاس موجود ہے اور اس کی کرامت و برکت اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہوں جہاں میرے روپئے رہتے ہیں وہیں اس روپیے کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر میں نے رکھ دیا ہے پھر تو کبھی سخت دقت و پریشانی سامنے نہیں آتی اگر معمولی طور پر آ بھی گئی اور یہ سوچا کہ اسی پیسے کر خرچ کو دیتا ہوں پھر یہ خیال گذرتا ہے کہ اتنے پیسے میں کیا ہوگا صرف پان مل سکے گا پھر تو اسی دن کوئی پروگرام مل جاتا ہے جس میں دو چار سو روپئے مل جاتے ہیں''۔

مذکورہ واقعہ سے کئی امور منقح ہوکر سامنے آتے ہیں۔

(۱) تاجدار اہل سنت مفتی اعظم اور سرکار سرکا نہی شاہ تیغ علی علیہما الرحمۃ والرضوان کے والہانہ معانقہ اور کافی دیر تک مل کر روتے رہنے سے ان بزرگوں کے آپس میں گہرے خلوص و محبت کا پتہ ملتا ہے۔

(۲) واضح ہوا کہ سلسلۂ تیغیہ کے بانی و شیخ المشائخ حضرت سرکار سرکا نہی خانوادۂ

بریلی سے خاص تعلق ولگاؤ رکھتے تھے۔ اور مسلک کے تعلق سے ان کا حد درجہ احترام واکرام بھی بجالاتے تھے۔ راقم الحروف سے حضرت مولینا عبدالغفار صاحب مرحوم اپنے چچا و پیر قاری امام بخش صاحب مرزا نگر ڈوگراویشالی کے حوالے سے ایک مرتبہ یہ بیان فرمایا تھا کہ حضرت شاہ تیغ علی علیہ الرحمۃ سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا ذکر بڑے پیارے انداز میں اور بار بار کیا کرتے تھے اور وعظ کے درمیان کسی مسئلہ کو بیان فرماتے تو یوں کہتے کہ "فلاں نے یہ کہا، فلاں نے یہ کہا، اور بریلی والے بڑے مولانا (اعلیٰ حضرت) یہ فرماتے ہیں" اور بہار شریعت ساتھ رکھتے اور اسے مریدین کو پڑھ پڑھ کر سناتے اور فرماتے کہ اس کتاب کو ضرور پڑھا کرو۔

آپ کا یہ جملہ "جس کو مرید ہونا ہو وہ حضور مفتی اعظم ہند سے مرید ہو مجھ سے نہیں یہ جماعت اہل سنت کے کھمبا ہیں کھمبا" آپ کے مخلص، محبّ صادق اور اعلیٰ ظرف ہونے کی بین دلیل ہے۔ خانوادۂ بریلی اور مسلک بریلوی سے تعلق ولگاؤ اور اس کے احترام وتعظیم کا بھی آئینہ دار ہے۔

بانئ سلسلہ کی خلوص وللّٰہیت اور محبت ولگاؤ سے معنون یہی وہ تربیت تھی کہ آج بھی سلسلۂ تیغیہ آبادانیہ کے سارے خلفاء ومریدین سنیت (بریلویت) پر قائم ودائم ہیں اور اسی کی اشاعت وترویج کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا رکھا ہے۔ اس کے برعکس کئی خانقاہ ہیں بانئ سلسلہ یا خلفاء کی تربیت سے عاری ہونے کے سبب سنیت سے منحرف ہوگئیں۔ پہلے صلح کلی ہوئیں پھر ضلالت کے غار عمیق میں جا گریں (العیاذ باللہ) بقول علامہ ارشد القادری مدظلہ العالی "جب کسی کو گمراہ ہونا ہوتا ہے تو پہلے صلح کلی بنتا ہے اس کے بعد وہابی یا دیوبندی یا قادیانی ہوجاتا ہے" گویا ضلالت وگمراہی کا پہلا زینہ صلح کلی ہوتا ہے۔

(۳) یوں تو حضرت شاہ تیغ علی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ولایت وبزرگی اور کشف وکرامات مسلم ہیں مگر واقعۂ بالا نے بھی واضح کردیا کہ حضرت کی نگاہ کشف نہایت کمال کو پہنچی ہوئی تھی اور پہلے ہی سے آپ کو آگاہی ہوجایا کرتی تھی کہ ہمارے یہاں کوئی آنے والا

ہے اور وہ بھی عام مہمان نہیں ، تاجدار اہل سنت آرہے ہیں ، رہبر شریعت آرہے ہے، واقف اسرار طریقت آرہے ہیں۔ مفتی اعظم جلوہ گرہورہے ہیں ، سرتاج ولایت جلوہ گر ہورہے ہیں، شبیہ غوث اعظم جلوہ گرہورہے ہیں، جانشین مجدد اعظم تشریف لارہے ہیں، علما ومشائخ کے سرخیل تشریف لارہے ہیں، جماعت اہل سنت کے ستون تشریف لارہے ہیں، آنے والا معمولی نہیں عبقری شخصیت کا مالک ہے، جب ہی تو ان کی خاطر بڑے پیمانے پر اہتمام کیا جارہاہے۔ عظیم تزک واحتشام کے ساتھ انتظام کیا جارہاہے،

(۴) اتنے عظیم المرتبت محب صادق، ولی کامل اور صاحب کشف وکرامات بزرگ کا اعلیٰ حضرت اور آپ کے خانوادے بلکہ مسلک بریلوی سے جڑے رہنا اور اسی کی فروغ و اشاعت میں مصروف کار رہنا سنیت (مسلک اعلیٰ حضرت) کی حقانیت وصداقت کی واضح دلیل ہے۔

(۵) حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کے دست مبارک سے مس کی ہوئی چیز بے شمار برکتوں اور کرامتوں کی حامل ہوجایا کرتی تھی۔ جن کو آج بھی ارباب بصیرت بخوبی محسوس کرتے ہیں۔

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی، بصیرت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں